# تزکیۂ نفس

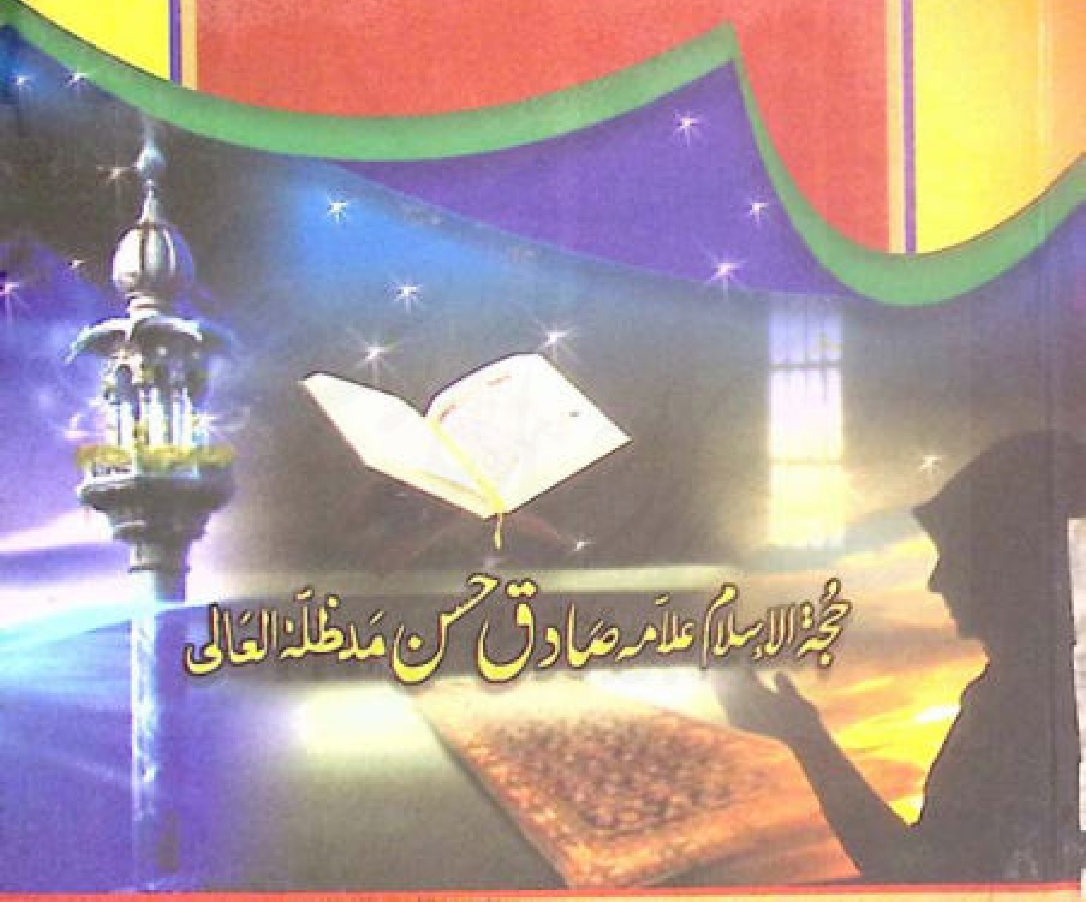

حجۃ الاسلام علامہ صادق حسن مدظلہ العالی

# تزکیہ نفس

عشرۂ اوّل ماہِ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ


مجموعہ تقاریر
علامہ صادق حسن نجفی صاحب قبلہ

مرتب
مولانا ندیم عباس حیدری علوی

نظرثانی
حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم



ناشر
اِدارہ منہاج الصالحینؑ
جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور
فون: 5425372

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب : تزکیۂ نفس

تقاریر : علامہ صادق حسن نجفی صاحب قبلہ

مرتبہ : مولانا ندیم عباس حیدری علوی

تصحیح و نظر ثانی : علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم

پروف ریڈنگ : معصومہ بتول جعفری ایم۔اے

فنی تعاون : زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

تزئین : محمد عمران حیدر جعفری، شیر محمد عابد مولائی

کمپوزنگ : ایم۔ اعجاز احمد، احتشام اعجاز

اشاعت : دسمبر 2012ء

ہدیہ : [redacted] روپے

تعداد : 500

ملنے کا پتہ

# ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

# ترتیب


★ مجلس اوّل: 4

ذکرِ مصائب: شام میں چادروں کا سوال کرنا 4

★ مجلس دوّم: 34

ذکرِ مصائب: قید سے رہائی کے وقت کا منظر 49

★ مجلس سوم: 53

ذکرِ مصائب: منہال کا امامؑ سے رونے کی وجہ پوچھنا 73

★ مجلس چہارم: 77

ذکرِ مصائب: حضرت زینبؑ کا جہاد 105

★ مجلس پنجم: 115

ذکرِ مصائب: زینبؑ مثلِ خدیجہؑ ہیں 137

★ مجلس ششم: 142

ذکرِ مصائب: شہادت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام 163

★ مجلس ہفتم: 170

ذکرِ مصائب: شہادت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام 198

★ مجلس ہشتم: 203

ذکرِ مصائب: امتحان اور آلِ محمدؐ کا شکر ادا کرنا 224

★ مجلس نہم: 230

ذکرِ مصائب: حضرت سکینہؑ کا بازارِ کوفہ میں دعا کرنا 244

# مجلسِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

"خدا نے یقیناً ایمان داروں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھیں کے (خاندان) میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کی طبیعت کو پاکیزہ کرتا ہے اور انھیں کتاب (خدا) اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے اور اگرچہ یہ لوگ (بعثِ رسول) سے پہلے کھلی ہوئی گم راہی میں گھرے ہوئے تھے" (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۶۴)۔

سورۂ آلِ عمران کی جس آیت کی تلاوت کی گئی ہے یہ صرف آج کی مجلس کا عنوان ہے، کیوں کہ جو لوگ باقاعدگی سے میری مجالس سنتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ میں کسی ایک آیت کو سرنامہ کلام قرار نہیں دیتا، کیوں کہ جو بچے مجلس میں آتے ہیں ان کو قرآن کی مختلف آیات سننے کا موقع ملتا رہے۔

ماہِ صفر شروع ہو چکا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کے آغاز میں اہلِ حرم دمشق

میں داخل ہوئے اور جس انداز سے داخل ہوئے وہ بھی آپ لوگوں کو معلوم ہے۔

انگریزی تاریخ کے اعتبار سے آج ۲۶ دسمبر ہے اور آج باکسنگ ڈے (Boxing Day) ہے۔ آج ہماری مجلس باکسنگ ڈے کے حوالے سے شروع ہو رہی ہے اور آج کے دن لوگ تحفے گفٹ بوکس (Gift Box) میں ڈال کر گھروں میں دیتے ہیں، یعنی یہ ہدیہ اور تحفہ دینے کا دن ہے۔ یہاں سے اسلام کا ایک اہم پیغام سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ صاحبانِ ایمان کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ خالی زبانی محبت پر اکتفا نہ کرنا، بلکہ ایک دوسرے کے درمیان تحائف کا تبادلہ کرتے رہنا، کیوں کہ یہ دلوں کی محبت کو بڑھاتا ہے۔ خاص طور پر اگر کوئی سفر سے واپس آ رہا ہو (چاہے وہ دنیاوی سفر ہو، چاہے وہ زیارات اور حج وعمرہ کا سفر ہو) کہا گیا ہے کہ وہ خالی ہاتھ اپنے گھر نہ جائے۔ کوئی پتھر ہی لے کر آؤ لیکن کچھ نہ کچھ اپنے گھر والوں کے لیے لے کر جائے گا۔

یہ ایک انداز مسئلے کو سمجھانے کا ہے، لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ پورے سوٹ کیس پتھروں سے بھر کر لے جاؤ کہ امامؑ نے جب یہ فرمایا ہے تو ہمیں تو لفظ پر عمل کرنا ہے۔

سات یا آٹھ سال پہلے میں نے ایک عشرہ اس عنوان پر پڑھا تھا۔ آج کل ایک نیا فیشن چل نکلا ہے کہ قرآن کا ترجمہ پڑھیں گے تو پورا قرآن سمجھ میں آ جائے گا، نہج البلاغہ کا خالی ترجمہ پڑھیں گے تو پوری نہج البلاغہ سمجھ میں آ جائے گی اور ابھی جو عشرہ گزرا ہے اس کے اعتبار سے صحیفۂ سجادیہ یا صحیفۂ کاملہ کا ترجمہ پڑھیں گے تو پورا صحیفۂ سجادیہ یا صحیفۂ کاملہ کا پیغام سمجھ میں آ جائے گا اور انٹرنیٹ نے تو اس

اور بتا ہی مچائی ہے کہ وہاں حدیث کی اہم کتابوں کے ترجمے مل جائیں گے۔ زیارات پر جانے والے ہر ایک کی بغل میں کامل الزیارات کا ترجمہ موجود ہے۔

اوّل تو یہ احادیث کو سمجھنے کا طریقہ ہی نہیں ہے خیر ہم تھوڑی دیر کے بعد اس پر بات کریں گے۔

دیکھیے!

ترجمے سے یہ تو پتا چلتا ہے کہ امامؑ اس خطبہ میں نماز کی اہمیت بتا رہے ہیں، امامؑ اس دعا میں والدین کے احترام کا پیغام دے رہے ہیں۔ قرآن اس آیت میں رسولؐ کے اس دنیا میں آنے کا مقصد بیان کر رہا ہے، لیکن یہ سمجھنا کہ ہم نے پورے پیغام کو سمجھ لیا ہے تو یہ اتنا آسان نہیں ہے۔

سات یا آٹھ سال عشرہ میں، میں نے معصومین علیہم السلام کی مختلف احادیث اور خطبات بیان کیے تھے اور مجمع سے کہا تھا کہ یہ امامؑ کے جملے ہیں۔ امامؑ کا کلام کیا ہے۔ تم ان پر اس طرح سے عمل کرو گے؟

اس مجمع میں مجتہدین نہیں بیٹھے، مراجع نہیں بیٹھے بلکہ میری طرح سے طالب علم بیٹھے ہیں لیکن مجمع نے کہا کہ نہیں، اس انداز سے حدیث پر عمل نہیں ہوگا مثلاً ایک خاتون نے روزے کی حالت میں اپنی کنیز کو بُرا بھلا کہا۔ دوپہر کا وقت تھا، دماغ پر گرمی چڑھ گئی اور وہ کنیز کو بکنے لگی: پیغمبرؐ نے کھانا بھجوایا کہ کھالو۔

اگر ہم ہوتے تو ٹوٹ پڑتے، اس لیے کہ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا بھجوا رہے ہیں تو ہمیں روزہ توڑ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ہدیے کو قبول کرنا ہے، بہرحال وہ اتنی سمجھ دار مومنہ تھی۔

اللہ کے رسولؐ مدینے کے باہر کچھ لوگوں کے ساتھ جا رہے ہیں انھوں نے ایک دوسرے سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی غیبت کرنا شروع کر دی' سامنے ایک مرا ہوا کتا پڑا تھا۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: جائیے اس ڈش (Dish) کو کھائیے جو خاص آپ کے لیے تیار کی گئی ہے۔

کھا لیا گیا یا نہ کھایا گیا؟ ہم ہوتے تو پتا نہیں کیا کرتے؟

یہ روایات کا سلسلہ ہے کہ نماز پڑھی۔

امامؑ نے فرمایا: اس نماز کا فائدہ کیا ہے' اس لیے کہ یہ تو ایسے لگ رہا ہے جیسے کوئی کوا اپنی چونچ زمین پر مار رہا ہے۔

نماز' روزہ' دیگر عبادتیں' اگر انٹرنیٹ کے اندر جا کر ترجمہ پڑھیں' اس خطبہ کا ترجمہ ڈھونڈیں تو خطبہ بھی ہوگا' لیکن یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ اس خطبہ سے پہلے کیا واقعہ رونما ہوا تھا' کس وجہ سے یہ جملے کہے گئے؟ پیغمبرؐ یا امامؑ کے کہنے کا انداز کیا تھا؟ ایک ہی جملہ اگر غصے میں کہا جائے تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے اور وہی جملہ اگر خطبے کے درمیان سنجیدگی سے کہا جائے تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے اور وہی جملہ اگر مذاق میں کہا جائے تو اس کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔

کیا اللہ کے رسولؐ نے مذاق نہیں کیے تھے؟ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا: بوڑھا آدمی جنت میں نہیں جائے گا؟

کیا پیغمبرؐ نے مذاق نہیں کیا کہ کالا آدمی جنت میں نہیں جائے گا؟

کیا پیغمبرؐ نے مذاق نہیں کیا کہ اندھا آدمی جنت میں نہیں جائے گا؟

ان جملوں کا یہی مطلب ہے کہ بے چارہ اس دنیا میں بھی زحمت اُٹھائے اور جنت میں صرف اس لیے نہ جائے کہ اس کا رنگ کالا ہے؟

نہیں، بلکہ مذاق میں کہا، اس لیے اس جملے کا مطلب کچھ اور ہے۔

اُدھر غصّے میں یا تنبیہ میں کہا گیا کہ کتے کا گوشت کھالو اور رمضان کے مہینے میں یہ کھانا کھالو تو اس کا مطلب کچھ اور ہے اور جو پیغمبرؐ اسلام کے عام ارشادات ہیں ان کا مطلب کچھ اور ہے۔

خالی الفاظ اور ان کا ترجمہ کافی نہیں ہے، بلکہ یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ بولنے کا انداز کیا تھا؟ کون سا واقعہ اس ارشاد سے پہلے واقع ہوا، جس کی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا؟

میں نے یہ مثالیں اس لیے دے دیں کہ کم وقت میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے ورنہ حدیثوں سے زیادہ یہ مسئلہ قرآن کی آیتوں کا ہے کہ یہ آیت کب نازل ہوئی تھی؟ اس آیت سے پہلے کیا واقعہ پیش آیا تھا؟

ان آیت کے اندر عام پیغام ہے، جس کا انداز ذرا سخت ہے۔

سورۂ توبہ کی آیت:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (سورۂ توبہ، آیت ۳۴)

"جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔"

فَبَشِّرْهُمْ (سورۂ توبہ، آیت ۳۴)

"جاؤ ان کو بشارت دو۔"

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورۂ توبہ، آیت ۳۴)

"دردناک عذاب کی۔"

لفظ "بشارت" کا معنی ہے خوش خبری اور لفظ خوش خبری سن کر ہمارے دماغ میں کیا آتا ہے؟

عربی کا مطلب بھی خوش خبری ہے کوئی اچھی خبر لیکن اس وقت ان لوگوں کو تھوڑے سے سخت لہجے میں وارننگ دے رہا ہے: خوش خبری ہو تمھارے لیے کہ جہنم تمھارا انتظار کر رہی ہے۔

اچھا!

یہ ضمنی باتیں آ گئیں تو یہ کیوں آئیں؟

یہ آج کل ہماری مرجعیت پر جو اعتراضات ہیں اس کے حوالے سے میں ہر عشرے میں ایک نہ ایک مجلس پڑھتا ہوں۔ یہ چیز تفصیل کے ساتھ وہاں پر آئے گی لیکن بات چلی تھی صرف ایک جملے کو سمجھانے کے لیے۔

وہ یہ کہ پتھر ہی لے کر کیوں نہ جاؤ چونکہ یہ انداز ایسا ہے کہ جس میں ایک تو میرے ساتھ واقعہ پیش آیا ہے اور ایک اس وقت پاکستان میں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی وہ حدیث مشہور ہے:

اُطلُبُوا العِلمَ وَ لَو کَانَ بِا الصِّینِ

"علم حاصل کرو چاہے تمھیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔"

یہ نہیں ہے کہ وہاں جاؤ بلکہ جملہ یہ ہے کہ چاہے تمھیں جانا ہی کیوں نہ پڑے مجبوری میں لیکن اس کو کسی اور انداز سے پیش کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح پیغمبر اسلام ﷺ کی ایک حدیث اور ہے: "جو آدمی دین کا علم

حاصل کر رہا ہے اسے ٹوٹا ہوا قلم دینے کا بھی اتنا ثواب ہے جیسے میدانِ اُحد میں مولا علی علیہ السلام کے ہاتھ میں تلوار دینے کا"۔

حضور! مولا علی علیہ السلام اس تلوار سے اسلام کو بچا رہے تھے اپنی حکومت قائم نہیں کر رہے تھے۔ جناب! مولا علی علیہ السلام اس تلوار سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے اپنی شہرت نہیں چاہ رہے تھے' ورنہ مولا علی علیہ السلام کا جہاد تو کائنات کا عظیم ترین جہاد ہے۔ جب کہ ایک عالم اور طالب علم چل اسی راستے پر رہا ہے۔ خدمت وہ بھی وہی انجام دے رہا ہے' تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: "ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کرنا پڑے تو کرو"۔

بہرحال!

باکسنگ ڈے (Boxing Day) یعنی ہدیہ دینا' تحفہ دینا اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت بڑھانا۔ اسلام خالی بیماریاں نہیں بتاتا ہے کہ تم میں یہ خرابی ہے' تم میں وہ خرابی ہے بلکہ علاج بھی بتاتا ہے۔ صاحبانِ ایمان کو محبت سے رہنا چاہیے' مگر کیسے رہیں؟

طریقے اسلام بتا رہا ہے کہ غیبت نہ کرو تو محبت بڑھے گی' تہمت نہ لگاؤ تو محبت بڑھے گی' حسد نہ کرو تو محبت بڑھے گی' نظر بد نہ ڈالو تو محبت بڑھے گی۔ یہ تو منفی چیزیں تھیں جن سے اپنے آپ کو بچاؤ گے تو محبت بڑھے گی۔ اسلام نے اس کے بعد ایک اور مرحلہ آگے بڑھایا اور وہ یہ کہ

بیمار کی عیادت کو جاؤ تو محبت بڑھے گی' مومن کی مدد کرو گے تو محبت بڑھے گی' مومن کو تحفہ یا ہدیہ دو گے تو محبت بڑھے گی' رشتہ دار کے گھر باقاعدگی سے جاؤ گے تو

محبت بڑھے گی' ماں کے چہرے کو دیکھ کر دعا مانگوں گے تو محبت بڑھے گی۔

دونوں چیزیں بتائی جا رہی ہیں' وہ چیزیں بھی بتائی جا رہی ہیں جو محبت کو کم کرتی ہیں اور وہ بھی بتائی جا رہی ہیں جو محبت میں اضافہ کرتی ہیں اور ان میں تحفے کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ ایک دوسرے کو تحفہ اور ہدیہ دینا مگر یہ وہ منزل ہے جہاں پر اللہ کے رسولؐ نے خود اپنے لیے بھی کہا کہ ہم بھی تمھارے تحفے قبول کریں گے' چنانچہ کتنی روایتوں میں تم نے سنا ہے کہ لوگ تحفے لاتے تھے اور پیغمبر اسلام ﷺ صرف ایک سوال کرتے تھے کہ یہ صدقہ ہے یا تحفہ ہے؟

اگر کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپؐ اصحاب میں تقسیم کر دیا کرتے اور اسے واپس بھی نہیں کرتے تھے۔ اگر کہا گیا کہ تحفہ ہے تو خانۂ حضرت سیدہؑ میں بھجوا دیا کرتے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پیغمبر اسلام ﷺ کی پہچان کو اس وقت سمجھا جب یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بہت مشہور ہے اور خالی مشہور ہی نہیں ہے' بلکہ بہت اہم بھی ہے۔

اہم کس لیے؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ایک چیز سامنے آتی ہے۔

میں عذابِ قبر بیان کرنے کا ماہر کہلاتا ہی ہوں' لیکن اس کے علاوہ بھی میں نے زمانے کے امامؑ پر بھی بہت مجالس پڑھی ہیں' بلکہ اس سے زیادہ پڑھی ہیں۔ میری ساری زندگی اپنے زمانے کے امامؑ کی خدمت میں گزری ہے اور ان ایام عزا کے آغاز سے ہی ہمارے دو عظیم مراجع کی ایک خاص نصیحت تھی اس اعتبار سے میں ہر جگہ وہ پڑھتا چلا جا رہا ہوں۔

زمانے کے امامؑ کے حوالے سے ایک بہت بڑا مسئلہ ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ ہم امامِ زمانہؑ کو کیسے پہچانیں گے؟

ہر آنے والا کہے گا: میں زمانے کا امام ہوں۔ کتنے جھوٹے امام آئیں گے، ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں تمہارے زمانے کا امام ہوں۔ ان کے چہرے بھی بڑے مقدس دکھائی دیں گے، باتیں بھی ان کی بڑی اچھی لگ رہی ہوں گی اور آج کی جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے ان کے پاس وہ سارے سامان ہوں گے کہ جسے ہم لوگ معجزہ کہتے ہیں۔

اب میں نے بہت نازک موضوع کی طرف اپنا رُخ پھیر لیا ہے، لیکن اس کو میں زیادہ نہیں بڑھاؤں گا۔

بہرحال!

آخر یہ جملہ روایت میں کیوں آیا؟

كَذَبَ الْوَقَّاتُونَ وَ هَلَكَ الْمُسْتَعْجِلُونَ وَ نَجَا الْمُسَلِّمُونَ

اس جملے کا مطلب کیا ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ امامؑ کے ظہور کا جو بندہ وقت متعین کرے گا وہ جھوٹا ہے، جھوٹ بول رہے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ امامؑ فلاں دن یا فلاں وقت میں آئیں گے۔

فلاں وقت کے دو طریقے ہوتے ہیں:

① پہلا طریقہ یہ ہے کہ تم ایک تاریخ مقرر کر کے کہہ دو کہ اس تاریخ کو امامؑ آئیں گے تو ایسا کہنے والا تو ہے ہی پکا جھوٹا۔

معصومؑ نے فرمایا: جو یہ دعویٰ کر رہا ہے تو گویا وہ اپنے آپ کو خدا کا شریک کر رہا ہے۔ اس لیے کہ یہ اللہ کا ایک ایسا راز ہے جو اللہ نے کسی کو نہیں بتایا۔

۲ دوسرا طریقہ یہ کہ امامؑ کے ظہور کی تاریخ نہ دی جائے' بلکہ ان شخصیات یا ان واقعات کو آپ معین کر دیں کہ فلاں شخصیت تو ہمیں وہ لگ رہی ہے یا ہمارے زمانے کی فلاں شخصیت وہ ہے تو یہ بھی ظہور امامؑ کی آپ نے تاریخ بتا دی۔

دیکھئے!

براہ راست آپ یہ کہیں کہ امامؑ مثلاً ۲۰۱۲ء میں آ رہے ہیں۔ یہ تو ہے ہی جھوٹ' لیکن دوسرا آپ کہیں کہ فلاں آدمی دجال ہے تو جب آپ نے یہ طے کر لیا تو سمجھو ظہور امامؑ کی تاریخ آپ نے بتا دی' کیوں کہ جب دجال آئے گا تو مثلاً اس کے نو (۹) مہینے کے بعد امامؑ کا ظہور ہو جائے گا۔

یا شخصیات کو آپ معین کر دیں۔ امامؑ کے ظہور سے پہلے کچھ اچھی شخصیات بھی آئیں گی دین کے نمائندے اور کچھ بہت بڑی شخصیات بھی آئیں گی' جو شیطان کے نمائندے ہوں گے۔ آپ کسی بھی اپنے زمانے کی شخصیات کو ان شخصیات سے ملا دیں کہ جی فلاں آدمی وہی ہے جس کے بارے میں امامؑ نے کہا تھا کہ امامؑ کے ظہور سے پہلے ایک ہمارا خدمت گزار آئے گا۔ جب آپ نے اس آدمی کو امامؑ سے پہلے آنے والے ہیرو کا نام دے دیا تو آپ نے ظہور امامؑ کی تاریخ معین کر دی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً آپ کو کوئی واقعہ پیش آیا اور آپ نے کہا: یہ وہی واقعہ ہے جس کے بارے میں امامؑ نے بیان کیا تھا۔ یہ ظہور امامؑ سے پہلے کی

نشانی ہے۔

اچھا!

کچھ نشانیاں ایسی ہیں جن میں وقت مقرر نہیں کیا گیا مثلاً امامؑ نے کہا: ہمارے آنے سے ایک مہینے میں سورج گہن اور چاند گہن لگے گا۔ ہمارے آنے سے پہلے شب قدر میں ایک دھماکہ ہوگا۔ ان میں وقت مقرر ہے' اس لیے کہ امامؑ نے کہا ہے جس رمضان میں یہ واقعہ ہوگا اس محرم میں ہم آجائیں گے اور کچھ ایسی نشانیاں ہیں جس میں امامؑ نے کہا ہے کہ ہمارے آنے سے پہلے یہ ہوگا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کتنا پہلے۔

اگر کوئی واقعہ آپ کے سامنے پیش آئے تو کبھی نہ ملایئے کہ یہ وہ نشانی ہے جس کو امامؑ نے کہا تھا کہ ہمارے آنے سے پندرہ دن پہلے یہ واقعہ پیش آئے گا۔

بہرحال!

خلاصہ یہ ہے کہ انتہائی سختی سے مذمت کی گئی ہے اور condemn (مذمت) کیا کہ کوئی ظہور امامؑ کی تاریخ چاہے اس طرح سے معین کرے کہ ۱۰ جنوری ۲۰۱۲ء کو امامؑ آرہے ہیں یا اس طرح مقرر کرے کہ یہ شخصیت جو آگئی ہے یہ دجال ہے یا یہ واقعہ جو پیش آیا ہے یہ وہی واقعہ ہے جو امامؑ کے آنے سے چار مہینے پہلے ہوگا۔

اس کے بعد دوسرا لفظ ہے:

هَلَكَ الْمُسْتَعْجِلُونَ

ہمارا مسئلہ یہ ہے' مومنین کا مسئلہ یہ ہے کہ مارے گئے' ہلاک ہوگئے وہ جنھوں

نے ظہور میں جلدی کی۔

ارے!

ہم تو ہر وقت جلدی کی دعا مانگتے ہیں' اگرچہ ہماری یہ دعا کم ہوتی ہے۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ مشکینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "هداية الشيعه" کے باب سات میں ایک حدیث ہے۔

ہماری حدیث کی کتابیں تین طریقوں سے لکھی جاتی ہیں:

① ایک یہ ہے کہ محدثین حدیثیں لکھتے چلے گئے اور کوئی ترتیب نہیں ہے۔ یہ طریقہ عموماً بزرگ علما کے شاگرد اختیار کرتے تھے کہ اُنھوں نے جو کچھ کہا: یہ دن بھر بیٹھ کر لکھتے تھے' کسی نے روزے کا مسئلہ پوچھا' تو کسی نے والدین کی بات پوچھی' کسی نے تاریخ کا مسئلہ پوچھا۔ وہ ہر ایک کو جواب دے رہے ہیں اور شاگرد لکھ رہا ہے۔ اس طرح کی کتابوں کو امالی کہا جاتا ہے' چاہے امالی شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ ہو' چاہے امالی شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ ہو' چاہے امالی شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ ہو اور چاہے امالی شیخ مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ ہو۔

② دوسرا طریقہ یہ ہے کہ موضوعات کے مطابق حدیث کی کتابیں لکھی گئیں جیسے اُصولِ کافی' علم کی حدیث' عقل کی حدیث' نماز کی حدیث۔

③ تیسرا طریقہ دل چسپ ہے اور وہ یہ ہے کہ نمبر کے اعتبار سے حدیث مثلاً ایک' اس میں وہ ساری حدیثیں جمع ہیں جن میں معصومؑ نے ایک کہا یا چالیس' اس میں وہ ساری حدیثیں جمع ہیں جن میں امامؑ نے چالیس کی بات کہی یا ڈیڑھ سو' اس میں وہ ساری حدیثیں جمع ہیں جن میں کوئی ڈیڑھ سو والی بت

آئی جیسے کتاب الخصال۔

مجھے یاد آتا ہے کہ اس کتاب خصال میں امامؑ نے عورت اور مرد کے درمیان ڈیڑھ سو فرق بیان فرمائے۔

خیر!

کتاب "ھدایۃ الشیعہ" کا باب سات جس کا ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

ہمارے آٹھویں امام حضرت امام علی رضاؑ ارشاد فرماتے ہیں: سات آدمی ایسے ہیں جو اللہ سے کچھ کہتے ہیں، دراصل وہ اللہ کا مذاق اُڑا رہے ہیں (معاذ اللہ)۔

اچھا!

اس کے اندر کوئی شرابی آ گیا تو سمجھ میں آتا ہے، اس لیے کہ شرابیوں کا کام ہی اللہ کا مذاق اُڑانا ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہماری قوم میں بعض اوقات بڑے اہم مسئلے کو لوگ شرابیوں کے جملوں سے حل کرتے ہیں کہ فلاں شرابی نے یہ کہا۔ دیکھئے کتنی معرفت والی بات کہی ہے۔

یہ ہم کو نہیں پتا۔

امامؑ فرماتے ہیں: اللہ نے شراب میں کسی بیماری کی شفا نہیں رکھی۔

خیر!

امامؑ فرما رہے ہیں کہ یہ سات آدمی ایسے نہیں ہیں اور پھر امامؑ نے اس کی مثال دی کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے: اے اللہ! میں توبہ کر رہا ہوں۔

امامؑ فرماتے ہیں: یہ توبہ نہیں کر رہا بلکہ اللہ کا مذاق اُڑا رہا ہے۔

ایک آدمی کہتا ہے: میں موت سے ڈرتا ہوں۔

یہ آدمی اللہ کا مذاق اُڑا رہا ہے۔

ایک آدمی کہہ رہا ہے: میں امامؑ کا انتظار کر رہا ہوں۔

یہ آدمی اللہ کا مذاق اُڑا رہا ہے۔

پھر امامؑ نے وجہ بھی بتائی اور وہ اس طرح کہ امامؑ نے فرمایا: یہ آدمی توبہ تو کر رہا ہے، لیکن اپنے ایک گناہ کو چھوڑنے کو تیار نہیں اس لیے یہ اللہ کا مذاق اُڑا رہا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: جو کہتا ہے کہ میں امامؑ کا انتظار کر رہا ہوں اور تبدیلی نہ اس کی ذات میں ہے، نہ اس کے گھر میں ہے، تو یہ بھی مذاق اُڑا رہا ہے۔

خیر!

ہم اور آپ امامؑ کا انتظار بھی کرتے ہیں اور ہر وقت امامؑ کے ظہور کے لیے دعا بھی کرتے ہیں اور دعا بھی یہ کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے امامؑ کا جلدی ظہور فرما۔

امامؑ فرماتے ہیں: جلدی کرنے والے ہلاک ہوں گے اور صبر کرنے والے نجات پائیں گے۔

یہ کیا چیز ہے؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ!

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کتنے سال سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، دو سو سال یا تین سو سال سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے اور معلومات لے کر انتظار کر رہے تھے۔ ہم تو معلومات لینے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ اچھی طرح سے

اُن کے پاس معلومات تھیں کہ آخری رسولؐ کسے کہتے ہیں؟

جب پیغمبر اسلام ﷺ مدینے میں آ گئے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پہلے سے مدینے میں موجود تھے اور آپؓ کسی کے غلام تھے اور آج باغ سلمانؓ مدینے میں موجود ہے مگر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فوراً ایمان نہ لائے۔

دیکھئے!

ہم اپنی جگہ سوچ رہے ہیں اور سوچ بھی صحیح رہے ہیں کہ اِدھر امامؑ آئیں گے اُدھر ہم ایمان لے آئیں گے، مگر یہ جو ایک خطرہ ہے، رسولؐ کے لیے یہ خطرہ نہیں تھا۔ روایات میں کہیں نہیں ہے کہ اس سچے رسولؐ سے پہلے کچھ جھوٹے رسول آئیں گے، یہ نہیں ہے، پھر بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے تین مہینے پیغمبر اسلام ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں گزار دیے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ جیسے صحابیِ رسولؐ نے تین مہینے گزار دیے جن سے بڑا صحابی کوئی گزرا ہی نہیں ہے۔ ایمان کے دس درجے ہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے دس کے دس درجے حاصل کیے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے عظیم صحابی کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا:

"یہ میری اُمت کا لقمان ہے۔"

ایک بار امامؑ نے فرمایا:

"آسمان نے آج تک ابوذرؓ سے زیادہ سچے انسان کے سر پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے آج تک ابوذرؓ سے زیادہ سچے انسان کا بوجھ نہیں اُٹھایا۔"

وہ بھی ایمان کے نویں درجے پر ہیں، دسویں پر نہیں ہیں۔ ایسا پکا مومن کہ

اِدھر پیغمبرؐ آئے اور اُدھر اُنھوں نے پیغمبرؐ کے چہرے کی زیارت کی' دل نے گواہی بھی دے دی' لیکن تین مہینے حضرت سلمانؓ نے انتظار کیا اور پھر خالی انتظار نہیں بلکہ مختلف طریقوں سے پیغمبر اسلامؐ کی معرفت حاصل کی۔ وہ نشانیاں جو پیغمبرؐ کی ذات میں ہیں ان کو دیکھا۔ حضرت سلمانؓ جیسے صحابی کی یہ حالت ہے جو "مِنَّا اَھلَ اَلبَیتِ" یعنی "سلمانؓ ہم اہل بیتؑ میں سے ہے"

یہ رُتبہ کسی اور اور صحابی کو نہیں ملا۔

اب!

هَلَكَ الْمُسْتَعجِلُونَ

بار بار جو ہمیں اس خطرے سے ڈرایا گیا وہ اس لیے کہ آخری زمانے میں بڑی کثرت کے ساتھ یہ گم راہی کی چیزیں پھیلیں گی' جھوٹے امام بھی آئیں گے' جھوٹے دعوے دار بھی آئیں گے۔ اس حوالے سے آپ کو ہر سال یہ دیکھنا ہے کہ پچھلے سال جو آپ نے امامؑ کے بارے میں معلومات حاصل کیں' ان میں اس سال کچھ اضافہ کیا ہے یا وہیں پر رُکے ہوئے ہو؟

دو چیزیں اسلام نے امامؑ کے حوالے سے بار بار بتائیں:

① یہ کہ ہمیشہ بار بار اپنی معرفت بڑھاتے رہنا' زیادہ سے زیادہ احادیث اور زیادہ سے زیادہ نشانیاں ڈھونڈنے کی کوشش کرنا۔

② اپنے رشتے کو امامؑ سے کم زور نہ ہونے دینا۔

دعائے عہد' زیارت آلِ یٰسین' دعائے ندبہ' دعائے حجتؑ' الٰہی عظیم البلاء۔ یہ ساری وہ دعائیں ہیں کہ جو امامؑ سے ہمارے رشتے کو مضبوط کرتی ہیں مگر

یاد رکھیے کہ جیسے دو مومنوں کے درمیان خالی زبانی کلامی تعلقات سے محبت مضبوط نہیں ہوتی بلکہ اس محبت کو بڑھانے کے لیے ایک دوسرے کو تحفے دینا بھی ضروری ہیں' ہدیے دینا' اسی طرح کہا گیا ہے کہ تمھیں ائمہ کرامؑ کی خدمت میں ہدیے اور تحفے پیش کرنا ہیں۔ یہ صحیح بات ہے کہ ائمہؑ کو ہمارے تحفوں کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ صرف اس لیے کہ ہمارا رشتہ اپنے امامؑ سے جڑا رہے' چنانچہ امامؑ کے حوالے سے ایک بات۔

اب میں باکسنگ ڈے (Boxing Day) سے امامؑ پر آ گیا۔ پہلے آپ کے والدین' رشتہ داروں اور دوستوں تک گیا اور اب امامؑ تک آ گیا۔

اب امامؑ بھی اپنے چاہنے والوں سے تحفہ مانگتے ہیں۔ امامؑ جو تحفے مانگتے ہیں کبھی اس میں قرآن کی تلاوت مانگی' کبھی نمازیں مانگی' کبھی امامؑ نے تحفے کے حوالے سے خانہ کعبہ کا طواف مانگا اور کبھی ایسا تحفہ مانگا جس پر امامؑ نے کہا: ہم تمھارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اب میں اس امامؑ کی حدیث پڑھ رہا ہوں' جن کی احادیث بہت کم پڑھی جاتی ہیں۔

ایک مرتبہ ایک راوی نے ہمارے گیارھویں امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! میں اس سال کربلا کی زیارت کو گیا تھا اور میں نے یہ زیارت خاص آپؑ کی طرف سے کی ہے۔ اس زیارت کو میں نے آپ کے لیے ہدیہ بنا دیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: تُو نے مجھے بہترین تحفہ دیا ہے اور میں تیرا شکریہ ادا کر رہا ہوں' میں تیرا شکرگزار ہوں کہ تُو نے اتنا بہترین اور قیمتی تحفہ مجھے دیا۔

ائمہؑ بھی ہم سے نا صرف یہ کہ تحفے مانگتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو اسی طرح کے جملے کہتے ہیں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کسی نے امامؑ سے پوچھ لیا۔

کسی نے عرض کیا: مولاؑ! آپؑ تو خود امام معصومؑ ہیں۔ آپؑ کی زیارت ثواب ہے، جہاں پر آپؑ بیٹھتے ہیں وہ جگہ خود زیارت گاہ بن جاتی ہے۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے اس دنیا میں کچھ ایسی جگہیں رکھی ہیں جن کے بارے میں اللہ پسند کرتا ہے کہ وہاں سے اس کی بارگاہ میں دعا کی آواز آئے تو ان جگہوں میں میرے جدؑ کا روضہ (جو کربلا میں ہے) وہ ان میں شامل ہے۔

دوسری حدیث

راوی نے ایک مرتبہ ہمارے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: مولاؑ! میرے باپ نے آپؑ کے داداؑ سے ایک بار یہ پوچھا تھا کہ مولاؑ! میں پورا سال قرآن پڑھتا ہوں اور قرآن ختم کر کے اس کا ہدیہ آپؑ کے لیے کرتا ہوں، لیکن میں رمضان میں جو قرآن پڑھ رہا ہوں اس کے بارے میں پریشان ہوں۔ کیا یہ ہدیہ آپؑ کی بارگاہ میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ تو آپؑ کے داداؑ نے اجازت دی تھی۔

مولاؑ! یہ بات آپؑ کے داداؑ سے پوچھی گئی تھی۔ میں بہت چھوٹا تھا، میں نے بھی وہ طریقہ اختیار کیا کہ اب میں رمضان میں جتنے قرآن ختم کرتا ہوں ان میں ایک قرآن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، ایک قرآن مولا علی علیہ السلام کو، ایک قرآن حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کو، اسی طرح ہر امامؑ کو ایک ایک قرآن ہدیہ کرتا ہوں، یہاں تک کہ ایک قرآن آپؑ کو بھی ہدیہ کرتا ہوں۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا: یہ تو بہترین تحفہ دے رہا ہے اور میں تمھیں یہ بتاؤں کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب قیامت کے دن ہم لائے جائیں گے تو تم جیسے لوگ جنھوں نے قرآن ہمیں ہدیہ کیا ہے وہ ہمارے ساتھ میدانِ قیامت میں لائے جائیں گے اور آخر وقت تک ہمارے ساتھ رہیں گے۔

تیسری حدیث

ہمارے نویں امام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ایک آدمی نے آ کر عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! جب مجھے موقع ملتا ہے تو اکثر میں حج کے لیے جاتا ہوں۔ مولاؑ! اس سال جب میں حج پر گیا تو میرا دل چاہا کہ میں آپؑ کو کوئی ہدیہ دوں۔ مکہ میں خانہ کعبہ کے طواف سے بہتر کوئی ہدیہ نہیں ہے۔ میں نے خانہ کعبہ کا طواف شروع کرنا چاہا' لیکن میرے دوستوں نے مجھے روک دیا' کہا: کیا حماقات کر رہے ہو' یہ نماز' یہ قرآن' یہ طواف' یہ گناہ گاروں کے لیے ہوتا ہے' انبیاءؑ' ائمہؑ' اولیاءؑ' اوصیاءؑ جو معصومؑ ہیں ان کو ان چیزوں کی کیا ضرورت ہے؟

مولاؑ! میں نے اپنا طواف توڑ کر پھر دوسروں کے لیے طواف کیا۔

نویں امامؑ نے پہلے جواب دیا: ان لوگوں نے یہ بالکل غلط کہا ہے اور تمھیں نبی کے لیے بھی اجازت ہے' امامؑ کے لیے بھی' وصی کے لیے بھی اور ولی معصومؑ کے لیے بھی طواف کرنے کی۔

خیر!

اب وہ چلا گیا' اس نے حج انجام دیا' اس کے بعد جب حج کر کے آیا تو کہا: مولاؑ! آپؑ نے جو ارشاد فرمایا تھا اس کی روشنی میں' میں نے ایک طواف

رسولؐ خدا کے لیے کیا ہے' ایک طواف مولا علیؑ کے لیے کیا ہے' اس طرح ایک ایک امامؑ کے لیے ایک ایک طواف کیا ہے' یہاں تک کہ آخری طواف میں نے آپؑ کے لیے کیا ہے۔

روایت میں ہے کہ امامؑ نے جوش کے عالم میں اس کو گلے سے لگا لیا اور ارشاد فرمایا: تو نے بہترین عمل کیا ہے۔

اس نے عرض کیا: مولاؑ! ایک بات اور بھی ہے اور اس کے بارے میں میں پریشان بھی ہوں کہ یہ میں نے غلط کیا ہے یا صحیح کیا ہے' وہ یہ کہ ایک طواف میں نے آپؑ کی دادی حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لیے بھی کیا ہے۔

اب یہ ڈر رہا ہے' گھبرا رہا ہے۔

کیوں ڈر رہا ہے؟ اور گھبرا رہا ہے؟

تمھاری سمجھ میں وجہ آ گئی ہوگی اور وہ یہ کہ شہزادی کونینؑ کے لیے کیا ہم طواف کر سکتے ہیں؟

چلیں!

ایک محرم مرد بھی۔

محرم مرد کسے کہتے ہیں؟

دنیا بھر کے سارے صحیح النسب جتنے سادات ہیں وہ سب حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کے فرزند ہیں۔

دنیا بھر کی ساری عورتیں حضرت آدم علیہ السلام کی محرم ہیں اور دنیا بھر کے سارے مرد حضرت حواؑ کے محرم ہیں۔ اس طرح سادات بھی محرم ہیں' لیکن شہزادی کونینؑ

کے لیے۔ کیا ہم طواف کر سکتے ہیں؟

اس کے اندر ایک تو عوامی غلط فہمی ہے کہ جی مرد مرد کے لیے اور عورت' عورت کے لیے عبادت کرے۔

میں نے حج میں بھی دیکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں: مولانا! اپنی والدہ کے لیے حج کروانا ہے' کیا آپ کر سکتے ہیں؟

میں نے کہا: کیوں نہیں کر سکتا' اس کی شرعاً اجازت ہے۔

اچھا!

اب میں ذرا سا حسینیہ زہرا دبئی سے چھلانگ لگا کر لکھنؤ میں جانا چاہتا ہوں۔

دیکھیے!

میرے بزرگ کاظمین میں رہتے ہیں' میری ننھیال نخاس کی تھیں۔ ہم نے ہمیشہ ایک دستور دیکھا' ہمارے یہاں ایک دس بیبیوں کی کہانی پڑھی جاتی تھی' جس میں کسی مرد کو آنے کی اجازت نہیں تھی' غیر ممیز بچے بھی اُٹھا دیے جاتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ یہ بیبیوں کی کہانی ہے' نامحرم نہ یہ کہانی سن سکتا ہے اور نہ اس مٹھائی پر نگاہ ڈال سکتا ہے۔

بھئی!

یہ مٹھائی کہاں کی ہے؟

پہلے تو عورتیں گھر میں بنا لیتی تھیں' لیکن جب دُکان سے لی تب بھی' دُکان دار کے ہاتھ کی بنی ہوئی مٹھائی جس کے مومن ہونے کے بارے میں یقین نہیں ہے۔

بہرحال!

کہا جاتا تھا کہ یہ بیبیوں کی کہانی کی مٹھائی ہے اس لیے نامحرم بلکہ مرد اسے نہیں دیکھ سکتے۔

اچھا!

سید کوئی آ جائے تو پھر؟

کہا: نہیں! سید بھی نہیں دیکھ سکتے۔

ہندوستان کے بعض علاقوں میں اس سے بھی زیادہ سختی تھی کہ کوئی حاملہ عورت بھی نہیں دیکھ سکتی ہے' اس لیے کہ پتا نہیں اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی ہے۔

اچھا!

اللہ اللہ اتنی احتیاط؟

کہا: ہاں!

یہ عظمت' یہ تقدس' یہ شہزادیؓ کے حوالے سے خیال لیکن اے خاتون! آپ جو گھر سے بے پردہ نکل رہی ہیں' آپ تو سید زادی ہیں نا؟ آپ تو شہزادیؓ کی اولاد ہیں نا؟ یہ ایک دُکان دار کے ہاتھ کی بنائی ہوئی مٹھائی خالی ایک نسبت رکھ رہی ہے تو اتنی ہو گئی کہ ایک سید بھی اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ کھانے کی تو بات ہی نہیں ہے سید دیکھ نہیں سکتا جو فاطمہؓ کی اولاد ہے اور آپ جو فاطمہؓ کی بیٹی ہیں اور جو سیدانیاں نہیں بھی ہیں اُمتی تو ہیں ان کو کوئی اپنے حجاب یا اپنے سر کے بال چھپانے کی اجازت ہے؟

ایک بات یاد رکھیے!

آپ اگر سیدہؑ کی بیٹی ہیں تو بیٹی کا رشتہ ماں سے ہر جگہ رہتا ہے ایسا نہیں ہوتا کہ امامؑ باڑے میں آتے ہی بیٹی بن جائے اور بازار میں خریداری کرنے جائے تو رشتہ ختم ہو گیا؟

اگر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے منسوب ہر شے حجاب میں رکھنے کے قائل ہے تو سب سے پہلے یہ مومنہ ہے جو اگرچہ اُمتی ہے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ویسے ہی ایمانی بیٹی ہے اور اگر سیدانی ہے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خون کے رشتے سے نسبی بیٹی ہے اور اگرچہ یہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی ہے اس کو فخر ہونا چاہیے کہ میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی ہوں' اس سے بڑھ کر میرے لیے کوئی اعزاز نہیں ہے۔

اب یہ راوی ذرا سا گھبرا رہا ہے۔

عرض کیا: میں نے شہزادیؑ کے لیے طواف تو کر لیا کیوں کہ میرا دل نہیں مان رہا تھا کہ میں باقی معصومینؑ کے لیے طواف کروں اور شہزادیؑ کے لیے نہ کروں لیکن آپ کے سامنے ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ جب امامؑ نے گلے لگا کر مبارک دی اور فرمایا: تُو نے آج تک جتنے عمل کیے ہیں ان میں سب سے بہترین عمل یہ ہے اس لیے کہ فرمانِ رسولؐ کافی ہے:

''اللہ اس سے راضی جس سے فاطمہؑ راضی ہے اور اللہ اس سے ناراض ہے جس سے فاطمہؑ ناراض ہیں' پس فاطمہؑ کو راضی کر لیا تو اس سے بہتر کوئی عمل نہیں ہو سکتا۔''

اب امامؑ تحفہ مانگ رہے ہیں' معصومینؑ ہدیہ مانگ رہے ہیں' کبھی یہ ہدیہ

نماز کی شکل میں مانگا' کبھی یہ ہدیہ قرآن کی شکل میں مانگا۔

میں نے دو باتیں کی ہیں:

ہمارا ایک دوسرے کو تحائف دینا اور ہمارا معصومینؑ کو تحفے دینا۔

ہم کو وہاں سے بھی تحفہ ملتا ہے۔

میں نے آج جس آیت کی تلاوت کی کل اس کی تشریح ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴)

"ہم نے تم پر احسان کیا ہے کہ اتنا بڑا تحفہ تمہیں دیا کہ اپنے حبیبؐ کو تمہارے درمیان نازل کیا۔"

ذاتِ رسالتؐ کائنات کا سب سے بڑا تحفہ ہے' جو اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے۔ یہ قرآن کی آیت کا مطلب ہے۔ اس تحفے کے حوالے سے ایک اہم پیغام دینا ہے' جو آج دینا ہے۔

ہاں!

معصومینؑ کے جو تحفے بتا رہا تھا اس میں ایک چیز بتانا بھول گیا ہوں۔

ہاں!

ایک لمحہ کے لیے ذہن سے بات نکل گئی' کیوں کہ اللہ کا تحفہ تمہارے سامنے پیش کرنا تھا۔

## ذکرِ مصائب: شام میں چادروں کا سوال کرنا

جو تحفے ہم معصومینؑ کی بارگاہ میں بھیجتے ہیں' ان میں سب سے قیمتی تحفہ نماز ہے؟ یہ روزہ ہے؟ یہ قرآن ہے؟ یہ طواف ہے؟

ایک تحفہ ایسا ہے جو نہایت قیمتی ہے۔

دیکھئے!

تحفے کی دو قسمیں ہیں:

آپ کسی کو ایک عام سا تحفہ دے رہے ہیں۔ آپ جو دیں گے وہ لے گا' لیکن ایک تحفہ ایسا ہے جس کی اس کو ضرورت ہے یا اس کو بہت پسند ہے وہ تحفہ کہ ابھی آپ کے ہاتھ میں ہوگا کہ وہ جلدی سے آئے گا اور تحفہ لے گا۔

جب ہماری آنکھ سے کربلا والوں کے غم میں آنسو نکلتے ہیں تو حضرت سیدہؑ آگے بڑھ کر اسے اپنے رومال میں جمع کر لیتی ہیں' اس سے پہلے کہ ہم وہاں تک تحفہ پہنچائیں۔ اس سے پہلے رسولؐ کی بیٹی آگے بڑھتی ہے' جلدی سے اس آنسو کو اپنے رومال میں جذب کر لیتی ہیں' تا کہ یہ آنسو گرنے نہ پائے۔ اس سے زیادہ قیمتی تحفہ کیا ہو سکتا ہے؟

یہ ہماری آنکھ سے غمِ حسینؑ یا اولادِ فاطمہؑ کی عزا میں ٹپکے ہوئے آنسو ہیں' جو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اتنا قیمتی تحفہ لگتا ہے نا صرف یہ کہ بی بیؑ اپنے رومال میں جمع کرتی ہیں' بلکہ قیامت تک حفاظت سے رکھتی ہیں' روزِ قیامت یہی تحفہ مومنین کے کام آئے گا۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا جب دنیا سے جا رہی تھیں تو شہزادیؑ نے ایک وصیت کی تھی۔

مولاؑ کو بلا کر کہا تھا: یا اباالحسینؑ ! یہ جو الماری ہے' اس میں کچھ شیشیاں ہیں' ان میں میرے وہ آنسو ہیں جو خوفِ خدا کے عالم میں نمازِ شب کے دوران میری آنکھ سے جاری ہوئے ہیں' آپؑ انھیں میرے ساتھ میرے کفن میں رکھ دیجیے گا۔

اپنی نجات کے لیے خاکِ شفا قبر میں رکھتے ہیں' ہم اپنی نجات کے لیے حدیثِ سلسلۃ الذہب قبر میں رکھتے ہیں اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا وصیت کر رہی ہیں کہ میری قبر کے اندر وہ آنسو رکھے جائیں جو خوفِ خدا سے میری آنکھوں سے جاری ہوئے۔

یہ وہ سارے تحفے ہیں' جن کو میں نے آج کے دن بیان کرنا ہے' لیکن اب یہ جملہ رہ گیا کہ اللہ نے کائنات کا سب سے بڑا تحفہ ہمیں دیا۔

آپ نے ساتویں امامؑ کا تحفہ سنا' آپ نے نویں امامؑ کا تحفہ سنا۔ ہم نے گیارھویں امامؑ کا تحفہ سنا اور ہم نے شہزادیِ کونینؑ کا تحفہ سنا۔

کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی کو تحفہ دینا چاہتے ہیں' آپ اس سے جا کر پوچھ لیتے ہیں کہ بھئی میں فیصلہ نہیں کر پا رہا' اس لیے آپ بتایئے کہ آپ کو کیا چاہیے؟ ایسا تحفہ دوں جو آپ کو پسند آ جائے۔ جو چیز آپ کے کام کی ہے وہ چیز ہمیں بتایئے۔ ابھی تک جو منزلیں آئیں وہاں پر یہ نہیں تھا' وہاں پر اپنی طرف سے تحفہ دیا' لیکن ایک منزل ایسی آئی کہ مومن نے جا کر خود پوچھ لیا کہ میں خود آپ کی خدمت میں تحفہ دینا چاہتا ہوں' میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا تحفہ دوں۔ آپ خود بتایئے۔

یہ کس نے پوچھا؟

یہ راہِ شام میں بعض مومنین نے پوچھا: مولا سجادؑ ! آپؑ ہمارے شہر سے گزر

رہے ہیں' بڑی تمنا تھی ہماری کہ کبھی ہمارا آقا ہمارا مہمان بنے گا تو ہم اس طرح سے خدمت کریں گے' ہم اس طرح سے زمین پر بچھ بچھ جائیں گے۔

مولاؑ! ہم نے سوچا بھی نہ تھا کہ ہمارے شہر میں آپؑ اس حالت میں آئیں گے۔

مولاؑ! میرا دل چاہتا ہے کہ یہ منظر دیکھنے سے پہلے میں مر جاؤں۔

مولاؑ! اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپؑ کی کیا خدمت کروں؟ اگر آپؑ کی کوئی خواہش ہے تو بتایئے۔ میں اپنی جان کی بازی لگا کر آپؑ کی خواہش کو پورا کروں گا۔

ایک طرح سے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ مولاؑ! آپؑ میرے شہر میں آئے ہیں' میں آپؑ کو کیا تحفہ پیش کروں؟

عزادارو!

حضرت سجاد علیہ السلام نے ایک ایسا جملہ کہا جس کا تعلق شامِ غریباں کی مجلس سے ہے' لیکن آج نہیں بتاؤں گا' وہ جملہ کل بتاؤں گا۔

امامِ سجاد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے سوال کرنے والے! بے شک میں امامِ وقتؑ ہوں' لیکن کربلا سے لے کر شام تک میں نے پھوپھی زینبؑ کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

امامؑ نے پلٹ کر دیکھا تو آپؑ کی حضرت زینب سلام اللہ علیہا پر نظر پڑی۔

فرمایا: پھوپھی اماںؑ! ہمارا ایک ماننے والا ہماری کچھ خدمت کرنا چاہتا ہے۔

حضرت زینبؑ نے ایک لمحے کے لیے بھی توقف نہ کیا' فرمایا: سجادؑ بیٹا! اگر ہمارا چاہنے والا آیا ہے تو اسے کہو کہ ہمیں کہیں سے کچھ چادریں لا کر دے۔

عزادارو!

اس جملے سے پہلے ایک بات پر غور کیجیے گا!

کربلا کے شہید تین دن کے بھوکے اور پیاسے تھے' لیکن کربلا کے قیدی خدا معلوم کب تک پیاسے رہے؟ یہ کربلا سے کوفے بھی پیاسے آئے ہیں۔ تبھی حضرت اُمِ حبیبہؓ کے گھر کے سامنے حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا نے پانی مانگا۔ یہ کوفہ سے شام بھی پیاسے آئے ہیں' تبھی تو راہِ شام میں شمر سے سکینہؑ نے پانی مانگا۔ یہ زندان میں بھی پیاسے رہے ہیں' تبھی زینبؑ نے بیٹھ کر نمازِ شب پڑھی' لیکن اس کے باوجود حضرت زینبؑ نے پانی نہ مانگا' بلکہ جب بھی سوال کیا تو ایک چادر کا سوال کیا۔

اب یہ قافلہ شام میں داخل ہوا حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو کہیں سے بھی چادر نہیں ملی' ہاں اگر کوئی لے کر چادر آتا تھا اور کہتا تھا: مولاؑ ! یہ چادر پھوپھیؑ کے حوالے کر دے اور حضرت زینبؑ ایک ایک چادر لے کر جلدی سے بیبیوںؑ کی طرف اُچھالتی ہے اور کہتی ہے: اے بیبیوؑ ! چادر آ گئی ہے اپنے سروں کو چھپالو۔

فوجِ یزید یہ منظر دیکھ کر خاموش نہیں رہی' بلکہ سپاہی آئے اور چادریں دوبارہ چھین لیں۔

عزادارو!

چادر صرف شامِ غریباں میں نہیں چھینی گئی بلکہ چادر راہِ کوفہ میں بھی چھینی گئی' چادر راہِ شام میں چھینی گئی۔

یہ چادریں جب چھینی گئیں تو ہاتھ سے نہیں چھینی گئیں' بلکہ یزید کے سپاہی اپنے ساتھ نیزے لے آئے اور نیزے چبھوئے اور بیبیوںؑ کے سروں سے چادریں

چھنی گئیں۔ ایک جگہ یہ واقعہ پیش نہیں آیا' بلکہ کئی جگہ پیش آیا۔

کربلا کے واقعہ کے بعد کسی نے چوتھے امامؑ سے سوال کیا تھا: مولا سجادؑ! یہ تو بڑی جسارت لیکن میرا جملہ نہیں ہے' غیروں کا ہے' جب حضرت زینب کبریٰؑ شام میں داخل ہو رہی تھیں تو حضرت زینبؑ کا سارا سر زخمی تھا' سارا سر خون سے رنگین تھا۔

مولاؑ! یہ وہی خون ہوگا جو نیزے چبھونے سے نکلا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: میری پھوپھیؑ کا سارا سر زخمی تھا' مگر خالی یہ وجہ نہیں تھی بلکہ ایک اور وجہ بھی تھی۔

عزادارو!

حضرت زینبؑ شام میں سرخ بالوں کے ساتھ داخل ہو رہی تھیں' زینبؑ شام میں لہو بھرے بالوں کے ساتھ داخل ہو رہی تھیں۔

عزادارو!

آپ تو سن رہے ہیں لیکن میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ آقا عباس علیہ السلام جب یہ جملہ سن رہے ہوں گے تو ان پر کیا گزر رہی ہوگی؟ مگر حضرت سجاد علیہ السلام بتا رہے ہیں کہ نوکِ نیزہ چبھونے سے خون نکلا' لیکن کم نکلا۔

زیادہ خون پتا ہے کیوں نکلا؟

فرمایا: سوال کرنے والے نے ایک بات اور پوچھ لیتا کہ جب کربلا سے ہمارا قافلہ چلا تو بچے کتنے تھے اور جب شام میں یہ قافلہ پہنچا تو بچے کتنے رہ گئے تھے؟

راوی نے گھبرا کر عرض کیا: مولاؑ! میں سمجھا نہیں۔

فرمایا: قافلہ چل رہا ہے، نہ محملیں ہیں، نہ عماریاں ہیں، بیبیاں بغیر محملوں کے اُونٹوں پر سوار ہیں اور ان کی گودوں میں چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ جب یہ اُونٹ دوڑائے جاتے ہیں تو بچے گود سے راستے میں گر جاتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں: جب میری پھوپھیؑ نے دیکھا کہ یہ ظالم قافلے کو نہیں روکتا تو میری پھوپھیؑ (حضرت زینبؑ) نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب کوئی بچہ زمین پر گرتا تو میری پھوپھیؑ (زینبؑ) بھی اپنے آپ کو چلتے ہوئے اُونٹ سے گرا دیتی اور میری پھوپھی (حضرت زینبؑ) کی وجہ سے قافلہ روکا جاتا۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! مسئلہ تو حل نہ ہوا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا سر کیسے خون سے بھر گیا؟

عزادارو!

میں نے ایک جگہ کتاب میں پڑھا ہے کہ امامِ زمانہؑ سلام کر رہے ہیں کہ میرا سلام ہو اپنی دادی زینبؑ پر کہ جن کے دونوں ہاتھ پس گردن بندھے تھے، ہاتھوں کے ساتھ زینبؑ زمین پر گر رہی تھیں، ہاتھوں سے نہیں، سر ٹکرایا، علیؑ کی بیٹی کا سر زخمی ہو رہا تھا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

# مجلسِ دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

”خدا نے یقیناً ایمان داروں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھیں کے (خاندان) میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کی طبیعت کو پاکیزہ کرتا ہے اور انھیں کتاب (خدا) اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے اور اگرچہ یہ لوگ (بعثِ رسول) سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں گھرے ہوئے تھے“ (سورۂ آل عمران آیت ۱۶۴)۔

۱۴۳۳ ہجری کے ایامِ عزا کے اس چوتھے عشرے میں ہمارا عنوان تو تزکیۂ نفس ہے اور یہ بہت ہی مشہور عنوان ہے۔ بہت زیادہ اس پر گفتگو ہوتی ہے لیکن جیسا کہ ہمیشہ سے ہمارا طریقہ کار رہا ہے کہ ہم مکمل اپنے عنوان پر نہیں رہیں گے اور بہت ساری ایسی اہم باتیں جو پورے عشرے کی مجالس کا موضوع نہیں بن سکتیں۔ ایک آدھ مجلس میں اُن کا تذکرہ ضروری ہے۔ لیکن وہ بھی عنوان کے دائرے میں

آئیں گی۔

میں نے جس آیت کی تلاوت کی ہے۔ قرآن مجید میں اس سے ملتی جلتی تین آیات اور بھی ہیں۔ ان میں سے دو سورۂ بقرہ کی آیتیں ہیں اور ایک سورۂ جمعہ کی آیت ہے۔ سورۂ جمعہ والی آیت سے تو ہر مومن کے کان بہت زیادہ مانوس ہیں، اس لیے کہ نمازِ جمعہ میں یا نمازِ ظہر میں سورۂ جمعہ کا باآوازِ بلند پڑھنا مستحب ہے۔ جو بھی اس سورہ کو پڑھتا ہے وہ اس آیت سے بھی واقف ہے، لیکن باقی سوروں میں جو آیات آئی ہیں کہ کون سی آیات میں تذکرہ ہے جس میں پیغمبرﷺ کے فریضے بتائے جا رہے ہیں۔ میں باقی آیتوں کا جو ذکر کر رہا ہوں وہ اپنی جگہ پر ہیں، لیکن اس آیت میں اللہ نے لفظ "مَنَّ" استعمال کیا ہے، جو ہماری کل کی مجلس کا عنوان باکسنگ ڈے (Boxing Day) کی وجہ سے بھی۔ ویسے بھی اس عنوان پر گفتگو کرنا تھی کہ اللہ نے اپنے حبیبؐ کو اگر ہمارے درمیان بھیجا تو یہ کہہ رہا ہے کہ ہم نے تم پر ایک احسان کیا ہے کہ اتنی بڑی نعمت تمھارے درمیان نازل کی ہے کہ عرشِ الٰہی پر رہنے والے رسولؐ کو تمھارے درمیان میں بھیجا گیا۔

میں یہاں پر پھر بتا دوں کہ قرآن نے پیغمبرﷺ کے لیے یہ تو اعلان کیا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (سورۂ انبیاء آیت ۱۰۷)

"اے حبیبؐ! اور ہم نے تجھے تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

رسولِ خداﷺ تمام کائنات کے لیے رحمت ہیں، مگر جب احسان کی بات آئی تو یہاں صاحبانِ ایمان کا تذکرہ ہوا، وہاں یہ نہیں کہا کہ اللہ نے ساری کائنات پر

یا ساری دنیا والوں پر یہ احسان کیا بلکہ ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (سورۂ آل عمران آیت ۱۶۴)

"اے ایمان والو! یہ اللہ کا خصوصی تحفہ تمہیں مل رہا ہے اور یہ اللہ کا تم پر ایک خاص احسان ہے۔"

اللہ نے پیغمبر ﷺ کے جو مقاصد رسالت بیان کیے اس کے حوالے سے آج کی تقریر ذرا سی اپنے موضوع سے ہٹ جائے گی۔

اللہ عادل ہے اور اللہ کی عدالت کا یہ تقاضا ہونا چاہیے اور ہے بھی کہ جب نفس کی پاکیزگی کی بات کی جارہی ہے تو اللہ خود اس بات کا خیال کرے کہ دو سو سال پہلے اگر کوئی مومن یا مومنہ اپنے نفس کو پاکیزہ رکھ رہی تھی اور کوئی آج اپنے نفس کو پاکیزہ رکھتا ہے تو ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

دو سو سال پہلے نفس کو پاکیزہ رکھنا بہت آسان تھا' لیکن آج کے حالات اور ماحول میں سے ۲۰۰۰ء شروع ہو گیا ہے یہ جو اکیسویں صدی آئی ہے' اس میں ہر آنے والے دن کوئی نہ کوئی ایسے فتنے اور فساد کی چیز لے کر آتا ہے کہ آدمی اگر اپنے آپ کو پاک اور پاکیزہ رکھنا بھی چاہے تو نہیں رکھ سکتا۔

کس تیزی کے ساتھ ایجادات ہو رہی ہیں' بلکہ جو پرانی چیزیں بھی ہیں ان میں بھی کس تیزی کے ساتھ نئے نئے فیچر آتے چلے جا رہے ہیں اور تمام فیچر کا تقاضا ہے کہ اور گناہ کرو اور گناہ کرو۔ تمہارے لیے بہت قریب بھی کر دیا جائے اور بہت آسان بھی کر دیا جائے' چاہے وہ internet ہو' چاہے وہ facebook ہو' چاہے

وہ twitter ہو چاہے یہ mobile ہو۔

اگرچہ سائنس کا بڑا احسان یہ مانا جاتا ہے کہ اس نے دو چیزیں آدمی کے لیے بہت آسان کر دیں: پہلی چیز تو یہ کہ جانوروں کے لیے کہ جو زحمت جانوروں کو ہوتی تھی وہ ان سے ہٹا کر مشینوں پر ڈال دی گئی ہے۔ پہلے ہم گدھے پر بیٹھ کر بڑے فخر کے ساتھ سفر کرتے تھے' لیکن اب تو BMW جیسی گاڑی پر بیٹھ کر سفر کرتے ہیں۔ سائنس نے ہمیں گدھے سے اُٹھا کر BMW پر بٹھا دیا۔

دوسری بات یہ کہ ہر چیز کو بہت تیز کر دیا۔ جو حدیث میں اکثر پڑھتا رہتا ہوں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> "جو کام تم ایک سال میں کرتے ہو آخری زمانے کے لوگ وہ کام ایک مہینے میں کریں گے اور جو کام تم ایک مہینے میں کرتے ہو وہ کام آخری زمانے کے لوگ ایک دن میں کرلیں گے اور جس کام میں پہلے ایک دن لگتا تھا' وہ کام آخری زمانے کے لوگ ایک منٹ میں کرلیں گے۔"

یہ دو احسان بتائے جاتے ہیں:

① جان دار چیزوں سے بوجھ اُتار کر بے جان چیزوں پر ڈال دیا۔

② ہر چیز کو تیز کر دیا گیا۔

اصل میں سائنس کا شیطان پر احسان ہے کہ اس نے شیطان کے کام کو بہت آسان کر دیا ہے۔ گناہ کو اتنا انسان کے گھر کے دروازے تک پہنچا دیا' بلکہ گھر کے اندر داخل کر دیا۔

خیر!

پانچ سو سال قبل اگر کوئی شراب پینا چاہتا تھا تو اتنا آسان نہیں تھا' اس لیے کہ نہ ہر جگہ شراب میسر تھی' نہ ہر آدمی شراب بنا سکتا تھا۔ اسی طرح پہلے زمانے میں اگر کوئی گانا سننا چاہتا تھا تو اتنا آسان نہیں تھا اس لیے کہ چند مخصوص لوگ تھے اور چند مخصوص علاقے تھے اور وہاں تک جانا بھی اتنا آسان نہیں تھا۔

بہر حال!

خلاصہ یہ کہ کیا اللہ کی عدالت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ اللہ خود یہ دیکھے کہ یہ مومن یا مومنہ جو خالی حجاب کر رہی ہے تو یہ کتنا بڑا جہاد کر رہی ہے۔

پہلے زمانے میں عورتیں اگر دو دو نقاب ڈال کر گھر سے نکلتی تھیں اور وہ بھی اس طرح نہیں نکلتی تھیں' بلکہ گھر کے دروازے سے سواری تک ایک قنات لگائی جاتی تھی اس کے بعد یہ خاتون نکلتی تھی۔ وہاں آسان تھا' لیکن یہاں خالی ایک چادر کو اپنے سر پر رکھنا اور زیادہ مشکل ہے۔ یقیناً اس چیز کا اللہ کے ہاں خیال بھی ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس احادیث آئی ہیں بطور مثال دو حدیثیں پیش کرتا ہوں:

① ایک بار اللہ کے رسولؐ مسجد نبویؐ میں دیکھ رہے ہیں اور دیکھ کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! مجھے جلد از جلد اپنے دوستوں سے ملا دے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ کے دوست کون ہیں؟ کیا ہم آپؐ کے دوست نہیں ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: تم میرے ساتھی ہو' میرے دوست تو آخری زمانے کے وہ مومن ہیں جنھوں نے نہ مجھے دیکھا ہوگا' نہ میرے اہل بیتؑ کو دیکھا ہوگا'

لیکن اس طرح سے وہ ہم پر ایمان لائیں گے اور ہماری غیر موجودگی میں ہمارے احکامات پر عمل کریں گے۔

یاد رکھو! تم میں ہر ایک کو جس عبادت کا ثواب مل رہا ہے بالکل یہی عبادت اگر آخری زمانے کا مومن کرے گا تو کم از کم ہر ایک کو اس کا پچاس گنا زیادہ ثواب ملے گا۔

صحابہ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! ہم زیادہ بہتر نہیں ہیں کہ آپؐ کے ساتھ بڑی بڑی جنگوں میں ہم نے حصہ لیا اور اتنی زحمتیں اُٹھائیں؟

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ جنگوں کی زحمت اور تکلیف کچھ بھی نہیں ہے، آخری زمانے کا مومن جس طرح اپنے گھر کے اندر زندگی گزار رہا ہو گا اس سے زیادہ آسان ہے تمہارا میدانِ جنگ میں جانا۔

(۲) دوسری حدیث حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کی ہے۔

حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ امیر المومنین علیہ السلام کے اہم ترین صحابیوں میں سے ایک تھے۔ ہمارے ہاں اتفاق سے حضرت کمیل رضی اللہ عنہ بہت مشہور ہیں، حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ مشہور ہیں۔ بعض وجوہات کی بنا پر، حضرت حبیبؓ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ اور حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ ان سب سے کم مشہور ہیں بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ جو حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہیں ہے، بلکہ حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے وہ حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔

دیکھیے!

اس میں کوئی قباحت نہیں ہے' کوئی قیامت نہیں آ رہی' کوئی عقیدہ نہیں بدل رہا' کوئی عمل میں کوتاہی نہیں ہو رہی' اس لیے کہ تاریخ کے واقعات اس انداز سے مکس ہو جاتے ہیں۔ بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اصل میں یہ واقعہ حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ وہی شخصیت ہیں کہ کوفہ والوں نے ایک مرتبہ ان سے شکایت کی۔ حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ ایک گلی سے گزر رہے تھے آپؓ نے دیکھا کہ گلی میں بہت سارے لوگ کھڑے ہیں۔

حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بھئی! کیا بات ہے؟

اُنھوں نے کہا: ہم تم ہی کو ڈھونڈ رہے ہیں' ابھی تھوڑی دیر پہلے حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ ایک گلی سے آ رہے تھے اور حضرت حبیبؓ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ دوسری طرف سے آ رہے تھے کہ ان دونوں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ میثم تمار رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حبیبؓ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایک ایسے مرد کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کو محبت علیؑ کے جرم میں سولی پر لٹکایا جائے گا اور اسے شہید کیا جائے گا اور وہ علیؑ کی محبت کے جرم میں مارا جائے گا۔

حضرت میثم رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا: میں بھی ایک ایسے آدمی کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کا پیٹ ذرا بڑا ہے اور وہ علی علیہ السلام کے بیٹے (حضرت امام حسین علیہ السلام) کی محبت کے جرم میں انتہائی مظلومیت کے ساتھ مارا جائے گا۔

کوفہ والے ایک دوسرے کو کہنے لگے: توبہ توبہ یہ دونوں آدمی آپس میں کیسی باتیں کر رہے ہیں کہ جیسے یہ لوگ قیامت تک کے حالات کو جانتے ہوں۔

رشید ہجری رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا میثم تمار رضی اللہ عنہ پر رحمت نازل کرے کہ وہ ایک

بات تو بتانا ہی بھول گئے جو شخص حبیب رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا سر لائے گا تو اسے حاکم بہت بڑا انعام دے گا۔

یہ کہہ کر آگے نکل گئے۔

گلی والے کہنے لگے: لو! ہم تو ان دونوں کو کہہ رہے تھے' لیکن یہ تو ان دونوں سے بڑا جھوٹا نکلا (معاذ اللہ)۔

حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ ' حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ اور حضرت حبیبؓ ابن مظاہرؒ کے ہم مقام ہیں جنھیں مولا علی علیہ السلام نے علم غیب' علم مَاکَانَ و مَایَکُونُ اور قیامت تک کے حالات بتائے تھے اور اُنھوں نے کوفہ والوں سے کہا کہ لکھ لو اس سے پہلے کہ میں مارا جاؤں۔

آج جہاں حضرت کمیلؓ ابن زیاد کا روضہ ہے' کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ کی بھی قبر ہے۔

بہر حال!

حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ اتنے عبادت گزار تھے کہ ایک مرتبہ ان کی بیٹی نے اپنے باپ کو دیکھا تو گھبرا گئی۔ اسے ڈر لگا کہ اتنی عبادت میرا بابا کر رہا ہے' کہیں نمازیں پڑھتے پڑھتے مر نہ جائے' کہیں سجدے کرتے کرتے مر نہ جائے۔

بیٹی نے گھبرا کر عرض کیا: بابا! آخر اتنی عبادت آپؓ کیوں کرتے ہیں؟

یہ جملہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی کہا گیا: یا رسولَ اللہ! آپؐ اتنی عبادت کیوں کر رہے ہیں؟

بہر حال!

حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کہا: بابا! آپؑ اتنی عبادت آخر کیوں کرتے ہیں؟

فرمایا: بیٹی! اتنی عبادت کے باوجود میں اس اجر تک نہیں پہنچ سکا' جو آخری زمانے کے صاحبانِ ایمان کو اللہ عطا کرے گا۔ اس لیے کہ وہ ایک ایسے زمانے میں ہوں گے کہ میں تو ان حالات کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اب یہ مولاؑ کا قریبی شاگرد بھی کہہ رہا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کہا: اللہ کا ایک نظام ہے کہ ہماری اور آپ کی مجبوری کا خیال کیا جاتا ہے چنانچہ ہم سے تزکیۂ نفس کی وہ منزل نہیں مانگی جائے گی جو پہلی صدی ہجری کے مومن سے مانگی گئی ہے۔

اب ایک چھوٹی سی بات اور بتا دوں!

ائمہ طاہرینؑ کے القاب آپ نے سنے ہیں۔

میرا ایک طریقہ ہے کہ میں ائمہ طاہرینؑ میں سے کسی نہ کسی امامؑ کے کچھ نہ کچھ حالات بیان کر دیا کرتا ہوں۔

اچھا! —

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ میں کہیں پڑھ کر آیا اور یہاں نہیں پڑھنی مگر خواہش کچھ لوگوں کی ہوتی ہے کہ مولانا Live سننے کا مزہ کچھ اور ہے۔ آپ ہمیں سنائیے۔ اب میں پریشان ہو جاتا ہوں کہ کیا کروں' جیسے اس وقت ایک اور پرچہ میں نے اپنی جیب سے نکالا ہے اور اس پر لکھا ہے کہ مولانا! دو سال سے آپ حضرت عباس علم دار علیہ السلام کا ایک خطبہ پڑھ رہے ہیں اور ہم نے internet پر دیکھا اور سنا

لیکن Live سننا چاہتے ہیں تو please وہ سنایئے۔

اب دیکھئے!

ہمارے موضوع میں تو فی الحال اس کی گنجائش نہیں ہے لیکن کسی اور مجلس میں شاید اس کا تھوڑا تذکرہ آ جائے۔

ہمارے نویں امامؑ کے بارے میں تین بہت اہم پیغام ایسے آتے ہیں جو آج کے دور میں سمجھنا ضروری ہیں۔

دیکھئے!

ہمارے نویں امامؑ کا سب سے مشہور لقب تقیؑ ہے اگرچہ یہ لقب ہمارے ہندوستان اور پاکستان میں زیادہ مشہور ہے لیکن باقی عرب کے ممالک میں امامؑ کا لقب جوادؑ زیادہ مشہور ہے۔ دعائے توسل کی وجہ سے ہم لوگ دونوں القاب کے عادی ہو گئے ہیں ورنہ پہلے جب بھی امام جواد علیہ السلام کہا جاتا تھا تو لوگ حیران ہو جاتے تھے کہ یہ کون سے امامؑ کا لقب ہے۔

امامؑ کے لقب جوادؑ میں بھی ایک بہت اہم پیغام ہے جو آج سے گزشتہ پانچ سال سے میں دنیا میں جہاں جا رہا ہوں وہاں یہ مسئلہ میرے ساتھ ساتھ چلتا ہے کہ مولانا! روزی کی بڑی پریشانی ہے۔

جوادؑ کا معنی ہے سخی اور یہ نویں امامؑ کا لقب ہے۔

یاد رکھیے گا! روزی یا روزگار کے حوالے سے اگر نویں امامؑ کے وسیلے سے دعا مانگی جائے تو آپ عجیب و غریب قسم کے معجزے دیکھیں گے اور اگر نویں امامؑ کے دن یہ دعا مانگی جائے تو کیا کہنے۔

بہرحال!

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے نویں امامؑ کا ایک مشہور لقب ہے تقی اور تقی کے دو معنی ہیں: پہلا معنی تو سمجھ میں آتا ہے لیکن دوسرے معنی میں ہماری عقل حیران رہ جاتی ہے:

① پہلا معنی یہ ہے کہ جسے اللہ نے بچایا۔

② دوسرا معنی یہ ہے کہ جس نے اپنے آپ کو بچایا۔

پہلا تو یہ ہے کہ اللہ نے بچایا۔ جیسا کہ ایک مشہور واقعہ ہے جس کے حوالے سے ہمارے ہاں کی مائیں ایک تعویذ اپنے بچوں کے گلے میں ڈالتی ہیں، اگرچہ بعض لوگوں نے شکایت کی: مولانا! اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، لیکن اس کے اندر ایک ٹیکنیکل غلطی (technical mistake) ہوتی ہے۔

تاریخ میں ایک واقعہ ہے کہ ہمارے نویں امامؑ کی شادی مامون نے اپنی بیٹی سے کی تھی اور یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے شاہی محل کی پلی ہوئی بیٹی وہ نویں امامؑ سے شادی کر رہا ہے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ ایک انتہائی سادہ طریقے سے زندگی گزارنے والے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟

دو بڑی اہم ضرورتیں تھیں جن میں سے دوسری والی ضرورت مومنین کا مسئلہ ہے، لیکن ابھی نہیں۔ ابھی تو جو اصل بات ہے وہ پوری ہو جائے۔

بہرحال!

نویں امامؑ کی شادی ہو گئی، اب اس کے بعد وہ بیٹی تو نہیں جانتی کہ میرے باپ نے یہ شادی کیوں کی ہے، وہ تو یہ دیکھ رہی ہے کہ میں تو شاہی محل کی پلی ہوں،

وہاں تو خالی میرا حکم ہوتا تھا تو ہر نعمت حاضر ہو جاتی تھی' بلکہ اشارے پر ہر نعمت حاضر ہو جاتی تھی۔

خیر!

اب وہ بچی اپنے شوہر کے گھر سے بالکل مطمئن نہیں ہے اور وہ روزانہ اپنے باپ کو شکایات بھجوایا کرتی تھی اور مامون تویں امامؑ پر اس لیے ہاتھ نہیں اٹھا رہا تھا کہ ابھی ان کے بابا آٹھویں امامؑ کا الزام اس پر ہے گھبرا رہا ہے کہ اگر میں نے اتنی جلدی دوسرے امامؑ کو بھی شہید کر دیا تو بغاوت ہو جائے گی' لیکن کب تک' مسلسل اگر پتھر پر بھی پانی کا قطرہ پڑتا رہے تو پتھر پر بھی سوراخ ہو جاتا ہے۔

یہ کلیہ اچھائی کے لیے بھی ہے اور بُرائی کے لیے بھی۔ اچھی باتیں آپ کسی کو سناتے رہیں' سناتے رہیں تو ایسا وہ بدل جائے گا کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے ہوں گے کہ ایسا شرابی' ایسا نمازی بن گیا۔

بہر حال!

پتھر پر بھی اگر پانی گراؤ تو پتھر پر بھی اثر ہو جاتا ہے۔ بیٹی نے شکایت پر شکایت کی کہ بابا میرا شوہر ایسا' میرا شوہر ایسا۔

ایک دن امامؑ اسی کے محل میں تھے اور یہ شراب کے نشہ میں چُور تھا۔ بیٹی نے رات کے وقت آ کر بات کی تو اس نے امامؑ کو مارنے کے لیے ہاتھ میں تلوار لی' اس لیے کہ شرابی کے دماغ کا تو کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔

اب مامون امامؑ کے کمرے میں داخل ہوا اور امامؑ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے اتنی تلواریں ماریں کہ امامؑ کا سارا جسم اسے ٹکڑے ٹکڑے نظر آیا۔

وہاں سے واپس آیا تو آ کر سو گیا۔

فجر کے بعد اس کی آنکھ کھلی' ایک بار تو سوچا کہ یہ میں نے کتنا بڑا جرم کر دیا ہے؟ کتنا بڑا نقصان کر دیا؟ یعنی سیاسی نقصان' اس نے سوچا اور گھبرایا کہ اب پتا نہیں میرے خلاف کتنا بڑا بغاوتوں کا سمندر جاری ہونے والا ہے' اب وہ پریشانی کے عالم میں کمرے سے نکل کر صحن میں ٹہل رہا ہے کہ اس نے دیکھا کہ امامؑ اپنے کمرے سے آئے اور حوض کے قریب بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔

جب اس نے امامؑ کو دیکھا تو وہ گھبرا گیا۔ یقین نہ آیا کہ یہ کیسے ہو گیا' حالانکہ میں نے تو اپنی تلوار سے امامؑ کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے چنانچہ اس نے اپنے غلام سے کہا: کسی طرح سے تو امامؑ کے بدن کو مجھے دکھا دے تو میں تمھیں آزاد کر دوں گا۔

غلام آگے گیا۔

عرض کیا: فرزند رسولؐ! مجھے ایک تبرک آپؑ سے چاہیے تو میرے گھر برکت آ جائے گی۔

فرمایا: کیا تبرک چاہتے ہو؟

عرض کیا: آپؑ کے بدن کا کُرتہ۔

امامؑ مسکرائے۔

فرمایا: مجھے پتا ہے کہ یہ کُرتہ کہیں مانگا جا رہا ہے' لیکن بہرحال ہم سے کوئی مانگے تو ہم کبھی خالی ہاتھ نہیں پلٹاتے' یہ تو کُرتہ......

امامؑ نے اپنا کُرتہ اُتارا اور مامون غور سے دیکھ رہا ہے کہ چاند سا چمکتا ہوا

جسم پہ ایک زخم بھی نظر نہیں آ رہا' اب مامون گھبرا گیا۔ قریب آیا' عرض کیا: فرزند رسولؐ! کل رات میں نے آپؑ کے جسم پر اتنی تلواریں ماری تھیں اس لیے کہ میری بیٹی نے مجھ سے بار بار آپؑ کی شکایات کی تھیں۔

ایک بات یہ بھی یاد رکھیے!

ہمارے ایک انتہائی اہم مرجع کے وکیل ہندوستان میں تقریباً چالیس سال رہے' پندرہ سال ہندوستان میں اور پچیس سال پاکستان میں۔ جب وہ جا رہے تھے تو میں نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ نے یہاں اتنا عرصہ قیام کیا تو لوگوں نے آپ سے اپنے مسائل بھی دریافت کیے ہوں گے' ان کا خلاصہ کیا ہے؟

اُنھوں نے فرمایا: خلاصہ یہ ہے کہ اگر لڑکا اور لڑکی کے والدین شادی شدہ جوڑے کے معاملات میں مداخلت نہ کریں تو ہندوستان اور پاکستان کی پچانوے فیصد طلاقیں نہیں ہوں گی۔

بھئی!

آپ حضرات جب مدینے کی زیارت کو جاتے ہیں تو آپ کو ایک مکان دکھایا جاتا ہے' اب مکان نہیں رہا وہ جگہ تو ہے نا؟ یہ وہ مکان تھا جہاں رسولِ خدا ﷺ نے شادی کے بعد مولا علیؑ اور شہزادیؑ (زہراؑ) کو چھے مہینے کے لیے بھجوایا تھا' کیوں کہ عرب میں یہ دستور تھا کہ شادی شدہ زندگی کے پہلے چھے مہینے اکیلے گزارتے تھے۔

خیر!

مامون رشید مان رہا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کے کہنے پر اتنا بڑا قدم اُٹھایا'

لیکن اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ محفوظ کیسے رہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں! بالکل تُو تلوار لے کر آیا تھا اور تُو نے میرے بدن پر اتنی تلواریں ماریں کہ انسان کا بدن ٹکڑے ہو جانا چاہیے۔

پھر امامؑ نے فرمایا: کیا تُو دیکھ رہا ہے کہ میرے بازو پر کیا چیز باندھی ہوئی ہے؟

اس نے دیکھا کہ ایک تعویذ بندھا ہوا ہے۔

فرمایا: اس تعویذ کی وجہ سے میں محفوظ رہا ہوں۔

مامون نے کہا: مولاؑ! یہ کیا چیز ہے؟

امامؑ نے فرمایا: یہ وہ تعویذ ہے کہ اگر ہرن کی اصلی کھال پر لکھ کر باندھا جائے تو ہر پریشانی دور رہتی ہے حتیٰ کہ اس کی وجہ سے کبھی آئی ہوئی موت بھی پلٹ جاتی ہے۔

خیر!

اللہ نے اس طرح سے معجزے سے بچایا‘ اس وجہ سے امامؑ کو تقی کہا گیا مگر تقی کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور اس دوسرے معنی نے مجھے حیران کر دیا اور اس دوسرے معنی نے میری مجلس کے موضوع کو مکمل کر دیا۔ میری مجلس کا جو موضوع چل رہا ہے کہ ہم اکیسویں صدی میں گزر رہے ہیں‘ کیا اللہ ہمیں گناہ کرنے کی اتنی ہی سزا دے گا جتنی سزا آج سے پانچ سو سال پہلے گناہ کرنے والوں کو دیتا تھا۔

تقی کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جس نے اپنے آپ کو بچایا یعنی جس کو ہم اور آپ معصوم کہتے ہیں۔

کس چیز سے بچایا؟

خدا کی نافرمانی ہے۔

میرا ایک سوال ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہی وجہ ہے تقی ہونے کی تو یہ لقب نویں امامؑ کو ملا یعنی گیارھویں معصومؑ کو' کیا بہت دیر سے یہ لقب نہیں ملا؟ یہ لقب تو پہلے امامؑ کو مل جانا چاہیے' یہ لقب تو پہلے معصومؑ کو مل جانا چاہیے تھا؟

دیکھئے!

ائمہ کرامؑ کے جتنے بھی القاب ہیں وہ تمام ائمہ معصومینؑ میں مشترک ہیں۔ لیکن جس امامؑ کے زمانے میں اللہ نے جیسا امتحان لیا' ان کی وہ صفت سامنے آ گئی۔

بہر حال!

باقی ائمہ کرامؑ نے جو عبادت کی' جو تقویٰ دکھایا وہ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر' مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر' مسجد کوفہ میں بیٹھ کر اور اپنے عصمت و طہارت والے گھر میں بیٹھ کر اور نویں امامؑ نے جو تقویٰ دکھایا وہ مامون رشید عباسی کے گناہوں والے محل میں بیٹھ کر' مسجد میں بیٹھ کر عبادت کرنا بھی بڑا مرحلہ ہے مگر شاہی محل کے عیش و آرام میں بیٹھ کر عبادت کرنا اللہ کے ہاں یہ اور زیادہ درجہ رکھتا ہے۔ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر بھی تقویٰ کا مظاہرہ کرنا بہت بڑی بات ہے' لیکن گناہوں کے ماحول میں بیٹھ کر تقویٰ کا مظاہرہ کرنا یہ چیز ہی دیگر ہے۔ نویں امامؑ کا امتحان اس طرح ہوا (صلوٰۃ)۔

## ذکرِ مصائب: قید سے رہائی کے وقت کا منظر

اب آخری بات!

کیا علی علیہ السلام کی عبادت میں کوئی کمی ہے؟

یہ کل سنیے گا!

کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کے سجدوں میں کوئی کمی ہے؟

یہ کل سنیے گا!

لیکن زین العابدین اور سید الساجدین یہ چوتھے امامؑ کا لقب بنا' اس اعتبار سے کہ ہر ایک نے یقیناً عبادت کی اور ہر ایک عبادت کرنے والوں کی زینت بنا' ہر ایک نے سجدے کیے' مگر ایسا سجدہ کس نے کیا کہ اٹھارہ لاشے جلتی ریت پر پڑے ہیں' شامِ غریباں کا اندھیرا چھا چکا ہے اور سجادؑ نے عشا کے بعد جو پیشانی کو زمین پر رکھا تو فجر کے وقت اُٹھایا' یہ ہے زین العابدینؑ۔

ہر معصوم زین العابدین ہے مگر سجادؑ کی عبادت ایسی ہے۔

کیسی ہے سجادؑ کی عبادت؟

تکبیریں کرنا' رکوع کرنا اور سجدہ کرنا' جب ہاتھوں میں ہتھکڑی ہو' پاؤں میں بیڑی ہو اور گلے میں طوق خاردار ہو۔

کوئی سجدہ کر کے دکھائے تو طوقِ خاردار کے ساتھ؟

کوئی اللہ اکبر کہہ کر دکھا تو دے ایسی بھاری ہتھکڑی کے ساتھ؟

کوئی رکوع کی منازل کو طے تو کرے اتنی بھاری بیڑی کے ساتھ؟

ہاں!

جو یہ مراحل طے کر لیتا ہے وہ اب عابد نہیں ہوتا بلکہ زین العابدین ہوتا ہے'

وہ ساجد نہیں ہوتا بلکہ سید الساجدین ہوتا ہے۔

یہ ہے سجادؑ کی عبادت مگر حضرت سجاد علیہ السلام کو بھی کسی کی عبادت نے حیران کر دیا۔

وہ کون ہے؟

زندانِ شام ہے' ایک بار حضرت سجاد علیہ السلام نے دیکھا کہ نمازِ شب کا وقت ہے مگر آج میری پھوپھی زینبؑ بیٹھ کر نماز ادا کر رہی ہے۔

عرض کیا: پھوپھی اماںؑ! آپؑ نے شامِ غریباں میں بھی بیٹھ کر نمازِ شب نہیں پڑھی۔

شامِ غریباں جلتے ہوئے خیمے' بھڑکتی ہوئی آگ' ننھے ننھے لاشے زینبؑ اٹھا رہی ہے اور اٹھارہ شہیدوں کے داغ۔

امامِ سجاد علیہ السلام نے فرمایا: پھوپھی اماںؑ! شامِ غریباں میں بھی آپؑ نے بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی۔

بی بیؑ نے فرمایا: بیٹا! کیا کروں' آنے والی غذا اتنی کم ہوتی ہے کہ میں اپنا حصّہ بھی ان بچوں کو دے دیتی ہوں' اس لیے آج کمزوری کی وجہ سے میں بیٹھ کر نماز پڑھ رہی ہوں۔

عزادارو!

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس قید خانے میں پورا ایک سال اسی حالت میں گزارا کہ اپنے حصّے کی خوراک بچوں کو دیتیں۔ زینبؑ بھی کمزور تھیں اور بچوں کی

بھوک اور پیاس بھی نہیں بجھی تھی، لیکن جب یزید نے پیغام بھیجا کہ میں آپؑ کو رہا کرتا ہوں تو حضرت زینبؑ کا پہلا جملہ یہ نہیں تھا کہ ہمارے بچوں کے لیے کھانا لایا جائے، پہلا جملہ یہ نہیں تھا کہ ہمارے بچوں کے لیے پانی لایا جائے، بلکہ بی بیؑ کا پہلا جملہ یہ تھا کہ ہم جب سے کربلا سے چلے ہیں اس وقت سے اب تک جی بھر کر اپنے شہیدوں کا ماتم نہیں کر سکے، ہمیں ایک مکان لے کر دیا جائے جس میں ہم کربلا والوں کا ماتم کریں گے۔

وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ

maablib.org

# مجلسِ سوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

"اے ہمارے پالنے والے! (مکہ والوں میں) انھی میں سے ایک رسول کو بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور آسمانی کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے اور (ان کے نفوس) کو پاکیزہ کر دے۔ بے شک تو ہی صاحب تدبیر ہے۔"

قرآن مجید فرائض رسالت کو کئی جگہوں پر بیان کر رہا ہے جن میں چار آیات ایسی ہیں جن میں پیغمبر اسلام ﷺ کی چار ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا۔

ایک آیت آپ سورۂ جمعہ میں پڑھتے ہیں، دوسری آیت کو میں نے پہلی دو مجالس میں تلاوت کیا۔ لفظ "مَنّ" کی وجہ سے کہ اللہ کا ایک احسان اور ایک منت ہے تمھاری گردنوں پر، لیکن اصلاً جو ان آیتوں کی تلاوت میں کر رہا ہوں، وہ اس تیسری آیت کی وجہ سے کر رہا ہوں جو سورۂ بقرہ کی آیت ہے اور یہ آیت بھی قرآن کی ان آیتوں میں سے ایک ہے جس کے حوالے سے تفسیر میں ایک بہت دل چسپ

اور اہم لیکن طولانی بحث ہوتی ہے یعنی اصلاً یہ الفاظ خدا کے نہیں ہیں بلکہ اصل میں یہ الفاظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خانہ خدا بنا کر فارغ ہوئے اور زمین اور آسمان میں موجود تھے اور یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اب یہ تفسیر کی بحث ہے کہ قرآن کریم کا کلام ہے' الفاظ اللہ کے ہیں لیکن اس میں جو بعض انسانوں کا کلام آیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا' اس میں الفاظ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تھے۔

چلیں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہیں اور انبیاءؑ کے الفاظ کو بھی ہم نے مانا لیکن قرآن میں تو شیطان کے بھی الفاظ موجود ہیں۔ کیا وہ بھی قرآن ہے اور وہ بھی اللہ کا کلام ہے؟

یہ ایک بہت لمبی بحث ہے۔ آج تو مجھے صرف اتنی سی بات سمجھانا تھی کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے جو اصل میں ہمارے عنوان "تزکیہ نفس" اس کے طریقے' اس کے تقاضے اور تزکیہ نفس کا facebook، iPaid اور iPhone سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے لیے اصل میں یہ آیت ہے لیکن جو لوگ باقاعدگی سے میری مجالس سنتے ہیں تو وہ میری ایک عادت کو جانتے ہیں۔

چنانچہ اُنھوں نے ایک درخواست کی ہے کہ مولانا! جو آپ کی عادت ہے وہ اس سال رہ جائے تو اچھا ہے۔

میری عادت یہ ہے کہ مجلسوں میں جو باتیں نامکمل رہ جاتی ہیں' ان کو میں جمع

کرتا جاتا ہوں اور آخری مجلس میں ان کو جا کر مکمل کرتا ہوں۔

کہا: نہیں مولانا! دو تین دن کی بات وہیں مکمل کر دیں اور پھر کل چونکہ ویسے بھی شبِ جمعہ ہے اور شبِ جمعہ کو جو مجمع آئے گا' وہ اس مجمع سے تو مختلف ہی ہوگا۔

یہ دو تین سوال میرے پاس آئے ہیں!

پہلی بات تو یہ کی کہ مولانا! جلدی جلدی ایک جملہ کہتے کہتے آپ آگے بڑھ گئے کہ واقعہ حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ کا ہے اور ہمارے ہاں حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہو گیا تو کیا ایسی چیز ہے جو ہمارے ہاں حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہو گئی؟

پہلے تو ایک جملہ یہ کہہ دوں کہ اپنی قوم کے کسی ایک ایسے آدمی سے جس نے حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کا نام سنا ہے' جس نے نام ہی نہیں سنا اس کی بات کو چھوڑیئے' لیکن جس نے سنا ہے اس سے پوچھئے کہ حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کون تھے؟

ایک بات سب لوگ کہیں گے: یہ وہ تھے کہ جن کی زبان کاٹ دی گئی تھی' کیوں کہ یہ فضائل اہل بیتؑ بیان کر رہے تھے۔

یہی چیز میں کہنا چاہ رہا ہوں کہ یہ حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہیں ہے۔

دیکھئے!

میں حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی کم نہیں کر رہا ہوں اور اس کو کوئی issue بھی نہیں بنا رہا ہوں۔

آج کل دنیا میں ایک رواج ہے کہ non-issues کو issues بنا دیا جاتا ہے' بلاوجہ لوگوں کو confuse کیا جاتا ہے۔ دنیاوی معاملات میں بھی اور دین

کے معاملات میں بھی۔

مثلاً شہدائے کربلا کی ترتیب کیا تھی؟

کون پہلے شہید ہوا اور کون بعد میں؟

یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ بھی شہید ہوئے' وہ بھی شہید ہوئے۔ اِن کے بھی سارے مصائب صحیح ہیں اور اُن کے بھی سارے مصائب صحیح ہیں۔

دنیا کی اور دین کی ساری باتیں ایک طرف رکھ کر لوگ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ ہم نے تو حیدرآباد دکن میں یہ سنا' لکھنؤ والے کہتے ہیں کہ ہم نے تو لکھنؤ میں یہ سنا' پنجاب والے کہتے ہیں کہ ہم نے پنجاب میں یہ سنا اور کراچی والے کہتے ہیں کہ ہم نے تو کراچی میں یہ سنا۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام پہلے شہید ہوئے یا حضرت عباس علیہ السلام پہلے شہید ہوئے؟

یہ اتنی بڑی بحث ہے لیکن ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے واقعہ کربلا کا' اس کے نتائج کا' اس کے مصائب کا اور اس کے غم کا کوئی تعلق نہیں ہے اور میں اس قسم کے بحث ومباحثے کا عادی بھی نہیں ہوں اور اس کو پسند بھی نہیں کرتا ہوں تو مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ واقعہ اِن سے ہے اور اُن کا نام سے مشہور ہو گیا تو اس سے کیا قیامت آ گئی؟

وہ بھی علیؑ والے تھے' یہ بھی علیؑ والے تھے' وہ بھی علیؑ کے خاص شاگرد تھے اور یہ بھی علیؑ کے خاص شاگرد تھے' اُن کو بھی ابن زیاد کے ہاتھوں سے مظالم برداشت کرنا پڑے اور ان کی شہادت بھی ابن زیاد کے ہاتھ سے ہوئی۔ اب ایک واقعہ اِن کا ہے یا اُن کا ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

نہج البلاغہ جب اُٹھا کر دیکھتے ہیں تو کتنے ایسے خطبات ہیں جن کے شروع میں سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے بریکٹ میں لکھا ہے کہ یہ مولاؑ کا خطبہ ہے' لیکن بعض کتابوں میں یہ رسولؐ کے نام سے بھی آیا ہے۔

رسولؐ کا کلام ہو یا علیؑ کا کلام ہو' ہمارے نزدیک دونوں کا کلام حجت ہے' دونوں معجزہ ہیں اور دونوں قابل اتباع ہیں۔

ایک بہت مشہور حدیث ہمارے ہاں پڑھی جاتی ہے کہ کئی حدیثیں ایسی ہیں کہ پانچویں امامؑ کی ہیں یا چھٹے امامؑ کی' حدیث ذرا مکس ہو گئی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: کیا فرق پڑتا ہے ہمارا ذکر کرو اور کہو کہ یہ میری حدیث ہے یا میرے باپؑ کا ذکر کرو' اس لیے کہ جو میں کہتا ہوں وہی میرے باباؑ نے کہا تھا اور جو میرے باباؑ نے کہا تھا وہی میں کہہ رہا ہوں۔

کربلا کے واقعہ میں حضرت اُمّ کلثوم سلام اللہ علیہا کے کئی مصائب حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے نام سے آ جاتے ہیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

واقعہ اپنی جگہ پر اور شخصیتوں کا مقام اپنی جگہ پر۔

یہ بات میں نے صرف اس لیے کہہ دی کہ کہیں میرا اتنا سا جملہ کوئی issue نہ بن جائے کہ ہم نے تو آج تک کچھ سنا تھا اور آج مولانا کچھ اور کہہ رہے ہیں۔

زبان حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ کی کاٹی گئی تھی اور حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کے پیٹ کے نچلے حصے میں برچھی مار کر ان کو شہید کیا گیا' یعنی حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وہ طریقہ جو اسلام کی سب سے پہلی شہیدہ خاتون کا ہے۔ پہلا خون جو اسلام کی خاطر بہا تو وہ کسی مرد کا خون نہیں تھا' بلکہ ایک عورت کا خون بہا۔ پہلی

تصدیق رسالت عورت نے کی ہے' مرد نے نہیں کی۔ پہلی شہادت عورت نے دی ہے' مرد نے نہیں دی۔

حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی والدۂ محترمہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا۔

یہ بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ شوہر اور بیوی ایک ہی دن ایک ہی جگہ پر شہید کیے گئے' لیکن پہلے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے فوراً بعد ان کے شوہر حضرت یاسر رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے۔ آج بھی مکہ میں ان کی قبر موجود ہے اور جو لوگ وہاں جاتے ہیں' میں خاص طور پر ان سے درخواست کرتا ہوں کہ ان دو قبروں کی زیارت ضرور کریں۔

خیر!

خلاصہ یہ ہے کہ جو اُن کی شہادت کا طریقہ تھا یعنی جس طرح ابو جہل ملعون نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ کے نچلے حصّے پر برچھی مار کر ان کو شہید کیا' وہی ابو جہل کا طریقہ اختیار کر کے ابن زیاد نے حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

اچھا!

حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کی زبان بند کی گئی' منہ میں لگام ڈال کر' لیکن ان کی زبان کو کاٹا نہیں گیا' بلکہ زبان حضرت رشید ہجری رضی اللہ عنہ کی کاٹی گئی تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آخری رسولؐ کی چار نشانیاں ملی تھیں' اپنے پرنانا کے آبا و اجداد کی کتاب سے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ میں اس حوالے سے بھی پڑھتا ہوں کہ کتاب بہت اہم چیز ہوتی ہے' گھر میں پڑی رہے' کبھی نہ کبھی کام ضرور آتی ہے اور

اسی وجہ سے اسلام کا ایک بہت اہم مسئلہ ہے کہ ایسی کتاب گھر میں رکھنا بھی حرام ہے جو آپ نہیں پڑھنا چاہتے' لیکن اس کے اندر کچھ confuse کرنے والی چیزیں ہیں' بہکانے والی چیزیں ہیں' کسی نے آپ کو دے دی' آپ نے اُٹھا کر اپنے گھر میں رکھ لی' آپ نے مذاق بھی اُڑایا اور کہا کہ ہم نے کون سا اس کو پڑھنا ہے۔

ایک category آتی ہے اسلام میں کہ کتب ضلال کی حفاظت کرنا بھی حرام ہے۔

ایک فہرست ہے کہ کون کون سی کتابیں کتب ضلال میں شامل ہیں اور اس کے بعد ایک general مسئلہ ہے کہ اس کے علاوہ بھی ہر وہ کتاب۔

لوگوں کو آج کل بہت شوق ہوتا ہے کہ کتاب لی اور گھر میں رکھ لی۔ پتا بھی ہے کہ غلط ہے' یہی کہہ کر کہ بھئی ہم کون سا اس پر بھروسہ کرنے جا رہے ہیں' یہ بھی حرام ہے۔

کیوں؟

آپ نہیں تو آپ کا بیٹا' بیٹا نہیں تو پوتا' پوتا نہیں تو آپ کا پڑپوتا اس کتاب کو پڑھ سکتا ہے۔ ہدایت والی کتاب ہدایت کرتی ہے اور گم راہی والی کتاب آپ کو نہ سہی' نسلوں کو گم راہ کرے گی۔

یہ مسئلہ جو ہے یہ facebook پر جا کر ملتا ہے۔ جب کئی نسلوں کے بعد کی گم راہی کو اسلام نے ابھی سے ذہن میں رکھا ہے تو جن چیزوں سے ابھی ابھی کی نسل گم راہ ہو رہی ہے۔

بس!

ایک جملہ میں نے اپنی تقریر کے آخری حصے کے بیان کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

عنوان ہے ''تزکیہ نفس کے طریقے اور اس کے تقاضے اور facebook''۔

یہ facebook آخر میں آئے گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کسی بزرگ کی ایک کتاب تھی جو مسلمان نہ تھے

کیوں کہ اسلام تو آیا نہیں تھا' نہ وہ اہل کتاب تھے بلکہ مجوسی تھے۔

اچھا!

یہ ایک الگ بات ہے کہ ہمارے مجتہدین کے فتوے میں مجوسی بھی اہل

کتاب ہیں۔

خیر!

ان کی ایک کتاب پڑی ہوئی تھی' ایک بار پڑھ لی' اس میں آخری رسولؐ کے حالات تھے۔ اس کتاب میں پیغمبر اسلام ﷺ کی چار نشانیاں تھیں۔ ان میں سے پہلی نشانی کی وجہ سے وہ رسول ﷺ کو ڈھونڈنے چلے۔

فلسطین میں پہنچے تو وہاں یہودی علما سے بات ہوئی' اُن کی کتابیں پڑھیں تو ان میں بھی یہی چار نشانیاں نظر آئیں۔ وہاں عیسائی علما سے بات ہوئی' وہاں سے ڈاکوؤں نے حملہ کر کے غلام بنا کر مدینے میں بھیج دیا۔ یہاں پھر یہودی علما سے ملاقات ہوئی۔ ان کی کتابوں میں بھی یہی چار نشانیاں نظر آئیں۔

اب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تقریباً تمام مذاہب کو دیکھا جس کے نتیجے میں ان کے پاس چار نشانیاں آ گئیں اور پہلی نشانی کی وجہ سے تو وہ مدینے میں ٹھہر گئے یعنی ایک یہودی کے غلام تھے لیکن اس زمانے میں ایک عام طریقہ تھا کہ جو آج

بھی ہونا چاہیے' جو میں نے پہلی تقریر میں کہا تھا کہ گھر آنے والے مہمان کو تحفے ضرور دیے جاتے تھے' چنانچہ ایک عام سا تحفہ تھا غلام۔

ہمارے گھر میں کوئی مہمان آیا' ہم نے خدمت بھی کی اور چلتے وقت اس کو مثلاً اپنا غلام تحفے میں دے دیا اور اگر خاص طور سے بہت مہذب اور طور طریقے سیکھا ہوا غلام ہو تو میزبان ہی بھی خواہش ظاہر کرتا ہے کہ تحفہ تو دینا ہی ہے اس لیے یہ دے دیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پہلی نشانی کی وجہ سے مدینے کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے۔

اب بہت ہی مختصر!

پہلی نشانی یہ تھی کہ وہ پیغمبر ﷺ کھجوروں کی ایسی زمین میں خارج ہوگا کہ جس کا نقشہ پورے مدینے کا نقشہ ہے۔

دوسری نشانی یہ تھی کہ جب اس کو صدقہ دو گے تو کبھی خود استعمال نہیں کرے گا اور نہ اپنی اولاد کو دے گا' بلکہ اپنے دوستوں میں بانٹ دے گا۔

تیسری نشانی یہ تھی کہ اگر تحفہ دو گے تو وہ دوستوں میں نہیں بانٹے گا بلکہ خود رکھے گا یا اپنی اولاد میں استعمال کرے گا۔

چوتھی نشانی جو کل بیان ہو چکی ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اس انداز کی مہر نبوت ہوگی۔

اب یہ چار نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تین مہینے میں جا کر ڈھونڈ لیں۔ ان کا آقا ہفتے میں ایک دن ان کو چھٹی دیتا تھا اور جو ایک دن ہے اس کے نتیجے میں پہلے مہینے میں پہلی نشانی ملی کہ صدقے کی کھجوریں لے کر گئے۔

دوسرے مہینے میں دوسری نشانی کہ صدقہ تو نہیں تھا' لیکن اپنی حلال کمائی سے تحفہ لے کر گئے اور تیسرے مہینے میں تیسری نشانی کہ رسول خدا ﷺ مسجد نبویؐ سے کسی جنازے کو کندھا دیتے ہوئے بقیع جا رہے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پیغمبر اسلام ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور کچھ کر رہے تھے کہ ذرا اُچک کر دیکھیں کہ پیغمبر ﷺ کے دونوں کندھوں کے بیچ میں سے مہر نبوت نظر آئی اور پیغمبر ﷺ نے خود کرتہ اُونچا کر کے کہا: مجھے پتا ہے۔

یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو ہمارے ایک اور موضوع کی بنیاد بنتا ہے اور وہ موضوع یہ کہ ہم کیسے پہچانیں گے اپنے آنے والے امامؑ کو مگر ہم اپنے آنے والے امامؑ کو فی الحال پہچان سکیں یا نہ پہچان سکیں۔ یہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہماری تیاری پوری ہونی چاہیے۔

کیوں؟

دیکھیے!

اب یہ میں نے ایک عجیب جملہ کہہ دیا کہ ہم اپنے امامؑ کو پہچان سکیں یا نہ پہچان سکیں' تیاری پوری ہونی چاہیے۔

کیوں؟

یہ "کیوں" سے میں اپنے کل کے موضوع سے ملوں گا اور آج بھی تقریر کچھ نویں امامؑ کے حالات سے آگے بڑھے گی' لیکن ایک جملہ کہہ دوں۔

یہ نویں امامؑ کے حالات جو تھوڑے سے تقریر کے بیچ میں آ گئے وہ اس لیے آ گئے کہ ان ایامِ عزا کی تاریخوں میں عام طور پر مَیں چوتھے امامؑ کے حالات بیان کرتا

ہوں اور نویں امامؑ کی سیرت چوتھے امامؑ کی سیرت کا دوسرا حصّہ (part two) ہے‘ چوتھے امامؑ کی سیرت کو پہلا حصّہ (part one) سمجھئے نویں امامؑ کی سیرت کو دوسرا حصّہ (part two) سمجھئے۔

بہر حال!

یہ زیادہ اہم مسئلہ نہیں ہے کہ ہم اپنے امامؑ کو کیسے پہچانیں‘ بلکہ زیادہ اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہماری تیاری پوری ہونی چاہیے‘ کیوں کہ اگر امامؑ کو پہچاننے والی علامات ہمارے پاس آ بھی جائیں اور تیاری پوری نہ ہو تو ہم امامؑ کو پہچان کر بھی امامؑ کے مخالف بن جائیں گے۔

کیوں کہ پھر داڑھی کی بات کوئی صادق حسن نہیں کرے گا بلکہ زمانے کا امامؑ کرے گا۔

پھر حجاب کی بات آج کا کوئی واعظ اور خطیب نہیں کرے گا بلکہ زمانے کا امامؑ کرے گا۔ پھر حلال و حرام کا فرق آج کا کوئی واعظ نہیں بتائے گا بلکہ امامؑ بتائیں گے اور صرف بتائیں گے نہیں بلکہ عمل بھی کروائیں گے۔

اگر ہمیں نشانیوں سے پتا بھی چل گیا کہ یہ ہمارے امامؑ ہیں اور تیاری مکمل نہیں ہوئی تو بہت زیادہ خطرہ ہے کہ ہم امامؑ کے مخالف ہو جائیں گے۔

یہ میرا خطرہ نہیں ہے‘ یہ معصومین علیہم السلام نے بتایا ہے کہ ہمارے بیٹےؑ کے ظہور کے بعد دو تہائی چاہنے والے ان کے خلاف ہوں گے اور خالی اتنا ہی نہیں بتایا‘ یہ بھی بتایا کہ جو ہمارے خون کے پیاسے اور ہمارے دشمن آج کل ہیں ان میں سے بہت سے ہمارے بیٹے کے چاہنے والے بن جائیں گے۔

دونوں طرح تبدیلیاں ہوں گی۔

ایک اور جملے سنیے!

ہمارے بچے تڑپے جا رہے ہیں' ہمارے نوجوان جو ہیں وہ چوبیس گھنٹے internet پر بیٹھتے ہیں' ہمارے بزرگ ایسے علما کی مجالس میں دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں اور معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جی امامِ زمانہؑ کی پہچان بتا دیں۔ امامِ زمانہؑ کے حالات بتا دیں' نشانیاں بتا دیں' بڑا مومن کا دل خوش ہوتا ہے مگر میں ایک مرتبہ پھر کہہ دوں کہ نشانیاں فائدے مند نہیں ہیں اگر تیاری نہ ہو اور اگر ہماری تیاری مکمل ہے اور ہم کو کوئی امامؑ کی نشانی پتا نہیں ہے کہ کیسے پہچانیں۔

آج کی بات کو مکمل کرنے کے لیے ایک ہی جملہ کافی ہے اس لیے کہ جس کی تیاری مکمل ہوگی اور پہچان نہیں پائے گا تو امامؑ خود اس کو بلالے گا (نعرۂ حیدری)۔

نشانیاں مکمل ہوں اور تیاری نہ ہو تو امامؑ کی مخالفت ہوگی اور اگر تیاری مکمل ہے اور پہچان نہ کر سکو تو یہ امامؑ کا وعدہ ہے کہ ہم اسے اپنے پاس بلائیں گے۔

یہاں پر ایک بات میں کہتا چلوں!

۔ جس انداز کی تیاری ہم سمجھ رہے ہیں اس میں کہیں کہیں دشمنانِ اہل بیتؑ کا رنگ آ جاتا ہے۔ وہ کیا رنگ آ جاتا ہے؟

سنیے!

نویں امامؑ کا لقب تقی کیوں ہے؟

اس کی میں نے کل بہت مختصر کر کے دو وجہیں بتا دیں۔ پہلی دو مجالس کے سلسلے میں مجھ سے تین سوالات پوچھے گئے:

① حضرت میثم تمارؓ اور حضرت رشید ہجریؓ کے بارے میں۔

② حضرت سلمان فارسیؓ کی نشانیاں۔

③ وہ یہ کہ کل میں نے کہا تھا کہ نویں امامؑ کا وسیلہ روزی کے لیے بہت اہم ہے اور خاص کر نویں امامؑ کے دن آپ یہ وسیلہ اپنائیں۔

اب وہ دن سے کیا مطلب ہے؟

یہ ایک عجیب پہلو ہے۔ میں بہت پہلے اس موضوع پر پڑھتا تھا اور آج بھی پڑھ لیتا' لیکن ہمارے پاس وقت بہت کم ہے انشاء اللہ آگے کی کسی مجلس میں اس کا بیان آئے گا۔

بہرحال!

فی الحال جو اصل موضوع چل رہا ہے وہ یہ کہ دو وجہیں تھیں۔ دونوں کل میں نے بتا دیں' نویں امامؑ کے حوالے سے کہ اللہ نے بچایا اور امامؑ نے اپنے آپ کو بچایا۔

خیر!

یہ تو ہو گیا کہ نویں امامؑ کا لقب تقی کیوں ہے؟ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مامون رشید عباسی جو جانی دشمن تھا' اس کو کیا ضرورت پیش آئی کہ اپنی بیٹی کی شادی نویں امامؑ سے کرے؟

اس میں تین وجوہات تھیں جن میں تیسری وجہ امام زمانہ علیہ السلام کے حوالے سے جو میں نے کہا ذرا بھی جھلک آتی ہے۔ دوسری وجہ چوتھے امامؑ کے حالات کے حوالے سے اور اب بات شروع کرتا ہوں پہلی وجہ سے جو کل آ چکی ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ مامون ہی نے تو آٹھویں امامؑ کو زہر دے کر شہید کیا تھا مگر اس سے پہلے بلایا گیا تھا' زہر دیا اس لیے کہ امامؑ اس کے شہر میں بیٹھے ہیں اور اس کی ہر غلطی پر اس کو روک رہے ہیں اور ٹوک رہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اس کو کیا ضرورت پڑی آٹھویں امامؑ کو بلانے کی؟

بقول اسی کے ایک حاکم اپنے اُوپر مسلط کر لینے کی کہ جو ہر عمل پر اعتراض کرے۔

اسے ضرورت کیا پڑی؟

ضرورت یہی تو تھی نا! کہ اس نے جو اپنے سگے بھائی کو قتل کرا دیا تو آدھے سے زیادہ خاندان اس کے خلاف ہو گیا اور بنواُمیہ کے چاہنے والے تو ویسے ہی خلاف تھے۔تین بڑی طاقتیں تھیں جو اس کی دشمن تھیں:

① بنوعباس جو اس کے بھائی کے قتل کی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے تھے۔

② بنواُمیہ ویسے ان کے مخالف تھے۔

③ بنوہاشمؑ تو ان دونوں کے خلاف تھے۔

کہا کہ چلو کم از کم ان کو تو ملا لو۔ بنوہاشمؑ کی ایک طاقت تھی۔ چنانچہ اس نے آٹھویں امامؑ کو بلایا۔ پھر اس نے دیکھا کہ یہ تو اور بڑا مسئلہ ہو گیا' باقی دو طاقتیں میرے اقتدار کے خلاف ہیں لیکن یہ تو میری ذاتی زندگی میں اعتراض کرتے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر مجھے گھر کے اندر بھی ذلیل کریں اور مجمع میں بھی۔

گھر کے اندر کا واقعہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ ایک مرتبہ یہ وضو کر رہا تھا مگر شاہی انداز میں کہ اس کا غلام اس کے اعضائے وضو پر پانی ڈال کر وضو کرا رہا تھا۔ امامؑ نے ٹوک دیا اور فرمایا: کیا کر رہا ہے؟ یہ حرام ہے' یہ غلط ہے' یہ وضو باطل ہے' یہ تو

نے اپنے رب کی عبادت میں شرک سے کام لیا۔

یہ گھر کا واقعہ ہے اور ایک مرتبہ بھرے دربار میں جب ایک چور گرفتار کر کے لایا گیا اور اس نے کہہ دیا کہ اگر میں چور ہوں تو تُو بھی چور ہے' میں نے بیت المال سے ایک درہم چرایا ہے لیکن تُو نے تو سارا بیت المال اپنے قبضے میں کیا ہوا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: یہ صحیح کہہ رہا ہے۔ بھرے دربار میں اس کو ذلیل کیا۔ اب ماموں گھبرا گیا کہ یہ تو ہر روز ایک جنگ مجھے لڑنا پڑ رہی ہے۔

اب ماموں نے کہا: یہ میرے سر پر مسلط ہے اس کو شہید کر دو' نہ یہ رہیں گے نہ کوئی ٹوکنے والا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ امامؑ کو شہید کر دیا گیا۔ جس وجہ سے آپؑ کو لے کر آیا تھا وہ وجہ تو ابھی باقی ہے اس لیے اس نے نویں امامؑ کو بلایا اور ان سے اپنی بیٹی کی شادی کر کے شور مچا دیا کہ میں ان کے بابا کا قاتل نہیں ہوں۔ اگر میں ان کے بابا کا دشمن ہوتا تو ان کے بیٹے کو اپنا داماد کیوں بناتا اور اپنی بیٹی کی شادی ان سے کیوں کرتا؟

اب وہ ہر جگہ اُٹھتے بیٹھتے ایک ہی بات کہہ رہا ہے کہ جی آٹھویں امامؑ کی شہادت یا قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ تو فلاں وزیر کی غلطی تھی' جیسے یزید نے سارا الزام ابن زیاد پر ڈال دیا تھا۔ اب وہ بار بار یہی جملہ کہہ رہا ہے اور اس کو دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے کہ میں نے ان کے بیٹے کو داماد بنا لیا۔

یہ تو پہلی وجہ ہوگئی۔

دوسری وجہ کیا تھی؟

دوسری وجہ یہ تھی کہ اب تک بنی ہاشمؑ کے جتنے امامؑ ہمارے سامنے آئے وہ سب بوڑھے ہوتے تھے' بڑے ہو چکے تھے تو ان کو تو اب تبدیل نہیں کیا جا سکتا' لیکن یہ آٹھ سال کا ہے' اتنا چھوٹا امامؑ آج سے پہلے بنی ہاشمؑ میں کوئی نہیں گزرا' ان کو اپنے محل میں رکھوں' اس کی پرورش کروں۔ بچہ تو بچہ ہوتا ہے جیسے موڑو گے وہ مڑ جائے گا' وہ میرے مطلب کا بنے گا۔

اس نے سوچا کہ اتنے چھوٹے بچے کو اگر میں اپنے محل میں رکھوں' اس کی پرورش کروں' اس کے سامنے شاہی ماحول رکھوں تو پھر میرے کسی عمل پر اعتراض نہیں کرے گا۔

اب تک کوئی امامِ معصومؑ اتنی کم عمری میں منصب امامت پر فائز نہیں ہوا تھا۔ آٹھویں امامؑ کو زہر دے کر شہید کیا۔ اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ اس کا اپنا بیٹا تو ابھی بہت چھوٹا ہے۔ اسے شاہی محل میں لاؤ' نا صرف یہ کہ شاہی محل کے ماحول میں پروان چڑھاؤ' بلکہ اسے بیٹی کا رشتہ بھی دو۔

یہ سمجھ کر اس نے نویں امامؑ کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دی کہ میری بیٹی کی شادی ہو گی تو وہ ہر وقت میری آنکھ کے سامنے رہیں گے جو کھلاؤں گا وہی کھائیں گے' جو پہناؤں گا وہ پہنیں گے اور جس ماحول میں رکھوں گا وہ رہیں گے۔ یہ اس کے ذہن میں خیال تھا۔

آج سوال یہ ہے کہ نویں امامؑ کو مامون کیوں اپنا داماد بنا رہا ہے؟

① اس لیے کہ وہ الزام اور تہمت ختم ہو جائے اور کم از کم بنی ہاشمؑ اس کی طرف داری پھر کرنے لگیں۔

۲) اس امامؑ کو اگر اپنے رنگ میں رنگ لیا' یہ ہماری طرح سے چلے تو جوان کے بابا سے مجھے شکایت تھی کہ وہ ہر جگہ اعتراض کرتے تھے لیکن یہ تو وہی کریں گے جو میں سکھاؤں گا' جو میں کر رہا ہوں۔

کتنا بے وقوف اور نادان تھا مامون کہ امامؑ کو بھی اپنے جیسا سمجھ رہا ہے' حالانکہ امامؑ سب کو اپنے راستے پر چلاتا ہے۔ امامؑ خود کسی کے راستے پر نہیں چلتا ہے۔

ہم حق پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں یہ اور چیز ہے کہ امامؑ کبھی حق پر نہیں چلتا ہے' بلکہ حق امامؑ کے قول وفعل کی تصدیق کرتا ہے (نعرۂ حیدری)۔

۳) آخری بات بہت اہم ہے اور یہ جملہ یاد رکھیے گا کہ دشمنانِ اہل بیتؑ اہل بیتؑ کو اور ان کی معرفت کو بہت خوبی سے سمجھتے ہیں' یعنی اہل بیتؑ کے مزاج کو' اہل بیتؑ کے طریقے کو' دشمنانِ اہل بیتؑ اس طرح جانتے ہیں کہ (نعوذباللہ) کبھی کبھار تو یہ جملہ زبان پر آتا ہے کہ شاید مومن بھی امامؑ کو اتنے اچھے طریقے سے نہیں پہچانتا جتنا دشمنانِ اہل بیتؑ پہچانتے ہیں۔

اس کی کئی مثالیں ہیں جن کو میں مصائب میں اکثر پڑھتا ہوں' لیکن ایک دو مثالیں دے دوں۔ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر رُک گیا' جس نیزے پر سوار تھا تو ساری فوج نے اس سر والے نیزے کو چلانے کی کوشش کی' لیکن شمر نے اس نیزے کو نہیں چلایا بلکہ وہ سجادؑ کی کمر پر کوڑے مار رہا ہے' اس کو پتا ہے کہ طاقت لگانے سے یہ سر والا نیزہ آگے نہیں بڑھے گا۔ اس کو پتا ہے کہ اگر اس کو آگے بڑھانا ہے تو سجادؑ پر ظلم کرو۔

حضرت علی اصغر علیہ السلام کا لاشہ نہیں مل رہا تھا' ہر ایک پریشان بیلچے لے کر گھوم رہا تھا' لیکن شمر نیزے زمین کربلا میں گاڑ گاڑ کر نکال رہا تھا۔

یہ اہل بیتؑ ہیں مگر ان کو پتا ہے مامون کے پاس بھی پوری معلومات تھیں کہ زمانے کا امامؑ کب آئے گا۔

اچھا!

اس وقت کس کو معلوم تھا کہ زمانے کا امامؑ اتنے سالوں کے بعد آئے گا' ان کے دماغ میں تو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث تھی' حدیث رسولؐ ان کے پاس تھی۔

بھئی! کیا وجہ ہے؟

میں بہت احتیاط سے بات کر رہا ہوں کہ مولاؑ کی کمر پر کوڑا مارا گیا' گھر جل گیا' حضرت محسن علیہ السلام شہید ہو گئے' ظلم ہوتا رہا' جب قبر کھودنے کی بات آئی تو مولاؑ ایک مرتبہ تلوار لے کر قبر کے نزدیک آ کر بیٹھ گئے۔ حدیث رسولؐ فوراً یاد آ گئی کہ جب علی علیہ السلام قبر کے نزدیک تلوار لے کر بیٹھیں تو کوئی سامنے نہ آئے' اس وقت علیؑ کی تلوار نہیں رُکے گی۔ ایک ایک چیز رسول ﷺ کی ان کو یاد ہے۔

مامون اور تمام حکمرانوں کو پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث یاد ہے کہ آخری امامؑ ظلم کا خاتمہ کرے گا۔ مگر جو عام مسلمانوں کے پاس حدیثیں ہیں ان میں یہ نہیں ہے کہ اتنی طویل مدت ہو گی لیکن یہ ضرور پتا تھا کہ آخری امامؑ ظلم کا خاتمہ کرے گا کہ بارھواں آئے گا تو اگلے دن وہ اپنا جہاد شروع کر دے گا۔

چلو!

اگلے دن نہ سہی بلکہ ایک سال' دو سال لیکن یہ کس کو معلوم تھا کہ تیرہ (۱۳) سو

سال تو اب بھی گزر گئے ہیں اور خدا معلوم کتنے سال اور گزریں گے؟

خلاصہ یہ کہ یہ ظالم خود بھی جانتے ہیں کہ ہم ظالم ہیں اور ان کے پاس پوری فہرست چل رہی ہے کہ بارھویں امامؑ کے آنے میں اب کتنا وقت رہ گیا ہے۔ آٹھ تو ہو گئے اب یہ نواںؑ آ گیا لیکن اب دو بچے ہیں دسواںؑ اور گیارھواںؑ کیوں کہ پھر تو بارھواںؑ آ جائے گا اور بارھواں آتے ہی ظلم کا خاتمہ کرے گا اور سب سے پہلے تو میں مارا جاؤں گا۔

کہا: ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اگر میں اپنی بیٹی کی شادی نویں امامؑ سے کر دوں تو بارھواں امامؑ تو انھیں کی نسل میں پیدا ہوگا' میں تو اس کا نانا بنوں گا' اس لیے میرے اُوپر وہ کیسے ہاتھ اُٹھائے گا۔

اب زمانے کا امامؑ کیوں آ رہا ہے؟

دنیا سے ظلم کا خاتمہ کرنے کے لیے۔

ہماری فکر کیا ہے؟

ماموں کی فکر کی طرح یعنی جیسے وہ سوچ رہا تھا کہ امامؑ ہر ظالم کو قتل کریں گے لیکن ہم کو قتل نہیں کریں گے ہم تو اُن کے ماننے والے ہیں' ہم اُن کے چاہنے والے ہیں۔

یہ فکر ماموں ہے جس کی وجہ سے اس نے اپنی بیٹی کی شادی کی کہ زمانے کا امامؑ میرا نواسہ ہوگا' اس لیے نواسہ ہر ظالم کا خاتمہ کرے گا' لیکن نانا کو کچھ نہیں کہے گا (معاذ اللہ)۔

ہم یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں اور یہ ہے فکر ماموں' لیکن فکر علوی کیا ہے؟

مولاؑ کی فکر کیا ہے؟

مولاؑ کی فکر یہ ہے کہ اگر بڑے بھائی عقیل علیہ السلام نے بیت المال سے ایک درہم زیادہ مانگ لیا تو جلتی ہوئی آگ ان کے ہاتھ پر رکھ کر اپنے بڑے بھائی کے ہاتھ کو جلا دیا۔

یہ علی علیہ السلام کی فکر ہے۔

سگا بھائی' بڑا بھائی اور بڑا بھائی ایسا کہ جو باپ اور بیٹے کے درمیان فرق ہے۔ حضرت علی علیہ السلام ساٹھ سال کے تھے اور حضرت عقیل علیہ السلام اسی (۸۰) سال کے تھے' نابینا عقیل علیہ السلام بھی ہیں یعنی دن کو نظر آتا ہے رات کو نظر نہیں آتا' کثیر العیال بھی ہیں۔ علی علیہ السلام کی فکر ہے کہ سگا بھائی بھی اگر ایسا مطالبہ کر رہا ہے تو اس کا ہاتھ بھی جلایا جا رہا ہے اور وہ مامون کی فکر کہ آنے والا امامؑ اگر میرا رشتہ دار ہوا تو وہ ہر ظالم کی گردن اُڑائے گا لیکن میری گردن نہیں اُڑائے گا۔

مومن کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ ہے علیؑ والا' وہ ہے علیؑ کا چاہنے والا' وہ نامِ علیؑ پر قربان ہے' لیکن فکر کس کی آ گئی؟ مگر یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ جہاں سے میری بات شروع ہوتی تھی وہاں ختم ہو کر کل چوتھے امامؑ پر بحث ہو گی۔

آج تو صرف اتنی سی بات!

اب میں ایک مثال دے کر مجلس کو تمام کرتا ہوں۔

چلیں!

علی علیہ السلام تو بہت بلند ہیں' علی علیہ السلام کی شخصیت کو بطور مثال بھی پیش کرنا بعض اوقات مومن کو مناسب نہیں لگتا کہ ہم علی علیہ السلام جیسے کہاں کہ اپنے سگے بھائی کا

ہاتھ جلائیں؟

علیؑ تو خیر علیؑ ہے!

اتنی فکر تو یزید ملعون کا بیٹا بھی رکھتا تھا۔ یزید کے بیٹے نے حکومت کو کیا کہہ کر ٹھکرا دیا تھا؟ یہی کہہ کر ٹھکرا دیا کہ میں ظلم میں اپنے باپ اور دادا کے ساتھ شریک نہیں ہونا چاہتا۔

پوری حکومت اس کے ہاتھ میں آ رہی ہے اور اس نے ٹھوکر ماردی۔ کوئی رشتے داری نہیں چلتی' کوئی بیٹے کا رشتہ نہیں چلتا' جہاں پر مسئلہ حق اور باطل کا ہو۔

مامون کہہ رہا ہے کہ میرا نواسہ میرا خیال کرے گا۔ مومن کہہ رہا ہے کہ میرا امامؑ میرے ظلم دیکھنے کے باوجود میرے ظلم کو برداشت کرتے ہوئے میرا خیال کرے گا۔

ہاں!

وہ بات بیچ میں آ گئی کہ مومن نے اپنے آپ کو بدل لیا تو یہی مقصد امامؑ کا ہے' امامؑ کا مقصد قتل و غارت کرنا نہیں ہے۔ بدل لیا تو ٹھیک ہے اگر بدلے گا تو اسی حالت میں امامؑ اسے قبول کریں گے؟

اتنا تو یزید کے بیٹے کو بھی معلوم تھا کہ جہاں ظلم کی بات آ جاتی ہے وہاں سارے رشتے ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔

## ذکرِ مصائب: منہال کا امامؑ سے رونے کی وجہ پوچھنا

دیکھیے!

حق اور باطل کا فیصلہ بعض علما تو ایک جملے میں کرتے ہیں کہ حق و باطل کو اس طرح بھی پہچانو کہ ایک حسین علیہ السلام تھے اور ایک یزید تھا۔

ساری زندگی یزید کا بیٹا پچھتاتا رہا کہ میں کس گھر میں پیدا ہو گیا اور ساری زندگی حضرت امام حسین علیہ السلام کا بیٹا فخر کرتا رہا کہ میں اُس کا بیٹا ہوں جو پیاسا ذبح کیا گیا۔

بس!

فیصلہ ہو گیا۔

اے یزید! ساری طاقت اور سارے مظالم کے باوجود عیش و آرام کے باوجود تیرا بیٹا شرمندہ ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔ اِدھر ساری مظلومیت کے باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام کا بیٹا ساری زندگی فخر کرتا رہا کہ پہچانو میں کس کا بیٹا ہوں؟ میں اس کا بیٹا ہوں جو پیاسا مارا گیا۔ اب یہاں پر بھی ایک سوال یہ آ جاتا ہے کہ مولاؑ! ساری زندگی رو بھی رہے ہیں اور فخر بھی کر رہے ہیں؟

خیر!

یہ سوال تو ہم سے پہلے منہال کوفی نے پوچھ لیا تھا۔ اس نے عرض کیا: مولا سجادؑ! آپؑ کی پوری زندگی روتے گزر گئی۔ آپؑ کب تک روتے رہیں گے؟ فرمایا: منہال! کیا تُو نے قرآن نہیں پڑھا؟ مولاؑ! میرے سوال کا قرآن سے کیا تعلق؟

آپؑ نے فرمایا: حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ایک بیٹا مارا

نہیں گیا' خالی کھو گیا تو یعقوبؑ اتنا روئے کہ ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں' لیکن میں نے تو کربلا کی ریت پر اپنے خاندان کے اٹھارہ (۱۸) یوسفؑ شہید کیے ہوئے دیکھے ہیں۔

عرض کیا: مولاؑ! انھوں نے تو شہادت پائی ہے اور شہادت تو ایک فخر ہے؟ شہادت تو آپؑ کی میراث ہے؟

فرمایا: منہال! ایک بات بتا' اگر میں تیری بات مان بھی لوں تو اتنا بتا کہ شہادت پر فخر کرنا چاہیے' لیکن بہنوں اور پھوپھیوں کا ننگے سر بازاروں اور درباروں میں جانا۔

جب کسی نے مدینے میں یہ سوال آقا سجادعلیہ السلام سے کیا تھا کہ مولاؑ! میں اس دن بھی ابن زیاد کے محل میں تھا جب آپؑ کا چچا مسلمؑ گرفتار کر کے لایا گیا تھا' زخمی تھے' ہونٹوں سے خون جاری تھا' پورے بدن پر تیر' تلوار' نیزے' برچھیوں اور پتھروں کے زخم تھے' ہاتھ رسّی سے بندھے ہوئے تھے' مگر کس شان کے ساتھ آئے تھے؟ ایسے لگ رہا تھا کہ ہاشمی شہزادہؑ آ رہا ہے۔ سینہ تان کر آئے تھے' کمر سیدھی ہے' سر اُٹھا ہوا ہے' ابن زیاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہے ہیں۔

مولاؑ! میں اس دن بھی ابن زیاد کے دربار میں تھا جس دن آپؑ کو لایا گیا تھا' لیکن آپؑ کی کمر جھکی ہوئی تھی' سینہ سکڑا ہوا تھا' نگاہیں زمین پر تھیں۔

مولاؑ! میں نے مانا کہ آپؑ کا چچا بہت بہادر ہے مگر آپؑ تو امام زمانہؑ اور امام وقتؑ ہیں۔ آپؑ سے زیادہ بہادر تو کوئی نہیں؟

ہائے سجادؑ کی فریاد!

فرمایا: اے سوال کرنے والے! تُو نے انصاف نہیں کیا' میرا چچا مسلمؑ سینہ تان کر تو آیا' آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کر رہا تھا' مگر اکیلا آیا تھا' تنہا آیا تھا۔

ہائے!

جب سجادؑ دربار میں پہنچے تو محمدؐ کی نواسیاں علیؑ اور فاطمہؑ کی بیٹیاں' میری پھوپھیاں (زینبؑ و کلثومؑ)' میری مائیں اور بہنیں میرے ساتھ کھڑی تھیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

# مجلسِ چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۹)

"اے ہمارے پالنے والے! (مکہ والوں میں) انھی میں سے ایک رسول کو بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور آسمانی کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے اور (ان کے نفوس) کو پاکیزہ کر دے۔ بے شک تو ہی صاحب و تدبیر ہے۔"

جیسا کہ مجلس کے آغاز میں اعلانات کے درمیان بھی آپ نے سنا اور سارا سال اور ساری زندگی البتہ اپنی خطابت کے ابتدائی چند سال چھوڑ کر سارا سال اور ساری زندگی میں یہ یاد دلاتا رہتا ہوں کہ شبِ جمعہ اگرچہ اسی اللہ نے بنائی ہے جس نے ہفتے کی باقی چھے راتیں بنائیں، مگر آج کی رات کی یہ خصوصیت ہے اور آج کی رات کی ایک اہمیت ہے۔

جیسے کسی اور روایت کے حوالے سے ایک جملہ آیا تھا کہ پروردگار بعض جگہوں پر پسند کرتا ہے کہ اس جگہ سے میری بارگاہ میں آواز بلند ہو اور اسی طرح سے ایک

جملہ جو تھوڑا آج کی مجلس کے آخر میں آئے گا اور پھر ہمارے اصل عنوان "تزکیۂ نفس" کی بہت اہم ایک شق بنے گا کہ اس طرح پروردگار بعض شخصیتوں کی زبان سے بھی دعا کو بہت پسند کرتا ہے۔

حدیث قدسی مبارکہ کا ایک جملہ ہے جسے میں اپنے الفاظ میں پیش کر رہا ہوں اور وہ جو آج کی رات کا موضوع ہے اس کو بھی ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ہم اور آپ اپنے امامؑ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حدیث قدسی کا ایک جملہ ہے: اللہ کہہ رہا ہے کہ میں بھی انتظار کر رہا ہوں' اللہ انتظار کرنے والوں میں شامل ہے۔ جب ہم اور آپ امامؑ کا انتظار کر رہے ہیں تو یقیناً اللہ بھی کسی عظیم شخصیت کا انتظار کر رہا ہوگا؟

نہیں!

اللہ کہہ رہا ہے کہ میں انتظار کر رہا ہوں' کوئی گناہ گار' کوئی پریشان حال' کوئی مصیبت زدہ' کوئی میرا بندہ مومن میرے پاس آکر کوئی دعا کرے' میں انتظار کر رہا ہوں' مجھے انتظار ہے' مجھے خوشی ہے' جب کوئی پریشان حال بندہ میرے پاس آتا ہے۔

اچھا!

میرا طریقہ کار ہے کہ میں ائمہ اطہارؑ کے ساتھ ان کے باوفا اصحاب کا بھی حق سمجھتا ہوں کہ اس منبر پر ان کا بھی تذکرہ کیا جائے جیسے مولائے کائنات علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ مولاؑ جب جنگ صفین کے لیے نکل رہے تھے تو سارا لشکر تیار تھا اور ایک خاص وجہ سے مولاؑ کو اپنے لشکر کو لے کر بڑی جلدی کوفہ سے نکلنا پڑا۔

اب وہ خاص حالات کیا ہیں؟

وہ ایک الگ ہمارا عنوان ہے!

کسی نجومی نے آ کر خبر دی تھی کہ اس وقت کوفہ سے باہر نہ نکلیں، کچھ دیر کے بعد نکلیے گا اس لیے کہ اس وقت آپؑ کا ستارہ گردش میں ہے۔

آج کل لوگ ستاروں سے اپنی قسمت آزمائی بہت کرنے لگ گئے ہیں۔ اخبارات میں بھی چھپتا ہے کہ اس ہفتے آپ کا ستارہ کیا کہہ رہا ہے اور بڑی سنجیدگی سے لوگ پڑھتے ہیں کہ ستارہ کیا کہہ رہا ہے۔ ساری دنیا پڑھے ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن علیؑ والا نہ پڑھے، علیؑ والا کسی ستارے کا محتاج نہیں ہے، دنیا ستاروں کے پیچھے چلتی ہے ان کے گھر میں تو خود ستارہ اُتر کر آتا ہے (نعرۂ حیدری)۔

نجومی نے آ کر مولاؑ کو مشورہ دینا چاہا کہ مولاؑ! میں سارا حساب و کتاب کر کے بیٹھا ہوں کہ اس وقت ستارے آپؑ کے موافق نہیں ہیں۔ بڑی یہ نحس یا منحوس گھڑی ہے تھوڑی دیر کے بعد نکلیے گا۔

مولاؑ نے فرمایا: مجھے تھوڑی دیر کے بعد ہی نکلنا تھا لیکن تُو نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ دیر سے جائیے گا، لہٰذا اب میں تیری بات کو رد کرتے ہوئے جلدی نکلوں گا۔

امامؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: فوراً یہاں سے نکلو اس لیے کہ اس ستارہ شناس کی خبر کو غلط ثابت کرنا ہے۔

نہج البلاغہ میں بھی اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے لیکن اس جلدی کے باوجود تھوڑا آگے جا کر مولاؑ نے اپنے لشکر کو روک لیا اور کہا: ابھی یہ لشکر نامکمل ہے۔

مولاؑ! آپؑ یہ جملہ کہہ رہے ہیں؟

مولا علی علیہ السلام کی تو خصوصیت یہ ہے کہ علی علیہ السلام نے تو کبھی اپنے لشکر کی پرواہ ہی

نہیں کی۔

خیبر یاد ہے نا؟!

لڑنے والا لشکر لے کر جاتا تھا تو واپس آ جاتا تھا لیکن جب مولاؑ کو بتایا گیا تو مولاؑ نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا کہ کون آ رہا ہے اور کون نہیں آ رہا۔

مولاؑ! آج آپؑ کہہ رہے ہیں کہ مجھے کسی کا انتظار ہے؟

فرمایا: ہاں! ایک ایسی شخصیت ہے کہ علیؑ کو بھی اس کا انتظار ہے۔

یہ کہہ کر میرے مولاؑ نے پورے لشکر کو تیاری کی حالت میں روکے رکھا یعنی جو گھوڑے پر بیٹھا ہے وہ گھوڑے پر رہے، جو اُونٹ پر بیٹھا ہے وہ اُونٹ پر رہے، سامان بندھا ہوا رہے، خیمے نہیں لگیں گے، لشکر رُکا ہوا ہے۔

جیسا میں نے اللہ کے بارے میں جملہ کہا تھا ویسا جملہ یہاں دُہرا دوں!

وہ کون ہے جس کا انتظار علی علیہ السلام جیسے امامؑ کو ہے؟

معلوم ہوا کہ وہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تشریف لائے جن کی زیارت آپؑ رقّہ شہر میں حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی زیارت کے ساتھ کرتے ہیں۔

فرمایا: مجھے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا انتظار ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی منزلت یہ ہے کہ امامت اس کا انتظار کر رہی ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے حالات میں ایک بہت اہم بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ واحد صحابی ہے جسے زیارتِ رسولؐ کرنے کا موقع ملا اور فقط اس لیے زیارت چھوڑ دی کہ ماں اور باپ راضی نہ تھے، بہت مشہور واقعہ ہے چونکہ آج کل آپ یہ سنتے رہتے ہیں کہ ہمیں یہاں اس عزا خانے کے حوالے سے وقت کی بڑی

پابندی کرتا ہے تو میں اس کی تفصیل میں نہیں جا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم امامؑ کا انتظار کر رہے ہیں اور امامؑ بھی کسی کا انتظار کر رہے ہیں اور جس کا انتظار امامؑ کرتے ہیں وہ اس کی معرفت اور عمل کی بنیاد پر انتظار کرتا ہے۔

یہ شبِ جمعہ کا ایک ضمنی پیغام ہے، یہ اصل بات نہیں۔

ضمنی اس حوالے سے ہے کہ شبِ جمعہ ہم اصل میں زمانے کے امامؑ کو یاد کرتے ہیں۔

ساری دنیا امامؑ کا انتظار کرے لیکن امامؑ اس کا انتظار کرتا ہے جو معرفت اور عمل رکھتا ہو۔ یہ دونوں چیزیں ہوں تو بندہ اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ امامؑ اس کا انتظار کرتے ہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے کہ جب معرفت آئے گی تو عمل خود بخود آتا چلا جائے گا۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔

جس نے اہل بیتؑ کو پہچان لیا تو وہ ہر طرح سے اہل بیتؑ کی پیروی کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب معرفت کو انسان بڑھا لے تو امامت انتظار کرتی ہے لیکن شبِ جمعہ کے تین موضوعات میں سے پہلا موضوع یہ ہے کہ زمانے کے امامؑ کی معرفت حاصل کرنا۔

بہر حال!

اصل بات میں یہ کر رہا تھا کہ ہم امامؑ کا انتظار کریں اور امامؑ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جیسے انسان کا انتظار کریں اور اللہ کسی بندۂ مومن کا انتظار کرے کہ ہے کوئی میری بارگاہ میں سوال کرنے والا اور جمعے کے جمعے دن انتظار کرتا ہے مگر آج کی

رات اللہ کسی دعا مانگنے والے کی دعا کا انتظار کرتا ہے۔ اس لیے اس رات کو فراموش نہ کیجیے گا۔

ایک اُصول اور یاد رکھیں!

بس!

وہیں سے میں اپنے عنوان پر آ رہا ہوں اور وہ ہے "تزکیۂ نفس"۔

یہ بہت ہی مشکل عربی لفظ ہے۔ لیکن میں اس کو بہت ہی آسان بنا کر آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

دنیا کی ہر چیز صفائی چاہتی ہے۔ کپڑا میلا ہو گیا تو اس کو دھوتا ہے' گھر گندا ہو گیا تو اس کو صاف کرتا ہے' گاڑی گندی ہو گئی تو گاڑی کو دھوتا (wash) کرتا ہے اور گاڑی کو دھوتا ہے۔ اسی طرح نفس بھی انسان کا میلا ہوتا جاتا ہے' گندا ہوتا جاتا ہے اور اگر توجہ نہ دی گئی تو جیسے لوہے پر زنگ لگ جاتا ہے ویسے ہی نفس پر بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ اس لیے نفس کی صفائی مسلسل کرتا ہے اور یہ پیغمبر اسلام ﷺ کا سب سے اہم فریضہ ان معنوں میں قرار دیا گیا ہے۔

بہت سے الفاظ میں بہت سوچ سمجھ کر استعمال کرتا ہوں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کا سب سے اہم فریضہ بتایا گیا' اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کریں۔ یہاں پر دو تمہیدی باتیں بہت اہم ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا خانہ خدا کے صحن میں اس طرح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ زمین پر ہیں' نہ آسمان پر ہیں۔

ایک بار یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے شداد کے ساتھ پیش آیا تھا۔ وہ اس کے غرور اور تکبر کی وجہ سے ہی تو اللہ نے کہا تھا کہ تجھے ایسی حالت میں موت

دوں گا کہ نہ اپنی جنت کے اندر ہوگا' نہ اپنی جنت کے باہر ہوگا' نہ دن کا اُجالا ہوگا اور نہ ہی رات کی تاریکی ہوگی' نہ زمین پر ہوگا' نہ آسمان پر ہوگا۔ کس طرح سے اسے موت ملی؟! یہ ہر ایک کو معلوم ہے۔

ایک شداد کا واقعہ ہے کہ جو نہ زمین پر ہے نہ آسمان پر ہے' لیکن وہ گھوڑے پر بیٹھا' پیر زمین پر بھی نہیں ہیں اور آسمان پر بھی نہیں ہیں اور ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ واقعہ پیش آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ زمین پر ہیں نہ آسمان پر ہیں بلکہ درمیان میں رُکے ہوئے ہیں۔ شداد گھوڑے پر بیٹھا' لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھے نہیں تھے' بلکہ کھڑے تھے اور جس چیز پر کھڑے تھے وہ چیز آج بھی مکہ میں مقامِ ابراہیمؑ کے نام سے موجود ہے۔ ہر طواف کرنے والا اور ہر عمرہ کرنے والا اور ہر حج کرنے والا مقامِ ابراہیمؑ کو جانتا ہے' کیوں کہ یہ واجبات میں شامل ہے۔ نماز اس کے پیچھے پڑھنا واجب ہے' ورنہ نماز غلط ہے۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اس پتھر کے اُوپر کھڑے ہوئے اور وہ پتھر نہ زمین پر ہے نہ آسمان پر ہے۔

یہاں پر ایک جملہ یاد آ گیا!

حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر پر کھڑے ہیں۔ آج بھی ان کے پاؤں کا نشان موجود ہے۔ جیسا کہ میں نے بار بار عرض کیا ہے کہ کتنی عجیب بات ہے کہ جنت سے آنے والے ایک پتھر کا نام حجرِ اسود ہے' عالمِ اسلام کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ مکہ میں ایک کالے رنگ کا پتھر ہے جس کو بوسہ دینے کا بہت ثواب ہے۔

اس کو بوسہ دینے کے حوالے سے فرزدق کا ایک شعر بہت مشہور ہے جو آپ

نے پچھلے عشرے میں سنا ہو گا۔ حاکم بنواُمیہ کوشش کر کر کے تھک گیا' لیکن اس کو راستہ نہ مل سکا اور جب امامؑ آئے تو کس طرح مجمع ہٹا۔ فرزدق کا وہ شعر بہت مشہور ہے' لیکن فرزدق کے اس شعر میں کمال نہیں ہے جو آقا عباس علیہ السلام کے جملے میں کمال ہے۔

خطبہ حضرت عباس علیہ السلام کا ایک جملہ آج پڑھ رہا ہوں اور ایک جملہ کل پڑھوں گا۔

بہرحال!

جنت سے دو پتھر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نازل ہوئے:

① حجرِ اسود ② مقامِ ابراہیمؑ

مقامِ ابراہیمؑ کا تذکرہ قرآن میں دو بار ہے۔ سوائے حاجی اور عمرہ کے لیے آنے والے کے کوئی کہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اسی جنت سے یہ پتھر آیا جس جنت سے حجرِ اسود آیا۔ جس نے حج نہیں کیا' جس نے عمرہ نہیں کیا' اس کو بھی پتا ہے کہ حجرِ اسود ایک کالے رنگ کا پتھر خانہ کعبہ میں نصب ہے۔

مقامِ ابراہیمؑ صرف حاجی کو پتا ہے اور وہ بھی آدھے لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ یہ جنت کا پتھر ہے۔

حجرِ اسود کا یہ جملہ جو میری زبان پر آیا تو میں نے حیرت ظاہر کی کہ ایک وقت میں جنت سے دو پتھر آ رہے ہیں۔ ایک کو ہم نے یاد رکھا' ایک کو بھلا دیا۔ جس کو ہم نے بھلا دیا اس کا ذکر قرآن میں دو جگہوں پر ہے اور جس کو یاد رکھا اس کا ذکر پورے قرآن میں کہیں نہیں ہے۔

نعوذ باللہ!

میں حجر اسود کی اہمیت کو کم نہیں کر رہا' حجر اسود تو میرے عنوان کا حصہ بنا۔

وہ کیسے عنوان بنا؟!

حجر اسود کے بارے میں یہ بھی روایات میں مذکور ہے کہ جب یہ جنت سے آیا تو اس وقت یہ کالا پتھر نہیں تھا' بلکہ سفید تھا۔ دنیا کا کالا آدمی جنت میں گورا بن کر جائے گا۔

جنت کا گورا پتھر دنیا میں آ کر کالا کیسے ہو گیا؟

یہ بات عوام کو معلوم ہے کہ حجر اسود سفید رنگ کا چمکتا ہوا پتھر تھا۔ سیاہ پتھر نہیں تھا اور ہر ایک کو یہ معلوم ہے کہ یہ اس لیے کالا ہوا کہ انسان جب اسے چومتے ہیں اور مَس کرتے ہیں۔ گناہ گاروں نے کثرت کے ساتھ اسے مَس کیا کہ یہ سفید رنگ کا پتھر گناہ گاروں کے گناہ کی وجہ سے کالے رنگ کا ہو گیا۔

بہت ہی مشہور روایت ہے اور تقریباً ہر پڑھے لکھے آدمی کو معلوم ہے کہ یہ گناہ گار کون ہے؟

یہ وہ گناہ گار ہے جس کا نفس خود میلا ہے۔

بھئی!

میلا آدمی جس چیز کو چھوتا جائے گا' گندا آدمی جس چیز کو چھوتا جائے گا وہ چیز بھی میلی اور گندی ہوتی چلی جائے گی۔

حجر اسود خود اس بات کی ایک دلیل ہے کہ نفس کی پاکیزگی کتنی ضروری ہے۔ گندے نفس والوں' میلے نفس والوں نے جنت کے پتھر کو بھی کالا کر دیا اور یہ

کتنا بڑا امتحان ہے ان ہستیوں کا کہ جو آیت تطہیر کی طہارت لیے ہوئے ہیں اور وہ ہمارے اور آپ کے درمیان زندگی گزار رہے ہیں۔

حجر اسود تک بھی اس گندگی اور نجاست کو برداشت نہ کر سکا۔ جو گناہ گاروں نے خالی اس کو چھونے اور اُسے بوسہ دینے کی وجہ سے اس کے اُوپر ڈال دی۔ نفس کا تزکیہ اتنا اہم ہے کہ اگر نفس کا تزکیہ نہ کیا تو جنت سے آیا ہوا پتھر بھی کالا ہو گیا۔ دنیا سے جانے والا بھلا جنت میں کیسے داخل ہو گا کہ جب تک اس کا نفس گندا ہے' خبیث ہے یا نجس ہے۔

بہر حال!

حضرت ابراہیم علیہ السلام زمین و آسمان کے درمیان ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ کو تعمیر کر رہے تھے تو اس وقت اُنھوں نے ایک سوال کیا: خداوندا! تُو اپنا گھر تو بنوا رہا ہے لیکن یہ تو بتا کہ کتنا اُونچا بنوانا ہے؟ کتنا لمبا اور کتنا چوڑا ہونا چاہیے؟

فرمایا: تمھیں خود کچھ نہیں کرنا ہے' یہ گھر ہماری وحی کے اشارے سے بنے گا۔ تم جنت کے پتھر پر کھڑے ہو جاؤ' جتنے فاصلے تک یہ پتھر حرکت کرے دائیں سے بائیں تو اتنی اس کی چوڑائی ہو گی' جتنا اُونچا ہو اتنی اس کی اُونچائی ہو گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر پر کھڑے ہوئے' پتھر حرکت کرنے لگا۔ پہلے دائیں سے بائیں اس طرح کہ چاروں طرف گھوما۔ اس کے بعد ایک اینٹ اُونچا ہوا۔ پھر ایک اینٹ یہاں تک کہ وہاں تک پہنچ گیا جہاں آج خانہ کعبہ کی چھت ہے۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے اُوپر کھڑے ہیں اور اس سے اُوپر پتھر نہیں جا رہا۔

بس!

سمجھ گئے کہ یہاں تک بنانا ہے کعبہ!

خداوندا! اب ذرا نیچے تو اُتار۔

زمین و آسمان کے درمیان ہوا میں کھڑے ہیں تو اس وقت عرض کیا: خداوندا! اب کعبہ بن گیا ہے اگر یہ پتھر اونچا ہوتا تو میں اپنے کام میں لگا رہتا' لیکن اب یہاں سے اُتارنے کا تو کوئی انتظام کر۔

یہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کا جملہ تھا جس کے اُوپر تزکیہ نفس کا ایک اہم اُصول آپ کے سامنے آنے والا ہے۔

بہرحال!

حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں عباس علیہ السلام اس شخصیت کا نام ہے جو تقریریں نہیں کرتا۔

حضرت عباس علیہ السلام کے صرف دو کام ہیں جو حضرت امام حسین علیہ السلام حکم دیں یا اشارہ کریں تو بغیر سوال' بغیر کسی اعتراض کے عمل کرے اور جب ضرورت پڑے تو عباسؑ تلوار چلائے۔

دیکھیے!

مولائے کائنات علیہ السلام جیسی شخصیت تو کائنات میں کوئی نہیں ہے سوائے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے' علی علیہ السلام سے بڑا عبادت گزار بھی کوئی نہیں' رات کی تاریکی میں خوف خدا میں علی علیہ السلام سے بڑا رونے والا کوئی نہیں۔ عام دنیاوی معاملات میں علی علیہ السلام سے بڑا متقی اور پرہیزگار کوئی نہیں۔

میدانِ جنگ میں علی علیہ السلام سے بڑا تلوار چلانے والا کوئی نہیں اور منبر کوفہ پہ

علی علیہ السلام سے بڑا خطیب کوئی نہیں تو ایک شخصیت میں یہ سارے کمالات جمع نہیں ہوتے۔ نا صرف علی علیہ السلام کی ذات ہے جس میں یہ سارے کمالات موجود ہیں۔ مگر جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا:

① حضرت امام حسن علیہ السلام ② حضرت امام حسین علیہ السلام

آدھا حسنؑ اور آدھا حسینؑ" یہ دونوں رسولؐ کے جزو ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

"میرے جسم کا اُوپر کا حصہ حسنؑ جیسا ہے اور باقی جسم حسینؑ جیسا ہے۔"

اگرچہ میں نے عرض کیا تھا کہ اس کا مطلب تو کچھ اور ہے کہ اُوپر کے جسم میں قلم ہوتا ہے اس لیے حسنؑ کی صلح میری صلح ہے اور نچلے جسم میں قدم ہوتے ہیں اور قدم میدانِ جہاد میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے حسینؑ کی جنگ میری جنگ ہے۔ ایک حضرت امام حسین علیہ السلام اور ایک حضرت امام حسن علیہ السلام دونوں مل کر رسولؐ کا مکمل جسم بنے۔ اسی طرح علی علیہ السلام کی شخصیت دو حصوں میں منقسم ہے:

① اگر علی علیہ السلام کے تقویٰ کو دیکھنا ہے، علی علیہ السلام کی عبادت کو دیکھنا ہے، علی علیہ السلام کے علم کو دیکھنا ہے، علی علیہ السلام کی شجاعت کو دیکھنا ہے اور علی علیہ السلام کی خطابت کو دیکھنا ہے تو حسین علیہ السلام کو دیکھ لو۔

② اگر تلوار چلانے کا مظاہرہ دیکھنا ہو تو حضرت عباس علیہ السلام کے جہاد کو دیکھ لو۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ (معاذ اللہ) حضرت امام حسین علیہ السلام تلوار چلانا نہیں جانتے۔

عصر عاشور جو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس وقت جہاد کیا جب اکبر علیہ السلام شہید ہو گئے' قاسم علیہ السلام شہید ہو گئے' یہاں تک اصغر علیہ السلام بھی شہید کر دیے گئے تو وہ جہاد وہ تھا کہ جب فوج یزید کوفہ کی سرحدوں سے جا لگی۔

عباس علیہ السلام نے جب خطبہ دیا۔

ایک ہی خطبہ حضرت عباس علیہ السلام کا تاریخ میں ملتا ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السلام نے خطبہ دیا تو لوگوں کو علی علیہ السلام یاد آ گئے۔

حضرت عباس علیہ السلام کے خطبے کا ایک جملہ!

اب یہ جملہ کہنے سے پہلے اپنی طرف سے ایک سوال مجمع کے سامنے رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں ذاکری اور خطابت کے دو نکتے بہت مشہور ہیں اور جو بالکل حق پر مبنی ہیں۔

دو جملے!

تاریخ میں سب سے پہلے یہ دو جملے کس نے استعمال کیے؟

فضائل علیؑ کے یہ دو نکتے کس نے بیان کیے؟

بہر حال!

آٹھ ذوالحجہ کو آقا حسین علیہ السلام جب اپنے حج کو عمرہ میں بدل کر کربلا جانے لگے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوئی خطاب نہ کیا بلکہ یہ ذمہ داری حضرت عباس علیہ السلام کے سپرد کی۔ یہ بالکل شب ہجرت والا منظر ہے کہ جب شب ہجرت رسولؐ خدا ﷺ کچھ نہ بولے بلکہ یہ ذمہ داری مولا علیؑ کو دی گئی کہ جب صبح کو مولاؑ کے اوپر چادر ہٹائی گئی تو کسی نے پوچھا: یا علیؑ! رسولؐ کہاں گئے؟

اس وقت مولاؑ نے ان کو جواب دیا اور ایسا جواب دیا کہ وہ سب لا جواب ہو گئے، لیکن آج وہی علی علیہ السلام والا فریضہ حضرت عباس علیہ السلام ادا کر رہے ہیں۔

علی علیہ السلام کے بیٹے ہیں، علی علیہ السلام کے لختِ جگر ہیں۔

خالی!

حضرت زینبؑ ہی زین اَب نہیں ہیں، بلکہ حضرت عباس علیہ السلام بھی زین اَب ہیں۔ چنانچہ یہ فریضہ حضرت عباس علیہ السلام کا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہجرت کر رہے ہیں اور مقصدِ ہجرت کو حضرت عباس علیہ السلام بتا رہے ہیں اور حضرت عباس علیہ السلام خانہ کعبہ کی چھت کے اُوپر چڑھے، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مقامِ ابراہیمؑ نامی پتھر پر کھڑے تھے۔ اب وہی لیول (level) حضرت عباس علیہ السلام کا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کو بناتے وقت کعبہ کی چھت کے برابر پتھر ہے وہاں کھڑے ہیں اور حضرت عباس علیہ السلام کعبہ بچاتے وقت کعبہ کی چھت پر ہیں اور ایک خطبہ دیا اور بڑے عجیب انداز سے دیا جو آج کے multimedia کا ایک بہت اہم اُصول ہے، لیکن یہ آج کی مجلس میں اتنی ساری باتیں مناسب نہیں ہیں صرف دو جملے بیان کرنے ہیں۔

پہلا جملہ آقا حسین علیہ السلام کو دیکھ کر اس مجمع میں جو سارا حاجیوں کا مجمع ہے اسی میں وہ لوگ بھی ہیں جو تلواریں لے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کو دورانِ حج شہید کرنے کے لیے آئے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے حج کو عمرہ میں بدلا اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے احترامِ کعبہ ضائع ہو۔ وہ مجمع تھا جو مخالف بھی تھا اور خون کا پیاسا بھی تھا۔

اب حضرت عباس علیہ السلام کعبہ کی چھت پر آئے' سارا مجمع رُک گیا' طواف رُک گیا' حضرت امام حسین علیہ السلام کی وجہ سے نماز روک دی جاتی ہے اور حضرت عباس علیہ السلام کی وجہ سے طواف روکا جاتا ہے اور ایک بار حضرت عباس علیہ السلام نے مجمع پر نگاہ ڈالی اور پھر ایک عجیب جملہ کہا کہ جو ذاکری اور شاعری دونوں میں بہت مشہور ہے۔

بتانا یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ جملہ مولا علی علیہ السلام کی فضیلت میں کس نے کہا؟

خانۂ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر حضرت عباس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی شَرَّفَ هٰذَا بِقُدُومِ اَبِیهِ

"ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے کعبہ کو یہ شرف بخشا کہ حضرت امام حسینؑ کے بابا اس میں تشریف لائے"۔

(نعرۂ حیدری)

یہ علی علیہ السلام کا شرف نہیں کہ علی علیہ السلام کعبہ میں آئے' بلکہ یہ شرف کعبہ کو حاصل ہوا کہ علیؑ جیسا انسان اس میں پیدا ہوا۔

دیکھیے!

کعبہ ہمارے موضوع "تزکیۂ نفس" میں شامل ہے' کیوں کہ کعبہ کے لیے قرآن نے کہا:

هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۂ آل عمران آیت ۹۶)

"یہ ساری کائنات کا ہادی ہے۔"

تزکیۂ نفس وہی کر سکتا ہے جو خود ہادی ہو' جو دوسرے کا محتاج ہو وہ تزکیۂ نفس نہیں کر سکتا۔

قرآن کہہ رہا ہے کہ کعبہ بنا قبلہ اور تاریخ بتا رہی ہے کہ کعبہ ایک طویل عرصے تک قبلہ نہ بن پایا اس لیے کہ وہاں بت رکھے تھے۔

ہمارے علما کہتے ہیں: نہیں! کعبہ قبلہ تو تھا لیکن قبلہ بنا نہیں تھا' کیوں کہ اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ خالی قبلہ بنانے سے کوئی قبلہ نہیں بنتا جب تک کہ اس میں روح نہ ڈالی جائے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ (سورۂ ص، آیت ۷۲، سورۂ حجر، آیت ۲۹)

"اے فرشتو! میں آدمؑ کا پتلا بنا رہا ہوں یہ تمھارا قبلہ ہے' لیکن خبردار! ابھی اس کو سجدہ نہ کرنا۔"

نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي

"جب میں اس میں اپنی روح ڈالوں گا۔"

فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ

"پھر تم سب کے سب سجدے میں گر جانا۔"

کعبہ بن جانا کافی نہیں ہے جب تک کہ روحِ کعبہ اس کے اندر نہ آئے اور کعبہ کی روح علیؑ ہے (نعرۂ حیدری)۔

ہمارے وہ علمائے کرام' ذاکرین عظام' شعرائے کرام اور قصیدہ خواں جنھوں نے مولاؑ کے ان فضائل کو صدیوں پہلے بیان کیا اور شعر میں قلم بند کیا یقیناً اس وقت وہ تمام مولا علیؑ کے جوار میں ہوں گے' اس لیے یہ جملہ ان کا تو ہے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ ہم اس جملے کی تاریخ بیان کر رہے ہیں کہ پہلی بار یہ کس نے کہا تھا کہ کعبہ اس

وقت تک قبلہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اس میں روحِ کعبہ نہ آ جائے۔

یہ کسی عالم نے نہیں کہا' یہ کسی ذاکر نے نہیں کہا' کسی خطیب نے نہیں کہا' کسی شاعر نے نہیں کہا' کسی قصیدہ خواں نے نہیں کہا' بلکہ سب سے پہلے یہ جملہ مولا عباسؑ نے کہا۔ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر کہا اور مخالفین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

آج صرف حضرت عباس علیہ السلام کے دو جملے!

پہلا جملہ:

اَلحَمدُلِلّٰهِ الَّذِی شَرَّفَ هٰذَا بِقُدُومِ اَبِیهِ

''ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے کعبہ کو یہ شرف اور رُتبہ بخشا کہ امام حسین علیہ السلام کے بابا اس میں آئے۔''

دوسرا جملہ:

وَمَن کَانَ بِالاَمسِ بَیتًا صَارَ قِبلَةً

''جو علیؑ کے آنے سے پہلے ایک عام سا گھر تھا لیکن علیؑ کے آنے سے وہ کائنات کا قبلہ قرار پایا'' (نعرۂ حیدری)۔

اس کے بعد حضرت عباس علیہ السلام نے فضائل کے دو اور بہت اہم جملے کہے اور پھر ایک پیغام (message) دیا۔

آج صرف اتنا کہنا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کا یہ خطبہ ہمیں حضرت ابراہیمؑ کا وہ سوال یاد دلاتا ہے کہ خداوندا! زمین و آسمان کے بیچ میں مجھے یہاں کیوں روک دیا ہے؟

فرمایا: ابراہیمؑ! اس لیے روک دیا تا کہ جو کعبہ تم نے بنا لیا ہے اب اس کعبہ کے حوالے سے یہ پیغام بھی دے کہ یہ کعبہ کیوں بنایا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی پتھر پر کھڑے کھڑے پانچ دعائیں کیں۔

پہلی دعا تو ہر ایک کو یاد ہے اور وہ یہ ہے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۷)

"اے ہمارے پروردگار! ہماری (یہ خدمت) قبول فرما۔ بے شک تُو ہی (دعا کا) سننے والا اور (نیت) کا جاننے والا ہے۔"

قرآن کی آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا' تو قرآن میں یہ ساری دعائیں موجود ہیں اور آخری دعا میرا اس وقت کا موضوع ہے۔

پانچویں اور آخری دعا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

"اے خدا! (کعبہ بن گیا) اس لیے ان کے درمیان ایک رسول بھیج۔"

کعبہ میں نے بنایا یہ میرا کام اور رسول اور امام بھیجنا یہ تیرا کام۔

انسانوں کے بنانے سے کوئی رسول نہیں بنتا' انسانوں کے بنانے سے کوئی امام نہیں بنتا' بلکہ انسانوں کے بنانے سے صرف اور صرف ایک بت تو بن سکتا ہے مگر کچھ اور نہیں بن سکتا۔

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

"کعبہ میں نے بنا لیا' رسول تُو بھیج"

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

"جو تیری آیتوں کی تلاوت کرے"

وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

"اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے"

وَ يُزَكِّيْهِمْ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

"اور ان کے نفس کو پاک کرے"

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

"بے شک تو ہی صاحب تدبیر ہے۔"

خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا۔

ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (سورۂ جمعہ آیت ۲)

"وہی تو ہے جس نے مکہ والوں میں ان ہی کا ایک رسولؐ (محمدؐ) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے ہیں"......

جو لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استعمال کیے تھے یعنی انھوں نے کہا تھا:

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

وہی لفظ خدا نے بھی استعمال کیے لیکن اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی ترتیب بدل دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۹)

"وہ تیری آیتوں کی تلاوت کرے"۔

خدا نے بھی کہا:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ (سورۂ جمعہ، آیت ۲)

"یقیناً یہ رسولؐ میری آیتوں کی تلاوت کرے گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۹)

"وہ رسولؐ اُنھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔"

خدا نے فرمایا: یہ ترتیب مناسب نہیں ہے بلکہ ترتیب یہ مناسب ہے:

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۂ جمعہ، آیت ۲)

"پہلے وہ رسولؐ ان کو پاک کرے گا اور پھر کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ایک مرتبہ سن لیں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۹)

"اے ہمارے پالنے والے! (مکہ والوں میں) انھی میں سے

ایک رسول کو بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور آسمانی
کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے اور (ان کے نفوس) کو پاکیزہ
کر دے۔ بے شک تو ہی صاحب تدبیر ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ پہلے کتاب اور حکمت کی تعلیم اور پھر نفس کو پاک کرے۔

خدا نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

"وہی تو ہے جس نے مکہ والوں میں ان ہی کا ایک رسول (محمدؐ) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں"......

کتاب کیا چیز ہے؟

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ (سورہ نمل آیت ۴۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے دربار میں تشریف فرما ہیں اور ملکہ بلقیس کو بلانا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں: کون ہے جو لے کر آئے گا؟

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ (سورہ نمل آیت ۳۹)

"جنوں میں سے ایک عفریت جن نے عرض کیا: میں لے کر

آؤں گا۔ اس سے پہلے کہ آپؑ دربار برخاست کریں۔"

آخر میں حضرت آصف ابن برخیا بول اُٹھے:

اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ (سورۂ نمل، آیت ۴۰)

"میں اسے پلک جھپکنے سے پہلے لے کر آؤں گا۔"

کیسے لائیں گے؟

خدا کہتا ہے:

الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ (سورۂ نمل، آیت ۴۰)

"جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔"

لفظ "مِّنۡ" یاد رکھیے گا!

نہج البلاغہ کے جس خطبے کی سرخی میں "مِّنۡ" آ جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ یہ مکمل خطبہ نہیں ہے، بلکہ خطبے کا ایک حصہ ہے:

الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ (سورۂ نمل، آیت ۴۰)

"جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔"

کتاب کا کچھ علم جس کے پاس ہو تو وہ پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ سبا کا تخت لے کر آ گیا اور جس کے پاس پوری کتاب موجود ہو تو کائنات میں تصرف نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا؟ اگر وہ ڈوبتے ہوئے سورج کو اشارہ کرے اور سورج پلٹ کر آ جائے تو تعجب نہ کرنا، چاند کو اشارہ کرے اور دو ٹکڑے ہو جائے تو تعجب نہ کرنا، مردے کی جانب اشارہ کرے اور وہ زندہ ہو جائے تو تعجب نہ کرنا (نعرۂ حیدری)۔

اب جو رسولؐ کی ذمہ داری بتائی جا رہی ہے وہاں لفظ "مِّنۡ" نہیں بلکہ ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۂ جمعہ آیت ۲)

"یہ پوری کتاب کی تعلیم دے گا۔"

اب جن کو کتاب کی تعلیم دی جا رہی ہے وہ کون ہیں؟ کیا ہم اور آپ ہیں؟ اگر نفس پاک نہ ہو اور اتنی طاقت ور چیز ہم کو مل جائے؟ جس کے پاس کتاب کا علم آ جائے تو وہ چاند کے دو ٹکڑے کر سکتا ہے' ڈوبتے ہوئے سورج کو پلٹا سکتا ہے۔ یہ مولا علی علیہ السلام کے معجزات نہیں ہیں بلکہ یہ تو علیؑ کا اختیار ہے اور علیؑ تو پھر علیؑ ہے۔ ایسے معجزات تو علیؑ کے غلام بھی دکھا سکتے ہیں۔

تاریخ میں حضرت قنبر رضی اللہ عنہ کے معجزات ہیں' حضرت میثم تمار رضی اللہ عنہ کے معجزات ہیں' حضرت کمیل رضی اللہ عنہ کے معجزات ہیں' حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ کے معجزات ہیں جیسا کہ میں نے پہلی یا دوسری مجلس میں کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جی علیؑ کو تو قیامت تک کا علم تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علم تو میثم تمار رضی اللہ عنہ کو بھی تھا' مولا علی علیہ السلام کو تو ہم سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں۔

جس کا نفس پاک نہ ہو اُسے دولت سے محبت' اُسے اقتدار سے محبت' وہ عورتوں اور مردوں کے چکروں میں پڑا رہتا ہے' وہ دوسروں کو ذلیل اور دوسروں کی توہین کرنا چاہتا ہے اور کتاب کا علم اگر ایسے خطرناک آدمی کو دے دیا جائے تو وہ کیا کرے گا؟ وہ اس کتاب کے علم کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ کتاب کے علم کی مدد سے وہ سونے اور چاندی کے ذخیرے لگائے گا۔

یاد رکھیے!

جن کے پاس یہ طاقت نہیں ہے وہ تڑپتے رہتے ہیں' تاکہ سونے اور چاندی

کے ذخیرے جمع کریں اور جس کے پاس یہ طاقت ہوتی ہے۔ اگر نفس پاک ہے تو اس کے پاس سونے اور چاندی کے ذخیرے ہوں بھی سہی تو وہ اسلام کی خاطر ان کو لٹا دیتا ہے جیسے اُمّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے پاس سونے اور چاندی کے ذخیرے تھے جو اُنھوں نے اسلام کی خاطر قربان کر دیے۔

بہت ہی مختصر ایک جملہ کہہ دوں!

دیکھیے!

جو چیز ہم میں آتی ہے اس کو کہتے ہیں "تزکیہ نفس" یعنی نفس کا پاک ہونا اور یہی چیز جب رسول اور امام میں آتی ہے تو اس کو کہتے ہیں عصمت۔ ہمارا نفس آخری منزل پر جا کر خالی پاک ہوگا معصوم نہیں بنے گا اور اُن کا نفس شروع ہی عصمت کی منزل سے ہوتا ہے۔

رسولِ خدا ﷺ کو تین پیشکشیں کی گئیں۔ قریش کہہ رہے ہیں: اے محمدؐ! تُو نے ہمارے درمیان جھگڑے برپا کر دیے ہیں کیا چاہیے تمھیں؟ اُنھوں نے تین چیزیں پیش کیں:

① اقتدار چاہیے تو ہم تمھیں مکہ کا بادشاہ بناتے ہیں۔

② اگر دولت چاہیے تو سونے اور چاندی کے ذخیرے تمھارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیتے ہیں۔

③ اگر عورت چاہیے تو اشارہ کرو تو بہترین خاندان کی حسین ترین لڑکی سے تمھاری شادی کر دیں گے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ تم پیشکش کر رہے ہو یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اگر تم

میرے ایک ہاتھ پر چاند رکھ دو' ایک ہاتھ پر سورج رکھ دو تب بھی میں حق کا پیغام پہنچانے سے باز نہیں آؤں گا (صلوات)۔

کیا سونا' کیا چاندی' کیا اقتدار' کیا عورت' سب پیغمبر خدا ﷺ نے ٹھکرا دیا۔

تمھیں یاد ہو گا کہ کل میں نے ایک جملہ کہا تھا اور وہ یہ کہ یہ وہ شخصیات ہیں جو حق کی پیروی نہیں کرتیں بلکہ حق ان کے اشاروں پر چلتا ہے۔ چنانچہ رسولؐ نے اگرچہ بطور مثال کہا کہ (ایک ہاتھ پر سورج رکھ دو اور ایک ہاتھ پر چاند رکھ دو) اللہ نے دکھا بھی دیا کہ اس کا ایک ہاتھ اشارہ کرے گا تو ڈوبا ہوا سورج واپس آ جائے گا اور دوسرا ہاتھ اسارہ کرے گا تو چمکتا ہوا چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گا (نعرۂ حیدری)۔

میرا حبیبؐ جو کہتا ہے ویسا ہی حق بن جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر نفس پاک نہ ہو اور سونے اور چاندی کے ذخیرے ہمیں پیش کیے جائیں تو کیا ہم یہی جواب دیں گے کہ نہیں بھئی نہیں چاہئیں یہ سونے چاندی کے ذخیرے' ہمیں تو حق چاہیے؟

ذرا سی اچھی نوکری (job) کی خاطر داڑھیاں منڈھی جاتی ہیں' ذرا سے خاندان کے تعلقات کی خاطر بے حجابی آ جاتی ہے۔

اگر ان کے پاس وہ طاقت آ جائے جو پیغمبر خدا ﷺ اپنی اُمت کو دینا چاہتے ہیں۔

قرآن نے کہا: رسولؐ کی ذمہ داری یہ ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (سورۂ جمعہ آیت ۲)

"انھیں کتاب کی تعلیم دے"۔

کتاب کی خاصیت بھی کئی جگہ پر بتائی کہ اگر یہ پہاڑ پر نازل ہو تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس کے ذریعے سے تو مردوں کو زندہ کیا جا سکتا ہے تو کیا کتاب ایسے آدمی کو دی جائے گی جو ایک بے حجابی کو چھوڑنے کو تیار نہیں' جو ایک job کی خاطر اپنی داڑھی کو منڈھوانے کو تیار ہے' جو ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ بولے اور ذرا ذرا سی بات پر غیبت کرے' ایسے آدمی کو اتنی طاقت ور چیز نہیں دی جائے گی۔

اگر ہم گناہ کے پہلو کی جانب نہ جائیں تو چلیں یہ جملہ کہہ دیں کہ ہم نادان ہیں' ہم نا سمجھ ہیں' ہمیں کیا پتا کہ یہ سونا اور چاندی سانپ اور بچھو سے زیادہ خطرناک ہیں؟

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا گھبرا رہی ہیں خیبر کی فتح پر کہ کہیں درہم و دینار میرے گھر میں نہ آ جائیں۔ ان کو معلوم ہے کہ درہم و دینار کتنی خطرناک چیز ہیں۔

جب ان کو پتا چلا کہ مولا علی علیہ السلام سب کچھ راہِ خدا میں دے کر آئے ہیں تو شکرانے کے سجدے کر رہی ہیں' مگر ہماری عورتوں کا تو یہ مزاج ابھی نہیں ہے' ہم تو اس نادان بچے کی طرح ہیں کہ جو اگر زمین پر بیٹھا کھیل رہا ہے اور چلتے چلتے بچھو آ جائے تو وہ سمجھے گا کہ یہ بھی کوئی کھلونا ہے تو وہ اُٹھا کر اس سے کھیلنے لگ جائے گا۔ ہم اس نا سمجھ بچے کی طرح ہیں کہ اگر ہمارے قریب سے سانپ گزرے تو بچہ سمجھے گا کہ یہ بھی کوئی کھلونا ہے۔ ہم اس بچے کی طرح ہیں کہ جلتی ہوئی آگ کی چمک کو دیکھ کر سمجھے گا یہ بھی کوئی کھلونا ہے۔

جب تک پہلے نفس کو پاک نہ کیا جائے اس وقت تک کتاب کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔

بہر حال!

اب یہاں پر دو باتیں!

ایک اس لیے کہ شبِ جمعہ کا تیسرا پیغام دینا ہے۔

چلیں!

باقی ساری باتیں چھوڑیں!

میں نے مانا کہ داڑھی منڈھوانے سے کچھ مل جاتا ہے۔

خیر!

میں تو اتفاق نہیں کروں گا' بہر حال! لوگ کہتے ہیں کہ مولانا! آپ کو کیا پتا' گھر سے نکلے' جہاز پر بیٹھے' اُڑے' اُترے' امام بارگاہ میں پہنچے' مجلس پڑھی پھر واپس گاڑی میں بیٹھے اور گھر چلے گئے۔ آپ نے سمجھا کہ یہی دنیا ہے؟

اگر ذرا سا بے احترامی سے بات کی تو کہا: دنیا چاند پر جا رہی ہے ہمارے مولوی اب تک زمین پر پھر رہے ہیں۔

چلیں!

میں نے مانا کہ جو داڑھی کی بات میں کرتا ہوں اور مجھے نہیں پتا کہ دنیا میں داڑھی رکھنا کتنا مشکل ہے۔

میں نے مان لیا کہ حجاب کرنا بہت مشکل ہے۔

چلیں!

میں نے مان لیا تو جن چیزوں میں ذرا سا بھی فائدہ نہیں ہے۔

بھئی!

فجر کی نماز قضا کر لی' لیکن ایک نیند تو مل گئی۔ داڑھی آپ نے مونڈھ لی تو job مل گئی اور اگر job نہ سہی تو بیوی مل گئی۔ اب حجاب کے بغیر لے کر بیوی کو گئے تو لوگوں نے کہا: واہ! یعنی یہ بھی لوگ ایسے محسوس کرتے ہیں جیسے اُن کی عزت ہو رہی ہے۔

چلیں!

مان لیا لیکن facebook میں کیا مل رہا ہے؟ وقت بھی ضائع ہو رہا ہے اور گم راہ بھی ہو رہے ہیں۔

بہر حال!

میں بات یہ کر رہا ہوں کہ کیا ایسے لوگوں کو اللہ' رسول یا امام' کتاب کا علم دے سکتے ہیں جو ایک facebook کو اسلامی بنانے کو تیار نہیں ہیں اپنے اس مزے کی خاطر جس میں سراسر نقصان ہے۔ اب جب میں یہ بات زیادہ کہتا ہوں تو لوگ جگر مرادآبادی کا شعر پڑھ دیتے ہیں۔

ایک آدمی جگر مرادآبادی تھے۔ ان کا ایک جملہ ہے' شراب کے بارے میں کہتے ہیں:

ہائے ظالم! تُو نے پی ہی نہیں

مولانا! کبھی آیئے گا facebook پر تب پتا چلے گا کہ facebook کا کیا مزہ ہوتا ہے۔

بہر حال!

ایک آخری جملہ کہہ کر میں بات کو اختتام تک لے جاؤں!

ہماری شادیاں جتنے بے ہودہ اور غیر اسلامی طریقے سے ہوتی ہیں اس کے لیے میں نے ایک جملہ بھی کہا تھا اور وہ یہ کہ لگتا ہے شیطان نے شادی نہیں رکھی' بلکہ گناہوں کا ایک پیکیج بنا کر ہماری عوام کو دیا ہے کہ اتنے گناہ کیے جاتے ہیں کہ جن کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

دیکھیے!

آپ اس جملے کا نتیجہ یہ نہ نکالیے گا کہ شادی کو میں منع کر رہا ہوں۔ شادی تو کرنا ہی کرنا ہے۔ ہم شادی کے مخالف نہیں ہیں' بلکہ ہم تو ان غیر اسلامی رسومات کے خلاف بولتے ہیں' اس گانے بجانے کے خلاف بولتے ہیں' بے حجابی کی مخالفت کرتے ہیں اور اس اِسراف کی مخالفت میں بولتے ہیں۔

اسی طرح جب ہم facebook کے خلاف بولتے ہیں تو ہم facebook کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ان طریقوں کے خلاف ہیں جو غلط طریقے استعمال کر کے facebook سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ facebook استعمال کریں' لیکن اسلامی حدود کے اندر رہ کر استعمال کریں۔ یہ ہوتا ہے جہاد۔

## ذکرِ مصائب: حضرت زینبؑ کا جہاد

یاد رکھیے گا!

یہ پیغام آپ کو facebook خود نہیں دے گی' اپنی مخالفت کون کرتا۔

بلکہ یہ سارے پیغام ابھی آپ کو ملیں گے انھی عزا خانوں سے۔

سنیں!

کربلا نے ہمیں ایک عجیب مزاج دیا' وہ اس طرح کہ عام زندگی میں آدمی ذمہ داریاں دوسروں پر ڈالتا ہے' لیکن کربلا کا مزاج یہ ہے کہ ہر آدمی پریشان ہے کہ مجھے آقا نے کوئی ذمہ داری کیوں نہیں دی؟ مجھے ذمہ داری چاہیے' مجھے کربلا کے جہاد میں حصہ لینا چاہیے۔

خالی!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کا واقعہ نہیں ہے کہ وہ پرندہ اس آگ پر دو قطرے پانی ٹپکا رہا ہے کہ یہ میں آگ نہیں بجھا رہا ہوں۔ یہ میرا کام نہیں ہے بلکہ میں تو قیامت کے دن کے اس سوال کا جواب تیار کر رہا ہوں کہ جب تمھارے سامنے آگ جل رہی تھی اور نبیؑ خدا آگ میں پھینکا جا رہا تھا تو تم نے اس وقت نبیؑ کو بچانے کے لیے کتنی قربانی دی؟

کربلا نے یہ مزاج ہمیں سمجھایا کہ بوڑھا ہے تو پریشان' بچہ ہے تو پریشان' مرد ہے تو پریشان' عورت ہے تو پریشان' کہ اس میں ہمارا کوئی حصہ ہے کہ نہیں؟

چنانچہ!

جب کربلا کے جہاد کے اس مرحلے میں مصروف تھا تو نفس کا تزکیہ کر رہا تھا۔

یہ نفس کا تزکیہ اتنی اہم چیز ہے کہ آقا حسین علیہ السلام نے یہ بتایا کہ جہاد ہمیں کل کرنا ہے لیکن آج کی پوری رات عبادت میں گزاری جائے گی۔

عبادت ہی تو نفس کا تزکیہ کرتی ہے نا؟ عبادت ہی تو نفس کو پاک کرتی

ہے نا؟

نفس کیسے پاک ہوتا ہے؟

نفس انھی سجدوں سے پاک ہوتا ہے۔

کربلا کا پیغام کہ جب ہر آدمی عبادت میں لگا ہے تو حضرت قاسم علیہ السلام مصلّے سے اُٹھ کر آ گئے۔

عرض کیا: چچا جان! کل کے جہاد میں میرا فریضہ کیا ہے؟

ہم نے ایک بوڑھے صحابیؓ کا جملہ سنا ہے جس سے تلوار تک نہیں اُٹھائی جاتی وہ آ کر عرض کرتا ہے: مولاؑ! کل کے جہاد میں میری ذمہ داری کیا ہے؟

پیغمبر اسلام ﷺ کے اس ضعیف صحابیؓ نے کم زور ہونے کے باوجود بھی جہاد میں اس لیے حصّہ لینا چاہا' تا کہ آلِ محمدؐ کی خوشنودی حاصل کر سکوں۔

عرض کیا: میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں بھی حصّہ لوں' لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔

امامؑ نے فرمایا: ایسا کرو میں نماز پڑھتا ہوں' تم میرے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہو جاؤ اور جتنے تیر آئیں انھیں اپنے سینے پر روک لو۔

آقا نے نوے سال کے بوڑھے صحابی کو ذمہ داری بتا دی اور تو اور جو مشہور روایت ہے کہ جب امامؑ نے آخری استغاثہ کیا تب علی اصغر علیہ السلام نے اپنے آپ کو گہوارے سے گرا دیا کہ بابا! کربلا کے مجاہدوں میں مَیں بھی شامل ہوں' چھے مہینے کا ہوں تو کیا ہوا مَیں نے بھی جہاد میں حصّہ لینا ہے۔

دیکھیے!

کربلا نے یہ فکر اور مزاج دیا' تزکیہ نفس کی منزل ہو' تعمیر کعبہ کی منزل ہو'

قربانیاں دینے کا مرحلہ ہو۔ خطیب اکبر حضرت علامہ رشید ترابی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی مشہور ترین تقریر جس کا عنوان ہے "یقین"۔ اس میں بھی تو کہا گیا کہ حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا کہ بیٹے کو ذبح کرو' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے حکم نہیں تھا' لیکن باپ نے پھر بھی بیٹے کو بتایا۔

پوچھا: بیٹا! تیری رائے کیا ہے؟

صرف اس لیے کہ بیٹے کا حصّہ بھی اس جہاد میں قرار پائے۔ پہلے بتایا تاکہ بیٹا بھی اس ثواب میں شریک ہو جائے۔ یہ کربلا نے مزاج بتایا جس کے دو جملے کہ ہر جہاد میں ہر مومن کو سوچنا ہے کہ میرا حصّہ کیا ہے اور جو ثواب دوسرے لے رہے ہیں تو خالی دوسرے کیوں لے رہے ہیں' میں کیوں نہ لوں؟

بہر حال!

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ ہماری وجہ سے یہ عزاداری باقی ہے اور اگر ہم نہ ہوں گے تو یہ عزاداری ختم ہو جائے گی۔

نہیں!

نہ عزاداری ہم نے قائم کی ہے اور نہ ہماری وجہ سے عزاداری باقی ہے' بلکہ عزاداری کو قائم کرنے والا بھی کوئی ہے اور عزاداری کو بچانے والا بھی کوئی ہے' ہمارا تو مسئلہ یہ ہے کہ اس میں ہمارا بھی کچھ حصّہ پڑ جائے۔

ایک فہرست اس وقت تیار ہو رہی ہے اور ایک فہرست (list) قیامت کے دن تیار ہو گی' قیامت کے دن پروردگارِ عالم ایک فہرست بنائے گا کہ کون کون ہیں جنھوں نے میرے دین کی خدمت عزاداری سے کی؟ ان کے نام لکھو یا لکھے گئے ہیں

تو وہ نام لے کر آؤ اور ایک فہرست ابھی بن رہی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا دیکھتی ہیں کہ میرے لالؑ کی عزاداری میں کون آدمی کس طرح سے حصّہ لے رہا ہے۔ یہ نام حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا یاد کر رہی ہیں۔ ہماری بخشش حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کرانی ہے۔

یہ ہر آدمی کو سوچنا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ عزاداری ہم نے قائم نہیں کی۔ ہمارا ذرا سا بھی حصّہ اس میں آ جائے تو ہمارا بیڑا پار ہے' دنیا بھی بن گئی اور آخرت بھی سنور گئی۔ یہی آنسو ہیں جو ہمارے نفس کو پاک کرتے ہیں۔

بس!

کربلا میں بچوں کی پریشانی میں نے بتائی کہ اس میں ہمارا کیا حصّہ ہو گا' علی اصغرؑ نے گہوارے سے اپنے آپ کو گرا کر بابا! کو یاد کرایا' قاسمؑ نے مصلیٰ چھوڑ کر چچاؑ کے پہلو میں بیٹھ کر یاد دلایا' بوڑھے لوگوں نے آقا کے پاس جا کر کہا اور عورتیں جن کے حوالے سے تو جملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گھر میں بیٹھنے والیاں ہیں' انھیں بھی یاد ہے کہ کربلا کا جہاد ایسا عظیم ہے کہ اس میں ہمارا بھی حصّہ ہے۔

۲۸ رجب کو جب آقا حسین علیہ السلام مدینے سے نکل رہے تھے تو صرف خاندان والوں کو یہ بات معلوم تھی' لیکن خاندان کے کچھ بڑے بزرگ آئے' ان میں سے کچھ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی طرح تھے۔ معلوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو کربلا جانا ہے' کوئی سوال نہیں' کچھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح سے تھے' بہت قریب ہیں اس خاندان کے۔

اُنھوں نے کہا: اے حسینؑ! میں نے تیرے بابا! کا زمانہ بھی دیکھا ہے اور

تیرے بھائیؑ کا زمانہ بھی دیکھا ہے' تیرے جہاد سے میں تجھ کو نہیں روک رہا' جاتا ہے تو ضرور جا' لیکن ان خواتین کو لے کر نہ جا۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا: اے ابن عباسؓ! میرا جہاد تو اس وقت تک کام یاب ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میری بہنیں میرے ساتھ نہ ہوں۔

مقتل کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ امامؑ کے جواب سے پہلے پردے سے حضرت زینبؑ کی آواز آئی: اے ابن عباسؓ! بہن کے مرنے کی دعا کر رہا ہے۔

ارے! بھائی سے الگ ہو کر زینبؑ زندہ ہی نہیں رہ سکتی۔

واقعاً!

حضرت زینبؑ کو جو اپنے بھائی سے محبت تھی' وہ اس انداز کی تھی کہ زینبؑ اپنے بھائی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی ہے۔

یہ جملہ مدینے میں حضرت زینبؑ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا اور یہی جملہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے مکہ میں حضرت عبداللہؓ ابن جعفر طیار علیہ السلام سے کہا۔

جب حضرت زینبؑ کو پتا چلا کہ میرا شوہر مجھ سے ملنے آیا ہے تو دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ واپسی کی بات کرے' اس سے پہلے کہ حضرت عبداللہ علیہ السلام کچھ کہیں کہ حضرت زینبؑ نے تڑپ کر کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اگر تو مجھے لینے آیا ہے تو اب زینبؑ تو نہیں جا سکتی۔ زینبؑ کا لاشہ جائے گا' بھائی سے الگ ہو کر بہن زندہ ہی نہیں رہ سکتی۔

میں کہوں گا: شہزادیؑ! عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خالی ایک رائے دی تھی

اور عبداللہؓ ابن جعفر طیار علیہ السلام تو کچھ بولے ہی نہیں بلکہ آپؑ کے ذہن میں ایک خیال آ گیا تو آپؑ تڑپ گئیں کہ بھائی سے جدا ہو کر بہن زندہ نہیں رہ سکتی لیکن جب عصر عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا ہو گا: زینبؑ! میرا آخری سلام قبول کرو آج بہن اور بھائی کا ساتھ چھوٹ رہا ہے۔

کیا قیامت زینبؑ پر گزری ہو گی لیکن نہیں وہی جو آج میری مجلس کا آخری حصہ تھا کہ نہیں بھائی اور بہن کی جدائی ہو تو زینبؑ مر جائے لیکن اگر پتا چلے کہ بھائی کا مشن میرے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا تو عصر عاشور ایک نئی زینبؑ ہمارے سامنے آئی۔

میں اکثر جملہ کہا کرتا ہوں!

عاشور کی سہ پہر تک زینبؑ گھر میں بیٹھنے والی فاطمہ زہراؑ کی جانشین زینبؑ تھی لیکن عصر عاشور کے بعد زینبؑ "زینبؑ" نہ رہی بلکہ اب زینبؑ کبھی حسینؑ بنی اب زینبؑ کبھی اکبرؑ بنی اب زینبؑ کبھی عباسؑ بنی۔ جیسا وقت تھا ویسا زینبؑ کا جہاد تھا۔ اگر شام غریباں کے وقت ایک گھوڑے سوار آتا ہوا نظر آیا تو جلال کے عالم میں آگے بڑھی اور کہا: میں پہرا دے رہی ہوں بہت بوڑھی اور ضعیف تو ہوں لیکن عباسؑ کی بہن ہوں تجھے آگے نہ بڑھنے دوں گی۔

شام غریباں میں زینبؑ "عباسؑ" بنی اور جب بازار کوفہ میں خطاب کا وقت آیا تو زینبؑ "حسینؑ" بن کر اس طرح کا خطبہ دے رہی ہے جیسے صبح عاشور عمر ابن سعد کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السلام نے خطبہ دیا۔ زینبؑ "زینبؑ" نہ رہی۔

دانش مند لوگ کہتے ہیں: تین مصیبتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی آ جائے تو انسان پاگل ہو جاتا ہے:

① اگر کسی کا جوان بیٹا اس کی آنکھوں کے سامنے مر رہا ہو تو آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔

② اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جائے اور اس کے بچے آگ میں پھنسے ہوئے ہوں۔

③ اگر کسی جگہ پر زلزلہ آ جائے تو مائیں گود کے بچوں کو پھینک کر بھاگتی ہیں۔

ہمارا سلام ہو علیؑ کی بیٹی زینبؑ پر!

میدانِ کربلا میں ایک بھی نہیں؛ دو بھی نہیں بلکہ تینوں مصیبتیں ایک ساتھ آئیں۔ ایک لاشہ نہیں بلکہ خاندان کی اٹھارہ لاشوں کے درمیان زینبؑ کھڑی ہے۔

ایک خیمہ نہیں بلکہ سارے خیمے اس طرح جل رہے ہیں کہ حضرت سکینہؑ کے کرتے تک میں آگ لگ چکی ہے اور زمین کربلا پر زلزلہ ہے لیکن اللہ! اللہ! وہ صبر و استقامت ہے حضرت زینبؑ کا اور یہ عام صبر نہیں ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت علامہ حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ ایک جملہ کہا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کربلا میں حسین علیہ السلام ذبح ہوئے تو حضرت زینبؑ قیدی بن کر کوفہ اور شام گئی؟

قبلہ فرماتے تھے: یہ غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی ذبح ہوئے اور حضرت زینبؑ بھی ذبح ہوئیں۔ کیوں کہ اسلام میں ہر چیز کے ذبح کا طریقہ الگ الگ ہے۔ جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گردن کاٹو اور مچھلی کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی سے باہر نکال دو۔

ارے!

وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذبح ہونا تھا کہ گردن پر خنجر چل رہا ہے اور یہ زینبؑ کا ذبح ہونا تھا کہ سر سے چادر چھن رہی ہے۔

خالی!

اتنا ہی نہیں بلکہ ظالموں کو زینبؑ کو چلتے ہوئے اُونٹ سے گرانا پڑا۔

عزادارو!

جب یہ قافلہ شام میں داخل ہوا تو راوی نے دو چیزیں دیکھی تھیں: زینبؑ کے سر کو خون سے بھرا دیکھا۔

مولا سجاد علیہ السلام نے جواب نہ دیا۔

راوی کہتا ہے: شہزادیؑ کا سارا چہرہ زخمی ہے اور چہرے پر بھی خون جاری ہوا۔ اس کا جواب سجادؑ نہ دے سکا وہ تو مختارؓ کے دربار میں خولی نے کہا۔

جب مختار رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو نے کربلا میں کیا کیا؟

خولی نے کہا: میں ذرا دیر سے آیا تھا' سارا سامان لوٹ لیا گیا لیکن میری نظر ایک بچیؑ کے کانوں میں ڈلے ہوئے گوشواروں پر پڑی۔ جب کوئی ظالم آگے بڑھتا تھا تو وہ گوشوارے چھپا کر کہتی تھی: یہ میرے بابا! کی نشانی ہے' یہ گوشوارے چھوڑ دو۔ ظالموں کو رحم آتا تھا اور وہ گوشوارے چھوڑ جاتے تھے۔ میں نے سوچا کہ میں اپنا نقصان کیوں کروں۔ میں آگے بڑھا' گوشواروں پر ہاتھ رکھا' بچیؑ نے گوشوارے بچانا چاہے' لیکن میں نے اس زور سے جھٹکا دیا کہ بچیؑ کے دونوں کان زخمی ہو گئے اور میں نے گوشوارے حاصل کر لیے۔

میں آگے بڑھا' میں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ ہر بی بیؑ کی چادر چھن گئی تھی' لیکن زینبؑ کے سر پر چادر باقی تھی۔ میں آگے بڑھا اور میں نے چادر زینبؑ پر ہاتھ ڈالا۔ بس! ادھر چادر زینبؑ پر ہاتھ ڈالا' علیؑ کی بیٹی نے چادر کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھاما۔ اب میں چادر چھین رہا تھا آخر تھک گیا' چادر نہ چھین پایا' آخر میں نے اپنے ہاتھ سے کوڑے کو حرکت دی۔ یہ کوڑا زینبؑ کے چہرے پر پڑا۔ خون جاری ہوا' زینبؑ کے ہاتھ سے چادر کا دامن چھوٹ گیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

# مجلسِ پنجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ
اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا
مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ جمعہ آیت ۲)

”وہی تو ہے جس نے مکہ والوں میں اِن ہی کا ایک رسول (محمدؐ) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے ہیں اور اِن کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں، اگرچہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گم راہی میں (پڑے ہوئے) تھے۔“

ایک ہی انداز کی قرآنِ کریم کی ان چار آیتوں میں سے اس عشرہ میں آج آخری مرتبہ تلاوت کی گئی ہے، کل سے انشاء اللہ اسی عنوان تزکیۂ نفس، اس کے طریقے اور اس کے تقاضے اور facebook وغیرہ کے مسائل اسی عنوان پر، مگر مختلف آیتیں تمھاری خدمت میں پیش کی جائیں گی اور یہ یاد دلا دوں کہ سورۂ جمعہ کی یہ آیت آج ہماری پانچویں مجلس میں پہلی بار سرنامہ بنی ہے، چونکہ یہ چار آیتیں قرآن میں ایک دوسرے سے اتنی ملتی جلتی ہیں، دو آیتیں سورۂ بقرہ میں آئی ہیں، تیسری سورۂ آلِ

عمران میں اور چوتھی سورۂ جمعہ میں۔

بہت سے لوگ یہ فرق بھی محسوس نہ کر پائے ہوں گے کہ یہ الگ الگ آیتیں تلاوت کی گئی ہیں۔

پہلی آیت ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

"خدا نے ایمان داروں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے واسطے انھیں کی قوم کا ایک رسولؐ بھیجا جو انھیں خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے نفوس کو پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ پہلے کھلی ہوئی گم راہی میں تھے" (سورۂ آل عمران آیت ۱۶۴)۔

دوسری آیت:

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۂ بقرہ آیت ۱۲۹)

"اے ہمارے پالنے والے! (مکہ والوں) میں انھی میں سے ایک رسولؐ کو بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور آسمانی کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے اور ان کو پاک کر

دے۔ بے شک تو ہی غالب اور صاحب تدبیر ہے۔"

تیسری آیت:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۱)

"جیسے ہم نے تم میں تم ہی کا ایک رسولؐ بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور تمہارے نفوس کو پاک کرے اور تمہیں کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے اور تم کو وہ باتیں بتائے جن کو تم نہیں جانتے۔"

چوتھی آیت:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ جمعہ آیت ۲)

"وہی تو ہے جس نے اُن میں ان سے ہی ایک رسولؐ بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اگرچہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔"

کل کی تقریر کے آخر میں ایک مسئلہ آیا تھا اسی حوالے سے پہلے تو ایک تمہیدی بات کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

قرآنِ کریم کے ترجمے سے صحیح معنوں میں قرآن پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا' ایک خاکہ ذہن میں بنتا ہے۔ ایک اندازہ آدمی کو ہوتا ہے کہ پروردگار کیا ارشاد فرمارہا ہے لیکن جو پیغام کا ایک حسن ہوتا ہے اس کے لیے نا صرف یہ کہ آدمی کو عربی کا علم ہو' بلکہ عربی پر مکمل طور پر عبور حاصل ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ جو تین مثالیں میں پہلے بھی دیتا رہا ہوں کہ ایک ایک لفظ کی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے۔ اگر اسی لفظ سے ملتا جلتا اور اسی لفظ کے معنی کا کوئی لفظ بھی قرآن میں آیا ہے۔ یہاں کے لفظ کو آپ وہاں نہیں رکھ سکتے' وہاں کے لفظ کو یہاں نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح الفاظ کی ترتیب کی بھی اہمیت ہے۔ کل ترتیب کے حوالے سے بات ہوئی تھی کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "یُعَلِّمُهُمُ" پہلے کہا اور "یُزَكِّيهِمْ" بعد میں کہا تو خدا نے یہ ترتیب کیوں بدل دی؟

ایک جگہ بھی نہیں بلکہ تین جگہ خدا نے اس ترتیب کو بدلا' تو یہ قرآن کے سمجھنے کے لیے خالی الفاظ کافی نہیں ہیں۔ وہ جو بہت ہی مشہور ہے اس کی علمائے کرام مثال دیتے ہیں کہ ایک عالم عربی کا ماہر ترین انسان گزرا ہے جس کا نام ہے اصمعی۔ وہ اس آیت کی تلاوت کر رہا ہے:

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

"چور خواہ مرد ہو یا عورت ہو تم ان کے کرتوت کی سزا میں اُن کا ہاتھ کاٹ دو یہ خدا کی طرف سے ان کی سزا ہے اور خدا عزیز اور حکیم ہے" (سورۃ مائدہ' آیت ۳۸)۔

اس نے غلطی سے اس آیت کے آخری لفظ کو پڑھ دیا:

عَزِيزٌ رَّحِيمٌ (سورۂ مائدہ آیت ۳۸)

"اللہ عزیز اور رحیم ہے"۔

جب کہ آیت کے آخر میں یہ لفظ ہے:

عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورۂ مائدہ آیت ۳۸)

قرآنِ کریم میں اللہ کے لیے لفظ رحیم بار بار استعمال ہوا ہے، لیکن جہاں پر رحیم آیا ہے وہاں پر رحیم ہی رہے گا اور جہاں پر حکیم آیا ہے وہاں پر حکیم ہی رہے گا۔

قریب میں ایک بدو عرب بیٹھا ہے، جو کچھ نہیں جانتا' ایک مرتبہ وہ چونکا۔

اس نے کہا: اے شخص! ابھی جو کلام تو پڑھ رہا تھا' شروع میں تو ٹھیک تھا' لیکن آخر میں جا کر ذرا خرابی پیدا ہو گئی ہے۔

کہا: یہ کس کا کلام ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ اللہ کا کلام ہے۔ کہا: اگر اسی طرح ہے جیسے تُو نے پڑھا تو یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ اب اصمعی چونکا۔ اس نے غور کرنا شروع کیا کہ میں کہاں غلطی کر گیا' لیکن فوراً خیال آیا کہ آیت کے آخر میں ہے "حَكِيمٌ" اور میں نے پڑھا ہے "رَّحِيمٌ"۔

خیر!

اس نے دوبارہ آیت پڑھی۔ بدو عرب نے کہا: اب ٹھیک ہے۔ جنگل میں بیٹھنے والا جس کو یہ تک پتا نہیں کہ قرآن کیا ہے۔ اصمعی نے کہا: یہ تُو نے کیسے پہچانا کہ میں غلطی کر گیا؟

اس نے کہا: آیت کا آغاز تھا کہ چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کو کاٹو اگر

اختتام ہو کہ اللہ رحم والا ہے تو حکم کا مقصد ختم ہو جائے گا' وہ جو ایک سزا سنائی جا رہی ہے اس لیے کہ آدمی ڈرے' سزا اس لیے سنائی جا رہی ہے' تاکہ آدمی گناہ سے بچے۔ یہاں پر اگر کہہ دیں کہ اللہ رحیم ہے تو اس آیت کی سمجھ نہیں آئے گی' لیکن جب حکیم کہا تو سمجھ میں آ جاتا ہے کہ ہاں اللہ حکمت والا ہے اگر اللہ ہاتھ کٹوا رہا ہے تو اس کے اندر کوئی نہ کوئی فائدہ معاشرے کے لیے ہے۔

اب یہ قرآن کی ایک ایسی خصوصیت ہے اور اس کے اندر ضمناً ایک دو ایسی باتیں آ گئیں' جنھیں میں لے کر اگر آگے چلوں گا تو آج کی ساری مجلس موضوع سے ہٹ جائے گی' ابھی میں یہاں رُکتا ہوں۔

شیخ جعفر تستری قرآن کریم کی مشہور آیت "نَارٌ حَامِيَةٌ" پر ایک اعتراض کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ قرآن کو "نَارٌ" کے ساتھ "حَامِيَةٌ" کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ خالی کہہ دیتا "نَارٌ" کیونکہ آگ تو ہوتی ہی گرم ہے؟ آخر میں خود ہی جواب دیتے ہیں کہ ہاں! اس لفظ کی بھی ایک اہمیت ہے' اس لیے کہ جب جہنم میں انسان جائے گا تو اسے پتا چلے گا کہ آگ کسے کہتے ہیں۔ دنیا کی آگ اسے ٹھنڈی لگے گی تو اتنی جہنم کی گرم آگ ہو گی۔

معلوم ہی نہیں ہمیں کہ جہنم کیا ہے اور شاید ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے معلوم کرنے کی' اس لیے کہ ہم علیؑ والے ہیں' لیکن ایک ایک لفظ اپنی جگہ پر اہم ہے تو اسی حوالے سے ایک بات کروں۔

ایک سوال آیا ہے کہ کیا قیامت کے دن لوگ ایک دوسرے کو پہچانیں گے؟ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن بھائی بھائی کو نہیں پہچانے گا اور اولاد والدین کو

نہیں پہچانے گی؟

قرآن کی آیت کا جو لفظ آیا ہے اس کو سمجھیں!

یہ خیال بھی غلط ہے کہ قیامت کے دن بھائی بھائی کو نہیں پہچانے گا اور اولاد والدین کو نہیں پہچانے گی۔ پہچانیں گے' قرآن میں یہ لفظ نہیں آیا کہ نہیں پہچانیں گے' بلکہ قرآن میں تو یہ لفظ آیا ہے:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ (سورۂ عبس' آیات ۳۴،۳۵،۳۶)

''اس دن بھائی اپنے بھائی کو دیکھ کر بھاگے گا' اس دن انسان اپنی ماں اور اپنے باپ کو دیکھ کر بھاگے گا اور اپنی بیوی کو دیکھ کر اور اپنی اولاد کو دیکھ کر بھاگے گا۔''

اس آیت میں نہ پہچاننے کا لفظ نہیں ہے' بلکہ لفظ یہ ہے کہ وہ بھاگیں گے اور بھاگنے کا مطلب یہ ہے کہ پہچان کر بھاگیں گے۔ اب راوی نے پوچھ لیا: مولاؑ! ہم کیوں بھاگیں گے؟

امامؑ نے فرمایا: قیامت کا وہ دن ہے کہ جس میں ہر آدمی کو ایک نیکی چاہیے چاہے وہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو۔ جب نامہ اعمال کھولا جائے گا تو نیکی ایک طرف رکھ دی جائے گی اور گناہ ایک طرف رکھ دیے جائیں گے اور پتا نہیں کتنے لوگ ایسے ہوں گے جن کے ترازو کے پلڑے برابر ہو جائیں گے؟ صرف ایک نیکی اور مل جائے تو جنت اور اگر نہیں ملے گی تو جہنم' مقام اعراف' جنت اور جہنم کے درمیان میں ہے۔

اب ایک نیکی اس کو چاہیے جو ترازو کو ذرا سا جھکا دے۔

اس وقت دو باتیں ہوں گی!

پہلی بات یہ کہ خدا کہے گا کہ دیکھ ترازو برابر ہو گیا ہے' کہیں سے ایک نیکی لا سکتا ہے؟

وہ خدا سے پوچھے گا: کتنی بڑی نیکی چاہیے؟ خدا فرمائے گا: بالکل چھوٹی سی نیکی۔ وہ کہے گا: یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے' میرا پورا خاندان' میرے سارے جاننے والے' میرے بھائی' میرے ماں باپ قیامت میں کھڑے ہیں' اتنی سی نیکی تو جس سے بھی مانگوں گا' وہ دے دے گا۔

اُدھر قیامت کے دن کھڑے ہوئے لوگوں کو بھی پتا ہے کہ یہ حساب و کتاب کے لیے گیا ہے' اس کا ترازو نظر آ رہا ہے' واپس کیوں آ رہا ہے' واپس نیکی مانگنے آ رہا ہے' لیکن ہر ایک کو اپنی فکر ہے' ابھی ہمارا نامہ اعمال کھلے گا ایسا نہ ہو کے ہم چھوٹی سی نیکی دے دیں اور معلوم ہو کہ ہمارا ترازو برابر ہے تو کتنا افسوس ہو گا کہ یہ ایک چھوٹی سی نیکی کیوں دی تو اس وقت بھائی بھائی کو دیکھ کر بھاگے گا' اس لیے کہ یہ نیکی مانگنے تو نہیں آ رہا ہے۔ ماں اولاد کو دیکھ کر بھاگے گی' یہ کوئی نیکی مانگنے تو نہیں آ رہا ہے' باپ بیٹے کو دیکھ کر بھاگے گا اور والدین اولاد کو دیکھ کر بھاگیں گے۔

یہ نیکی' دنیا میں کسی بھی نیکی کو کبھی چھوٹا نہ سمجھو' یہ جو ہمارے ہاں چھوٹی چھوٹی نیکیوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور اس کا دوسرا حصہ بھی ہے وہ یہ کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کو اہمیت ہی نہ دی جاتی۔ قیامت کے دن پتا چلے گا کہ جب اللہ اس کے سامنے دو چوائس (choice) رکھے گا ان میں سے ایک یہ ہے کہ یا ایک چھوٹی سی

نیکی لے کر آ جاؤ یا کوئی ایسا عمل دکھاؤ کہ گناہوں میں سے کوئی گناہ مٹ جائے یا کسی کو ڈھونڈ لو جو کہے کہ یہ گناہ میں اپنی گردن پر لے رہا ہوں۔ اس دن کوئی تیار نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو چھوٹا نہ سمجھو۔

بھئی!

سلام کرنے میں پہل کرنا' ایک نیکی ہے جو آپ رسول اسلامؐ کے زمانے کے واقعات سنتے ہیں کہ لوگ باقاعدہ تیار رہتے تھے کہ سب سے پہلے سلام ہم کریں گے۔

روایت میں ہے کہ سلام کی ستر (۷۰) نیکیاں ملتی ہیں۔ جو پہلے سلام کرتا ہے اس کو ۶۹ ملتی ہیں اور ایک نیکی اس کو ملتی ہے جس نے جواب دیا۔

چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی بڑے بڑے کام کرتی ہیں اور چھوٹے چھوٹے گناہ جنہیں ہم بہت ہی معمولی سمجھتے ہیں بڑے کام آئیں گے۔

بہر حال!

بات یہ ہو رہی تھی کہ قرآن میں لفظ آیا ہے بھاگنے کا۔ یہ لفظ نہیں آیا کہ بھائی بھائی کو پہچانے گا نہیں اور یہ بحث تو ضمناً آ گئی ہے۔ اصل بات تو ہو رہی تھی قرآن کے لفظ کے بارے میں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں کہا: پہلے ان کو علم دو اور پھر نفس پاک کرو۔ خدا نے اعلان کر دیا کہ جو رسولؐ ہم نے بھیجا ہے وہ پہلے نفس پاک کرے گا اور بعد میں تعلیم دے گا۔

ابھی میری تقریر میں ماں اور باپ کے بھاگنے کا ذکر آیا کہ دنیا میں وہ ماں ہے جو ہر چیز قربان کردے اولاد کے لیے وہی ماں آخرت میں اپنی جنت قربان نہیں کرے گی' لیکن اس دنیا کے حوالے سے تزکیہ نفس کا اگلا مرحلہ۔

پیغمبر ﷺ کا کام ہے پہلے نفس پاک کرنا' نہ میلا کپڑا اسلام برداشت کرسکتا ہے نہ میلا جسم اسلام برداشت کرسکتا ہے' نہ مسجد کو میلا اسلام دیکھ سکتا ہے اور نہ نفس کا میلا ہونا برداشت کرسکتا ہے اور جو جو نفس کو پاک کرنے کا عمل کرتا ہے اسلام کی نگاہ میں اس کی بہت اہمیت ہے۔

سب سے پہلے تو ماں ہے!

ماں کی جو اتنی اسلام نے اہمیت بتائی ہے آپ میں سے اکثر ایسے ہوں گے جن کے کپڑے ماں دھوتی ہوں گی' جب آپ بہت چھوٹے تھے اور بچے تھے' آپ میں سے اکثر ایسے ہوں گے کہ آپ کے کمرے کی صفائی آپ کی ماں کرتی ہوں گی۔ جب آپ بہت چھوٹے تھے اور بچے تھے۔ آج بڑا ہو گیا ہے نا آدمی' طاقت ور ہو گیا' پلٹ کر کہتا ہے کہ ماں نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟

یہ وہ ماں ہے جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر تمہارا خیال کرتی تھی۔

بہر حال!

جس طرح سے آپ کی ظاہری صفائی کی بچپنے میں ذمہ داری ماں پر ہے بلکہ لوگ اس کو ابھی کہتے ہیں۔ ماں کا پہلا کام یہ ہے کہ بچے کو پاک کرنا اور صاف کرنا لیکن خالی جسم نہیں نفس بھی بلکہ اصل جملہ تو اس سے بھی ہٹ کر ہے۔

اللہ نے بچے کو بھیجا تو گندے نفس کے ساتھ بھیجا یا پاک نفس کے ساتھ؟

معصوم بنا کر بھیجا۔

اب ماں کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کے اُوپر کوئی میل و کچیل، کوئی گرد و غبار نہ آنے پائے ورنہ پہلی ذمہ داری ماں پر آئے گی۔

ماں کا اتنا بڑا احترام بغیر کسی وجہ کے نہیں ہے یعنی میں ایک واقعہ آپ کے سامنے مختصر کر کے پڑھوں اور بات کو آگے بڑھاؤں۔

مختصر بات یہ ہے کہ جو کام رسالت کرتی ہے۔ آپ کے بالغ ہونے کے بعد وہ کام ماں کرتی ہے آپ کی پیدائش سے لے کر آپ کے بالغ ہونے تک۔ رسولؐ نفس پاک کرتا ہے بالغ ہونے کے بعد، نابالغ کے لیے احکامِ شریعت معاف ہیں۔ جو اگلے مرحلے میں رسالت کا کام ہے وہ پہلے مرحلے میں اللہ نے ماں کے سپرد کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کے اس رُتبے کو اسلام نے بتایا جو ہم اور آپ بھول جاتے ہیں۔ اس لیے کہ بعض اوقات سامنے کی چیز یاد نہیں ہوتی اور بہت دور کی چیز یاد آ جاتی ہے۔

میں مالک ابن نویرہ کا واقعہ پڑھنا چاہتا تھا کہ لیکن وقت اجازت نہیں دے رہا، فقط ایک مثال دے رہا ہوں۔

جب بھی ہمارے لوگ یہ حدیث سنتے ہیں اور حج اور عمرہ کر کے آنے والوں سے ان کے سفر کی داستان سنتے ہیں کہ وہاں بڑا مزہ آیا، ہم گئے وہاں پر تو پہلی دعا ہم نے فلاں دعا مانگی اور خانہ خدا میں پہلی دعا جو مانگی جائے تو وہ فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ ہم تو اس طرح سے گئے اور آنکھیں نیچی کر کے چل رہے تھے لیکن جیسے ہی کعبہ پر نگاہ پڑی، ایک بارنگاہ اُٹھا کر کعبہ کو دیکھا تو مزہ آ گیا اور فلاں دعا ہم نے مانگی۔

جس دعا کے دن لوگ پندرہ پندرہ دن سے تیاری کرتے ہیں۔ جب سے حج کا ارادہ کیا یا جب سے عمرے کا ارادہ کیا' ذہن بنا کر بیٹھتے ہیں کہ کعبہ کو دیکھ کر کیا دعا مانگیں؛ کیوں کہ میں تو پتا نہیں کتنے سالوں سے حجاج کرام کی خدمت کرنے کی وجہ سے ان کا مزاج دیکھتا چلا آ رہا ہوں لیکن ایک عجیب جوش ہوتا ہے اور ایک عجیب جذبہ ہوتا ہے اور پہلی دفعہ جانے والا تو بار بار پوچھتا ہے کہ مولانا! خانہ کعبہ کتنی دور رہ گیا ہے؟

میں جواب دیتا ہوں کہ بس آنے ہی والا ہے۔

اس کی بے چینی اور بے قراری اس لیے ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ چلتے چلتے کعبہ گزر جائے اور ہم کو پتا بھی نہ چلے اور chance، miss ہو جائے۔

ذرا آپ بھی سوچیے!

کیا اس قسم کی چیز اسلام بتا سکتا ہے؟

یہ تو ہمارے ہاں ایک غلط رواج مشہور ہو گیا ہے' لیکن اتنا مشہور ہو گیا کہ اگر میں اس کو صحیح بھی بتاتا ہوں تو میرے ساتھ جانے والے بھی یقین نہیں کرتے۔

ہمارے ہاں تو روایت یہ ہے کہ خانہ کعبہ کو دیکھ کر پہلی دعا مانگو تو یہ نہیں ہے کہ پہلی دعا فوراً قبول ہوتی ہے بلکہ خانہ کعبہ اس جگہ کا نام ہے کہ جہاں جتنی بار بھی دعا مانگو گے اتنی بار دعا قبول ہوتی ہے' اس لیے کہ خانہ کعبہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا نور برس رہا ہے۔

بھئی!

تین چیزوں کے بارے میں روایت ہے کہ ان پر نورِ الٰہی برستا ہے' چنانچہ

جب بھی ان کو دیکھ کر دعا مانگو گے تو دعا فوراً قبول ہوگی:

① یہ نورِ الٰہی خانۂ کعبہ پر برستا ہے۔

② یہ نورِ الٰہی قرآنِ کریم پر برستا ہے۔

③ یہ نورِ الٰہی علیؑ کے چہرے پر برستا ہے۔

جب خانۂ کعبہ پر برسا تو اسے بیت اللہ بنا دیا' جب قرآن پر برسا تو اسے کتاب اللہ بنا دیا اور جب علیؑ کے چہرے پر برسا تو اسے وجہ اللہ بنا دیا (نعرۂ حیدری)۔

جتنی بار قرآن دیکھ کر دعا مانگیں گے تو دعا قبول ہے' جتنی بار خانۂ خدا کو دیکھ کر دعا مانگیں گے تو دعا فوراً قبول ہے' جتنی بار چہرۂ علیؑ پر نگاہ ڈالیں گے اتنی دفعہ عبادت بھی ہے اور دعا قبول بھی ہے۔

اصل روایت تو یہ ہے لیکن عوامی غلط فہمی یہ ہے کہ جی پہلی دعا' پہلی دعا۔

کسی صاحب نے کہا: مولانا! دل تو بہت چاہتا ہے کہ خانۂ خدا کی زیارت کریں لیکن حیثیت نہیں ہے' دل بہت چاہتا ہے لیکن وہاں جانے کے وسائل نہیں ہیں' دل بہت چاہتا ہے لیکن کیا کریں وہاں پہنچ نہیں پاتے' ہم ان چیزوں سے محروم رہے جا رہے ہیں۔

کیا اسلام خالی دولت مندوں کا یا پیسے والوں کا مذہب ہے؟

نہیں!

ایک خانۂ کعبہ ہمارے گھر میں بھی ہے جس کے وہ تمام فائدے ہیں جو اس کعبے کے ہیں' جو آج مکہ میں موجود ہے' چونکہ یہ گھر کے اندر ہے اور سامنے ہے تو کوئی توجہ نہیں ہوتی اور اس کعبہ کا نام ہے ماں۔ ماں کے چہرے کو دیکھنا عبادت

ہے۔ جس طرح کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے' ماں کو دیکھ کر دعا مانگنے سے دعا جلدی قبول ہو جاتی ہے۔ جیسے کعبہ کو دیکھ کر دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

روایتوں میں مسلسل ہے کہ ویسے تو کسی کسی منزل پر عام مومن کو کعبہ جیسا قرار دے دیا۔

کہا: کعبہ گرانے کا گناہ کم ہے لیکن مومن پر تہمت لگانے کا گناہ زیادہ ہے۔

ماں ایسی ہستی ہے جو ہر مومن کی بھی اصل ہے۔

بہرحال!

آپ کو مسلسل یہ پیغام ملتا رہتا ہے کہ جب کسی کا مسئلہ اتنا مشکل ہو جائے جو حل نہ ہو رہا ہو تو امامؑ بھی دعا نہیں کرتے' بلکہ کہتے ہیں کہ ماں سے دعا کرواؤ' اس لیے کہ اولاد کے بارے میں ماں کی دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔

مولاؑ! میں آپ کے پاس آیا ہوں۔

فرمایا: نہیں! اولاد کے لیے ماں کی دعا سب سے پہلے قبول ہوتی ہے۔

ماں کی دعا کا یہ مقام ہے چاہے وہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کا شامی پہلوان سے مقابلہ ہو' حضرت امام حسین علیہ السلام وہاں موجود ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام' علی اکبر علیہ السلام کے باپ بھی ہیں' امامِ زمانہؑ بھی ہیں اور حجتِ خدا بھی ہیں' لیکن حضرت لیلیٰؑ کے پاس آتے ہیں۔ فرماتے ہیں: لیلیٰؑ! اس وقت تیرے بیٹے کا مقابلہ ایسے پہلوان سے ہے جو عرب کا نامور دلاور ہے۔ اب تُو دعا کر اس لیے کہ اللہ ماں کی دعا کو جلدی قبول کرتا ہے۔

چاہے وہ عمل اُمِ داؤدؒ ہو' حضرت داؤدؒ جو امامؑ کے بچپنے کے دوست اور ساتھی

ہیں ان کی ماں کا عمل۔ امامؑ کے ساتھ ایک ہی گھر میں پلے اور بڑھے ہیں، گرفتار ہو کر ایسے ظالم کی قید میں گئے کہ جس کی قید سے کوئی زندہ نکلا نہیں۔ ایک ابن زیاد کا قید خانہ مشہور ہے یا اس ظالم کا۔ ماں گھبرا کر امامؑ کے پاس آئی۔

عرض کیا: مولاؑ! اے فرزند رسولؐ! میرا بیٹا آپؑ کے بچپنے کا دوست قید میں ہے آپؑ اس کے لیے دعا فرمائیں۔

امامؑ نے فرمایا: میں تو دعا کر ہی رہا ہوں مگر تم خاص یہ دعا کرو اس لیے کہ اللہ اولاد کے حق میں ماں کی دعا سب سے پہلے قبول کرتا ہے۔ امامؑ موجود ہیں اور امامؑ دعا کر بھی رہے ہیں، لیکن کہہ رہے ہیں کہ ماں دعا کرے۔ تمھیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ ماں کی دعا کے بارے میں اسلام نے ایک اُصول اور بھی بتایا ہے۔

کسی نے آکر عرض کیا: مولاؑ! میں فلاں مسئلے میں آکر پھنس گیا ہوں، بہت بڑی پریشانی ہے، جو بھی دعا مانگتا ہوں وہ پریشانی دور نہیں ہو رہی؟ امامؑ نے فرمایا: جاؤ اپنی ماں سے جا کر کہو کہ وہ تیرے لیے دعا کرے۔

اچھا!

یہاں پر دو روایتیں اور ہیں۔ یہ الگ الگ واقعات ہیں جن کو میں بہت جلدی جلدی پڑھ رہا ہوں۔

جب امامؑ نے یہ نسخہ بتایا تو کسی نے عرض کیا: مولاؑ! وہ تو فائدہ اُٹھا لے گا اس لیے کہ اس کی ماں زندہ ہے لیکن میں فائدہ کیسے اُٹھاؤں؟ اس لیے کہ میری ماں تو مر چکی ہے۔ اب میں کس سے اپنی دعا کرواؤں؟ امامؑ نے فرمایا: ماں کا رشتہ اپنی اولاد سے کبھی نہیں ٹوٹتا۔ اگر تیری ماں زندہ نہیں ہے تو اپنی ماں کی قبر پر جا کر

دعا مانگ۔

اس کے بعد تیسری حدیث' یہ تین حدیثیں ایک لائن سے ہیں' الگ الگ واقعات ہیں مگر میں نے ان کو ملا دیا' اس لیے کہ پیغام ایک ہے اور وہ ہے ماں کی دعا۔

عرض کیا: ماں تو مر چکی ہے۔ فرمایا: ماں کی قبر پر جا کر ماں کے وسیلے سے دعا کر۔

اب وہ تیسرا آ گیا اور یہ رسول خدا ﷺ کے زمانے کا واقعہ ہے۔ عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ قبر پر جاؤ تو میری ماں کے انتقال کو اتنا عرصہ گزر چکا ہے اور میں اس وقت عالم کفر میں تھا' آپؐ نے اعلانِ رسالت بھی نہیں کیا تھا۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: کوئی بات نہیں' جاؤ کسی قبرستان میں اور جا کر اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے ایک نشانِ قبر بناؤ اور اس نشان کو ماں کی قبر سمجھ کر دعا کرو تو خدا تمھاری دعا ضرور قبول کرے گا۔

ماں سے اگر ذرا سی بھی نسبت آ جائے تو وہ دعا اللہ کبھی بھی رد نہیں کرتا۔ یہ بات کس کی ہو رہی ہے' ماں کی؟ آپ کی اور میری ماں کے بارے میں' آپ کی ماں کی دعا آپ کے بارے میں معتبر ہے اور میری ماں کی دعا میرے بارے میں معتبر ہے۔

کراچی سے ایک افسوس ناک خبر آئی ہے کہ پاکستان کے ممتاز نوحہ خواں اور خدمتِ منبر کرنے والے برادر محترم جناب ندیم سرور کی والدۂ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے' خدا ان کے درجات بلند فرمائے (آمین)۔

بہر حال!

مرحومہ نے ایک ایسا خدمت کرنے والا بیٹا چھوڑا ہے جو ابھی تک کربلا والوں کے غم میں نوحہ خوانی اور مرثیہ خوانی کے فرائض انجام دے رہا ہے' خدا ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے (آمین)۔

ایک روایت اور ہے جس کو پڑھنے کا موقع بھی ہے۔ وہ یہ کہ امامؑ فرماتے ہیں: ماں کی موت کے فوراً بعد چند مہینے بہت محتاط رہنا اور بہت ہوشیار رہنا۔

مولاؑ! کس لیے؟

فرمایا: اس لیے کہ ماں کی وفات کے بعد چند مہینے تمھیں انتہائی پریشانیاں اور زحمتیں برداشت کرنا ہوں گی۔

راوی نے عرض کیا: مولاؑ! یہ تو خدا کا عدل سمجھ میں نہیں آیا' ایک تو ماں کو اُٹھا لیا اور اس کے بعد بیٹے پر مصیبتیں بھی ڈال دیں۔

یہ دعائے کمیل کا ایک جملہ ہے جس کو امامؑ دوسرے انداز سے بتا رہے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: ارے! اللہ نے کچھ نہیں کیا جو نظام چل رہا ہے' جب تک ماں زندہ تھی تو اس وقت کتنی بلائیں ایسی تھیں جو تمھارے گھر کے دروازے سے اس لیے واپس چلی گئیں کہ رات کے دو بجے اُٹھ کر بھی ماں تمھارے حق میں دعا کر رہی ہے۔ ماں کی دعا کی وجہ سے وہ بلائیں تمھارے نزدیک نہیں آتی تھیں' اس لیے چند مہینے بہت احتیاط کرنا۔

بہر حال!

ایک تو آدمی کی اپنی ماں ہوتی ہے جس کی دعا اس کے حق میں قبول ہے' مگر

ایک ایسی خاتون ہے جو سب کی ماں ہے اور ان کا نام اُمّ المومنین سیدہ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا ہے (صلواۃ)۔

اگر چہ حضرت خدیجہ الکبریٰؑ جو دعا کریں اللہ قبول کرتا ہے۔ ایک تو حضرت خدیجہؑ کا جو مقام ہے وہ اپنی جگہ ہے' وہ اپنی جگہ ایک موضوع بن جائے۔ اس پر تو ایک عشرہ میں پڑھ سکتا ہوں' بلکہ میں نے پڑھا بھی تھا' وہ تو حضرت خدیجہؑ کی اپنی جو فضیلت ہے' مگر جو بات میں نے آج ماں کے بارے میں کہی' جس کو ہم ماں کہتے ہیں۔ وہ میری الگ ہے' آپ کی الگ ہے' ان کی الگ ہے' لیکن حضرت خدیجہ طاہرہؑ ہر مومن مرد اور عورت کی ماں ہیں۔ ان کی دعا اگر ہمیں ملے تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کی دعا مل رہی ہے۔

ماں کی دعا اولاد کے حق میں اس وقت بھی قبول ہوتی ہے جب ایک عام ماں دعا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اُصول ہے جس کی بنا پر میں مولا عباس علیہ السلام کو لقب باب الحوائج سمجھاتا ہوں' جس کی بنا پر میں یہ اُصول بتاتا ہوں کہ آخر حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کے وسیلے سے اولاد کی دعا بہت جلد قبول کیوں ہوتی ہے؟

جو اُصول ہے وہی حضرت خدیجہ طاہرہؑ کے لیے ہے۔

حضرت خدیجہؑ ایک ماں ہیں' اس لیے ان کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت خدیجہؑ تو ایک عام ماں بھی نہیں ہیں کہ جن کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا: میں احسان کا بدلہ دے سکتا ہوں' لیکن خدیجہؑ کے احسان کا بدلہ میں نہیں دے سکتا۔

حضرت خدیجہؑ کی سب سے اہم خصوصیت اگر میں مجمع سے پوچھوں تو بچے

سے لے کر بڑے تک' مرد سے لے کر عورت تک' سب ایک ہی کہیں گے کہ انھوں نے اپنی ساری دولت اسلام اور راہِ خدا میں خرچ کر دی۔ انسان جو شے راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے تو پھر اللہ اس کا بدلہ اسی دنیا میں دیتا ہے اور آخرت میں بھی دیتا ہے۔

حضرت خدیجہ طاہرہؑ کا وسیلہ روزی کے لیے' حضرت خدیجہ طاہرہؑ کا وسیلہ گھر کی غربت دور کرنے کے لیے' حضرت خدیجہؑ کا وسیلہ قرضوں کی ادائیگی کے لیے' یعنی جتنے مالی حالات ہیں ان کے لیے حضرت خدیجہؑ کا وسیلہ بہت اہم ہے۔

تین باتیں آج حضرت خدیجہؑ میں جمع ہو گئیں:

① آپؑ اتنی صاحبِ فضیلت ہیں کہ اگر ہم سے ان کا کوئی رشتہ بھی نہ ہوتا تب بھی ان کی دعا جس کے حق میں بھی ہو تو قبول ہوتی ہے۔

② وہ ہماری ماں ہیں۔

③ راہِ خدا میں اپنی ساری دولت قربان کر کے اللہ سے اپنے لیے یہ اختیار لے لیا کہ جس کے حق میں روزی کی دعا کروں گی تو دعا قبول ہو گی۔

حضرت خدیجہؑ میں یہ تین الگ الگ فضیلتیں جمع ہو گئیں کہ حضرت خدیجہؑ کا وسیلہ سامنے رکھ کر روزی کے حوالے سے جو دعا کی جائے تو وہ ضرور قبول ہو گی۔

بہر حال!

میری ایک عادت تو کبھی بھی نہیں رہی۔

کون سی عادت؟

یہ عادت کہ میں منبر پر کوئی کتاب یا کوئی پرچہ لا کر کچھ پڑھوں لیکن چونکہ اس قسم کے واقعات کا میں گواہ ہوں تو آج میری جیب میں اس منبر پر وہ واقعہ موجود ہے

جو میں نے پہلے بھی ایک مقام پر پڑھا تھا۔ یہ واقعہ جس صاحب نے لکھا ہے' یہ واقعہ جس اخبار میں لکھا ہے وہ ہے روزنامہ "جنگ"، بروز جمعہ، ۵ اگست، ۲۰۱۱ء۔

یہ واقعہ برما کے رہنے والے ایک خاندان کا ہے۔ جب برما کے اندر فلسفہ بہت عروج پر تھا تو ان صاحبان کو وہاں سے نکلنا پڑا اور پھر ان کو اقامہ ملا مکہ اور مدینہ کا اور آج سے اسی (۸۰) سال پہلے روس کے اندر جب یہ نظام آیا اور وہاں سے بخارا کے مومنین کو نکالا گیا تو انھیں بھی اقامہ ملا مکہ اور مدینہ کا' سارے بخاری' بخارا کے رہنے والے اور برمی' برما کے رہنے والے۔

اب میں وہ واقعہ پڑھتا ہوں!

اب یہ واقعہ میں تین مقامات پر پڑھ چکا ہوں' کیوں کہ لوگوں نے خود کہا: مولانا! وہ واقعہ ہمیں سنائیے۔

ایسے کم از کم پچاس واقعات میرے علم میں ہیں' چونکہ یہ اخبار میں چھپ گیا ہے اور سچا واقعہ ہے۔ اب ان میں ایک تیرہ (۱۳) سال کا بچہ بھی تھا جس کا پورا خاندان اسلام سے محبت کے جرم میں برما میں مار دیا گیا اور وہ بڑی مشکل سے زحمتیں اٹھاتا ہوا مکہ میں مقیم ہو گیا۔ حکومت نے اس کو وہاں کا اقامہ دے دیا اور اب وہ بچہ تیرہ (۱۳) سال کا ہے' کوئی ہنر تو اس کے پاس نہیں ہے۔ صفا و مروہ کے پیچھے مکہ کا ایک بہت پرانا بازار تھا' جس کا نام سوق واللیل تھا اور اس میں ایک گلی تھی' جس میں سناروں کی دکانیں تھیں۔ اب یہ بچہ ایک دکان پر چھوٹے موٹے کام کے لیے لگ گیا۔

یہ بچہ کہتا ہے: پوری مارکیٹ سونے کی تھی' میری دکان کے سامنے ایک بخاری

بوڑھے کی دُکان تھی' وہ بھی سونارہ تھا۔ ایک دن اس نے صبح سویرے مجھے بلایا اور اس نے کہا: میری دُکان کے کونے میں جا کر دیکھو کہ وہاں کیا بات ہے؟

وہ بچہ کہتا ہے: میں اس کی دُکان میں گیا' وہاں دیکھا' کوئی بات نہیں اور پھر واپس آ گیا البتہ ایک چیز میں نے محسوس کی کہ وہاں ایک ایسی دل فریب' دلکش اور بھینی بھینی خوش بو تھی کہ زندگی میں ایسی خوش بو میں نے کبھی سونگھی نہیں تھی۔

میں واپس آیا اور اس بوڑھے بخاری سے کہا: وہاں تو کوئی چیز نہیں ہے' البتہ ایک خوش بو میں نے ایسی سونگھی ہے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ ایسی خوش بو کہاں سے آئی؟

بوڑھے نے کہا: میں نے بھی تمھیں اسی لیے بھجوایا تھا وہاں کوئی چیز نہیں تھی' لیکن آج صبح جب میں دُکان میں داخل ہوا تو ایسی خوش بو آ رہی تھی' میں نے سوچا کہ ایسا تو نہیں کہ میرا وہم ہو' اس لیے میں نے تمھیں بلوایا اور تم بھی یہ خوش بو محسوس کر رہے ہو' لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ خوش بو یہاں پیدا کیسے ہو گئی؟

بچہ کہتا ہے: بہر حال! وہ خوش بو میں نے سونگھی اور اس دُکان سے نکل کر اپنی دُکان میں آ کر بیٹھا۔ ابھی میں دُکان پر آ کر بیٹھا ہی تھا کہ میری دُکان کا جو اصل مالک ہے' وہ دُکان میں داخل ہوا اور آنے کے بعد مجھ سے کہنے لگا کہ میرے بیٹے بڑے ہو گئے ہیں اور وہ یہ سوناری کا کام نہیں کرنا چاہتے اور میں بوڑھا ہو گیا ہوں' میں یہ دُکان نہیں چلا سکتا۔ ایسا کرو کہ اب یہ ساری دُکان اور جتنا سونا اس دُکان کے اندر ہے وہ سب میں تمھیں دیتا ہوں' لیکن ہر مہینے مجھے اتنے پیسے دیتے رہنا' تاکہ میرا گزارہ ہوتا رہے۔

بچے کا کہنا ہے: میں چودہ (۱۴) سال کی عمر میں صبح اس حالت میں آیا کہ میں نے کھانا بھی کھایا تھا اور چند منٹوں میں مَیں کروڑ پتی بنا۔ اب میں ایک پریشانی میں مبتلا ہوا وہ یہ کہ اللہ کا اتنا فضل میرے اُوپر آخر کس وجہ سے ہوا؟

ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حکومت نے صفا اور مروہ کے علاقے کو بڑھایا اور اس کے پیچھے جو دُکانیں اور ہوٹل تھے ان سب کو توڑ دیا۔ وہ کہہ رہا ہے کہ جو دُکان مجھے ملی تھی' وہ دُکان بھی حکومت نے توڑ دی۔ اب جب یہ سب کچھ ٹوٹا تو حکومت میرے پاس بھی آئی اور اُنھوں نے کہا کہ یہ دُکان ہم توڑ رہے ہیں اس کے بدلے میں تین دُکانیں تمھیں دے رہے ہیں۔ میں نے ان کی یہ پیش کش قبول کی۔ اب میں تین دُکانوں کا مالک بن گیا اور آخر وہ بوڑھا آدمی آیا اور اس نے کہا: اب میں مرنے کے قریب ہوں اور جو تم مجھے ماہانہ بھیجتے ہو وہ بھی اب مت بھیجنا' وہ اب سب کا سب تمھارا ہے۔

اب یہ کہتا ہے: میں یہ تین نئی دُکانیں لے کر پریشان تھا کہ آخر میں نے کون سا ایسا کام کر دیا کہ اللہ نے ایسے دیکھتے ہی دیکھتے مجھے ارب پتی بنا دیا لیکن جس علاقے میں میری پرانی دُکان تھی' وہاں میں اکثر جاتا تھا جو کھدائی وغیرہ ہو رہی ہوتی تھی تو دیکھتا تھا۔

ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ جب وہ علاقہ کھودا جا رہا تھا تو وہ بوڑھا بخاری جس کی دُکان میرے سامنے تھی' اس کی دُکان جب توڑی گئی تو اس کے نیچے ایک پورا مکان نکل آیا۔

میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟

اُنھوں نے کہا: یہ حضرت خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا گھر ہے۔

وہ بچہ کہتا ہے: جیسے وہ مکان ظاہر ہوا تو اس مکان سے مجھے ویسی خوش بو محسوس ہوئی جیسی خوش بو میں نے اس بخاری کی دُکان میں سونگھی تھی۔

اب میری سمجھ میں آیا کہ اللہ نے یہ سب کچھ مجھے کیوں عطا فرمایا تھا (صلوات)۔

## ذکرِ مصائب: زینبؑ مثلِ خدیجہؑ ہیں

بہرحال!

وہ خدیجہؑ کہ جن کا نام آج بھی چلتا ہے بارگاہِ الٰہی میں اہم ترین وسیلہ حضرت خدیجہؑ کا ہے۔

حضرت خدیجہؑ نے اتنا کچھ عطا کیا اُمت کو کہ آج اسلام کا ہر فرد آپؑ کا احسان مند ہے۔ چنانچہ مدینہ میں لوگ رسولِ اکرم ﷺ کے دور میں حضرت خدیجہؑ کو بہت یاد کرتے تھے، جب کہ حضرت خدیجہؑ کا انتقال تو مکہ میں ہی ہو چکا تھا۔ مدینے والوں نے حضرت خدیجہؑ کو دیکھا ہی نہیں۔ بہت تڑپتے تھے مدینے والے کہ یارسولؐ اللہ! جس ماں نے ہم پر اتنے احسان کیے کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنی اس ماں کی خدمت کریں؟

فرمایا: صبر کرو۔

۵ ہجری یا ۶ ہجری کی ایک صبح ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ اپنے دستور کے مطابق نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آئے، یعنی رسولؐ براہِ راست مسجد میں کبھی نماز

پڑھانے کے لیے نہیں آتے تھے' بلکہ پہلے اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہؑ کے گھر جاتے تھے' حضرت فاطمہؑ کے گھر میں نماز کی تیاری کرتے تھے۔ عمامہ وہاں پہنتے تھے' عبا وہاں پہنتے تھے' موزے وہاں پہنتے تھے اور پھر مسجد میں آتے تھے۔ اس دن اپنے دستور کے مطابق مسجد میں آئے لیکن آج خالی ہاتھ نہیں آ رہے ہیں بلکہ گود میں کوئی ہے۔

لوگوں نے گھبرا کر عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! یہ تو وقت نماز ہے آپؐ کے لا رہے ہیں؟

فرمایا: میں تمھارے ایک پرانے سوال کا جواب لے کر آ رہا ہوں۔ تم کہتے تھے نا! کہ خدیجہؑ کی خدمت کیسے کی جائے؟ اللہ نے آج صبح مجھے ایک بیٹی عطا کی ہے:

هٰذِهٖ مِثْلُ خَدِيجَة

"یہ میری بیٹی خدیجہؑ کی مانند ہے۔"

لوگوں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! اس بچی کا نام کیا ہے؟

فرمایا: اس کا نام زینبؑ ہے۔

یہ زینبؑ مثل خدیجہؑ ہے' جس طرح خدیجہؑ نے سب کچھ اسلام کی راہ میں خرچ کر دیا اسی طرح زینبؑ کو بھی دیکھنا کہ یہ کس طرح سے اسلام کی خدمت کرے گی۔

فرمایا: تمھارا سوال تھا' نا! کہ ہم خدیجہؑ کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ آج سوال کا جواب مل گیا۔ زینبؑ کی عزت کرو تو گویا تم نے خدیجہؑ کی عزت کی۔ زینبؑ

کا احترام کرو گویا خدیجہؑ کا احترام کیا۔

اس جملے کو اُلٹا بھی ہم کر سکتے ہیں! زینبؑ کے بدن پر کوڑا زینبؑ کے بدن پر کوڑا نہیں مارا ہے بلکہ یہ اس ملعون نے اپنی ماں خدیجہؑ کے بدن پر کوڑا مارا ہے۔ زینبؑ کی چادر نہیں چھنی بلکہ اس ملعون بیٹے نے اپنی ماں کی چادر کو چھین کر اپنی ماں کو بے حجاب کیا ہے۔ زینبؑ کے بازوؤں میں رسی باندھ کر بازاروں میں لے جایا گیا۔ یہ خالی زینبؑ نہیں جا رہی ہے بلکہ یہ گستاخ اولاد اپنی ماں کو قید کر کے اور بازوؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں اور درباروں میں لے جا رہی ہے۔

حضرت زینبؑ پر ہر ظلم براہِ راست خدیجہ طاہرہؑ کا ظلم قرار پایا۔ وہ زینبؑ کہ واقعاً جس نے یہ بتایا بھی کہ میں کس طرح سے مثلِ خدیجہؑ ہوں۔ وہاں حضرت خدیجہؑ نے اسلام کی خاطر ہر شے قربان کر دی۔ میں حضرت علامہ حجۃ الاسلام حافظ کفایت صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کے جملے کو آگے بڑھاتا ہوں اور وہ جملہ یہ ہے کہ اسلام کے لیے سب سے بڑی قربانی کیا ہے؟

مال کی قربانی؟

نہیں!

جان کی قربانی؟

نہیں!

اولاد کی قربانی؟

نہیں! بلکہ سب سے بڑی قربانی ہوتی ہے کہ انسان اپنی عزت و احترام کی

قربانی دے۔

حضرت خدیجہؓ نے اسلام کا جب ساتھ دیا' پورے عرب نے یہ کہہ کر بیکاٹ کر دیا' جن پر حضرت خدیجہؓ کے احسانات تھے اُنھوں نے حضرت خدیجہؓ کو سلام تک کرنا بند کر دیا اور ایک جملہ کہتے ہیں کہ اگر آج بھی تم محمدؐ کا ساتھ چھوڑ دو تو تم ہماری ملکہ ہو اور اگر محمدؐ کا ساتھ دو گی تو پھر ہمارے اُوپر تمھاری کوئی عزت کرنا لازم نہیں ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے اللہ کے رسولؐ کے لیے مال تو قربان کیا۔ جان تو دی' اولاد تو دی' لیکن سب سے بڑا امتحان یہ دیا کہ اپنی عزت قربان کر دی اور یہی قربانی کربلا کے جہاد میں زینبؑ نے دی۔ مال تو قربان کیا' اولاد کو قربان تو کیا لیکن اصل امتحان حضرت زینبؑ نے یہی دیا۔

اب اگر کوئی مجھ سے کہہ دے کہ مولانا! یہ آپ نے کہاں سے فیصلہ کر دیا اولاد کی قربانی زیادہ بڑی ہے؟

نہیں!

یہ فیصلہ میں نے نہیں کیا بلکہ میرے امامؑ نے کیا ہے۔

آخری جملہ آج کی مجلس کا!

مولا سجاد علیہ السلام سے پوچھا گیا: آپؑ کربلا میں تھے' کوفہ میں بھی تھے' شام میں بھی تھے' دربار میں بھی تھے' بازار میں بھی تھے اور قید خانے میں بھی تھے۔ مولاؑ! اس پورے جہاد میں سب سے مشکل ترین مرحلہ کون سا تھا؟

مولا سجاد علیہ السلام نے صرف ایک جملہ کہا:

اَلشَّامُ، اَلشَّامُ، اَلشَّامُ

اکبرؑ کی برچھی بھول سکتا ہوں، اصغرؑ کے گلے کا تیر بھول سکتا ہوں لیکن شام کے بازاروں میں میری بہنیں، میری پھوپھیاں، میری مائیں ننگے سر لائی گئی تھیں، میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوٓا اَیَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ

maablib.org

# مجلسِ ششم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

(سورۂ اعلیٰ، آیات ۱۴، ۱۵)

"وہ یقیناً دلی مراد کو پہنچا جو (شرک سے) پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا"۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ تحریم آیت ۱۱)

"اور خدا نے مومنین (کی تسلی) کے لیے فرعون کی بیوی (آسیہ) کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جب اس نے دعا کی: پروردگارا میرے لیے اپنے یہاں بہشت میں ایک گھر بنا اور فرعون اور اس کی کارستانی سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں (کے ہاتھ) سے چھٹکارا عطا فرما۔"

پہلی آیت میں ارشاد ہو رہا ہے:

"وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔"

قرآنِ کریم کی جس آیت کی آج تلاوت کی گئی ہے' یہ وہ آیت ہے' جسے ہم اور آپ عام حالات میں بھی تلاوت کرتے ہیں اور خاص حالات میں بھی تلاوت کرتے ہیں۔ اگر ہمیں کسی سے یہ سوال کرنا ہو کہ مولانا! میرا حافظہ بہت کم زور ہے تو اسلام نے حافظے کو طاقت ور کرنے کے لیے کوئی دوا یا دعا بتائی ہے؟

پہلا جواب یہ ہے کہ دن میں کم از کم ایک مرتبہ سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کریں اور ویسے ہی نمازِ فجر اور نمازِ عشا میں سورۂ اعلیٰ کی تلاوت مستحب ہے لیکن اس کے علاوہ دنیا کے اعتبار سے آج ساری دنیا میں سارا میڈیا' سارے اخبارات' انٹرنیٹ کی ساری ویب سائٹ جن کا تعلق نیوز سے ہوتا ہے ایک قوس بنائے ہوئے گھوم رہے ہیں کہ نیوزی لینڈ میں آدھی رات گزر چکی ہے اور نئے سال کی خوشی شروع ہوتی ہے اور سلسلہ کہاں کہاں سے ہوتا ہوا کہاں پر جا کر اختتام کو پہنچے گا۔ ایک طرف تو وہ خوش ہے مگر ایک اسلام کی اہم ترین خوشی ہے عید الفطر اور عید الاضحیٰ' اس کی نماز میں بھی سورۂ اعلیٰ کو سنتِ مؤکدہ کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

(نعوذ باللہ) ہم آج کی رات کی کوئی خوشی کا تصور نہیں رکھتے' اس لیے کہ آج شہادت کی رات ہے اور ایک ایسے مظلوم امامؑ کی شہادت کی رات ہے جس کو غیروں نے تو نظر انداز کیا ہی ہے اپنوں نے بھی وہ حق ادا نہ کیا۔ پنجتن پاکؑ میں سب سے کم تذکرہ جس امامؑ کا ہے وہ یہی امامؑ ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے اتنی جگہوں پر فضائل کو بیان کیا کہ تقریباً ہر وہ فضیلت جو آقا حسین علیہ السلام کے بارے میں آئی ہے اس کے اندر پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام کو شامل کیا' پھر آقا حسین علیہ السلام آئے:

اَلحَسَنُ وَالحُسَینُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھلِ الجَنَّةِ

''حسنؑ اور حسینؑ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔''

ایک خاص فضیلت جو پیغمبرؐ نے بتائی وہ آخری زمانے کے امامؑ کے حوالے میں بتائی:

اِسمُهٗ اِسمِی وَاِسمُ اَبِیهِ اِسمُ ابنِی

یہ ان حدیثوں میں ایک حدیث ہے جس میں زیر (ـِ) زبر (ـَ)، پیش (ـُ) اور نقطوں میں تبدیلی کر کے کہا کچھ گیا تھا اور نتیجہ کچھ نکالا جاتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے آخری امامؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِسمُهٗ اِسمِی

''اس کا نام وہی ہے جو میرا نام ہے۔''

وَاِسمُ اَبِیهِ اِسمُ ابنِی

''اور اس کے باپ کا وہ نام ہے جو میرے بیٹے کا نام ہے۔''

خاص طریقے سے آخری امامؑ کو اس امامؑ کے ساتھ ملایا جس امامؑ کی شہادت ایک روایت کے مطابق آج ہے۔

بہر حال!

یہاں پر میں ایک لمحے کے لیے رُک کر اپنی ایک پریشانی بتا دوں۔

یہ دو راتیں ایسی ہیں جن میں ہم لوگوں کے لیے ایک بڑا مسئلہ پیش آ جاتا ہے جن کی یہ کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ جو رات جس امامؑ کی ہے اس رات کو کم از کم اس امامؑ کا تذکرہ ہو۔ یہ دو راتیں ہمارے لیے آ جاتی ہیں۔ ان میں سے

ایک ہے ۲۸ صفرؔ ایک رات میں دو ایسے معصوموںؑ کی شہادت ہے کہ دونوں معصوموںؑ کا تذکرہ ایک ہی مجلس میں کرنا ہے جو ایک عشرے میں بھی ممکن نہیں ہے۔ جس میں شہادت رسولؐ خدا بھی ہے اور شہادت امام حسن مجتبیٰؑ بھی ہے تو یہ حق کیسے ادا کیا جائے؟

دوسری رات وہ ہے جس میں ایک معصومؑ کی ولادت ہے تو ایک معصومؑ کی شہادت ہے۔

اب ایام عزا میں اربعین تک بلکہ اختتامِ ایام عزا تک خوشی کا کوئی تصور ہمارے ہاں نہیں ہے۔ ہم جس امامؑ کی ولادت کی رات ہے تو ان کی ولادت کا جشن تو نہیں پڑھیں گے لیکن اس امامؑ کا تھوڑا بہت تو تذکرہ ہونا چاہیے اور یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں ہمارا میڈیا ہے وہاں وہاں پر مسلسل ہمارے ساتویں امامؑ کا تذکرہ ہو رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی تو دو روایتیں ہیں۔ آدھے علما کہتے ہیں کہ شب سات اور آدھے کہتے ہیں کہ شب اٹھائیس لیکن ساتویں امامؑ کی ولادت کے بارے میں دو روایتیں نہیں ہیں بلکہ ننانوے (۹۹) فیصد علما کا اتفاق ہے۔ چونکہ غم کو ترجیح دی جاتی ہے غم پر تو آج کی رات کی مجلس حضرت امام حسن علیہ السلام کے حوالے سے ہوگی اور کل رات کی مجلس ساتویں امامؑ کے حوالے سے ہوگی۔

بہرحال!

ساتویں امامؑ کی ولادت خوشی اور ایام عزا میں ہم خوشی نہیں مناتے لیکن خوشی کا ایک پیغام ضرور سورۂ اعلیٰ کی آیت دے رہی ہے ایک عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ جیسی

بڑی خوشی اور اس دن نماز عید میں اس آیت کو شامل کر کے سنایا گیا۔ ہم اور آپ جو نماز پڑھتے ہیں اس کو آلِ محمدؐ کی نماز جیسی ہونا چاہیے یعنی جتنی ہماری حیثیت معرفت، اطاعت اور ایمان ہے۔ بعض ایسے لوگ تھے جو رسول خدا ﷺ کے زمانے میں نمازیں پڑھتے تھے اور اپنی نمازوں میں وہ کاروبار کی باتیں سوچا کرتے تھے لیکن ہمارے امامؑ وہ ہیں کہ اگر نماز کی حالت میں ان کے پاؤں سے تیر کھینچا جائے تو ان کو پتا نہ چلے اس طرح وہ بارگاہِ الٰہی میں ہوتے ہیں۔

نماز تزکیہ نفس کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں خوشی کے موقع ہیں۔ عید کی نماز دن کے بالکل شروع میں پڑھی جاتی ہے، ابھی آپ کا دن شروع ہوا تو پیغام ملا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (سورۂ اعلیٰ آیت ۱۴)

وہ کامیاب ہو رہا ہے جو اپنے نفس کو پاک کر کے آگے بڑھ رہا ہے۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (سورۂ اعلیٰ آیت ۱۵)

جب نفس کو پاک کر رہا ہے تو اسے بروقت اپنا رب یاد رہے گا، رب یاد رہے گا تو اس کی پیشانی نماز میں جھک ہی جائے گی۔

بہرحال!

آج ساری دنیا اپنے حساب سے خوشی منا رہی ہے اور ہر خوشی کے موقع پر اسلام کا پیغام اپنے نفس کو پاک کرنا ہے۔ اگرچہ وہ حدیث روزِ عید کی ہے جو آج شبِ شہادت کو پڑھنا کتنا عجیب لگ رہا ہے، چونکہ نا صرف دنیا اس کے اعتبار سے خوشی منا رہی ہے جس میں امامؑ نے فرمایا: عید تو اس دن کا نام ہے جس دن تم کوئی

گناہ نہ کرو گے۔

گناہ کون نہیں کرے گا؟

جس کا نفس پاک ہوگا' وہ گناہ نہیں کرے گا۔ مگر خاص نفس کی پاکیزگی کا ایک عکم خوشی کے موقع پر کیوں دیا جاتا ہے؟

اس لیے کہ خوشی کا موقع وہ ہوتا ہے کہ جب اکثر لوگ بہک جاتے ہیں' لیکن مصیبت میں' غم میں تو اللہ یاد رہتا ہی ہے بلکہ جس کو یاد نہیں ہے اگر مصیبت آ جائے تب خود بخود اسے اللہ یاد آنے لگتا ہے۔ نوکری چھوٹ جائے گی تو آدمی کی نمازیں بڑھ جائیں گی اور دعائیں بڑھ جائیں گی' مسجد کی حاضری بڑھ جائے گی۔

اگر کسی خاندان کا آدمی بیمار ہو جائے تو پھر ان کی دعائیں دیکھئے' جو عمل بتائیے' جو نماز بتائیے' جو وظیفہ بتائیے اور جو دعا بتائیے' آنکھیں بند کر کے عمل کریں گے اور جب اللہ نے ان کی پریشانی دور کر دی تو شاید پلٹ کر بھی نہ آئیں بارگاہ الٰہی میں واجبات کے لیے بھی' یعنی بعض لوگ اپنے عمل سے خدا سے یہ کہتے ہیں:

اے خدا! اگر ہمیں شریف رکھنا ہے تو روز ہمارے گھر میں مصیبت نازل کر۔

اے خدا! اگر ہمیں شریف رکھنا ہے تو روز ہمارے گھر میں کوئی نہ کوئی بلا آتی رہے۔

لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے

بعض لوگ اپنے عمل سے یہ پیغام دینا چاہتے ہیں۔

وہ رحمٰن' وہ رحیم جو اپنے کافر' مشرک اور گناہ گار بندے کی حاجت پوری کرتا ہے' فرعون کی ساری خدائی اسی بات پر چل رہی ہے کہ آدمی رات کو جا کر اللہ سے کہتا

ہے: اے اللہ! میری کل عزت بچا لینا۔

جو اس فرعون کی دعا بھی قبول کر رہا ہے تو پھر ہم صاحبانِ ایمان کی دعائیں کیسے قبول نہیں کرے گا؟ چاہے ہم گناہ گار ہی کیوں نہ ہوں؟ چاہے ہم نافرمان ہی کیوں نہ ہوں؟ بہر حال ہیں تو اس کا کلمہ پڑھنے والے اور اس کی حجتوں کو ماننے والے' لیکن ذرا کچھ تقاضا شرافت کا بھی ہوتا ہے اور یہاں پر جو بات میں کہہ رہا تھا کہ نفس کو پاکیزہ کرنا ہے تو یہ معصیت میں تو اتنا مشکل کام نہیں ہے لیکن خوشی کے موقع پر' جب آدمی عیش و آرام میں ہے اس موقع پر یہ بہت مشکل کام ہے۔

اب دو سیر تیں ایسی آ رہی ہیں!

نعوذ باللہ! دیکھئے!

معصومینؑ کی منزل بہت مشکل ہے' کچھ کہتے ہوئے بھی زبان لڑکھڑا جاتی ہے بطور مثال بھی۔ میں تو وہ جملہ نہیں کہہ سکتا جو قرآن کریم نے رسولِ خدا ﷺ کے لیے استعمال کیا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ (سورۂ حاقہ' آیات ۴۴ تا ۴۶)

''اگر رسولؐ ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بنا لائے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم ضرور ان کی گردن اُڑا دیتے۔''

اللہ کو حق تو ہے اور رسولؐ' اللہ کی زبان سے برداشت کر لیں گے لیکن اگر ہم اور آپ رسولؐ کے لیے اسی انداز سے بات کریں تو یہ گستاخی ہو جائے گی۔

بہر حال!

دو معصومؑ ایسے ہیں، جن کی زندگیاں اس سوال کا جواب ہیں۔ دو معصومؑ ایسے ہیں جن کی ساری زندگی ظاہری اعتبار سے آرام سے گزری:

① ایک نویں امامؑ جس وجہ سے تقی کہلائے۔

② ایک دوسرے حضرت امام حسن ابن علی علیہ السلام۔

حضرت امام حسن علیہ السلام پر ایک تہمت تو یہ بھی لگائی گئی کہ بڑے عیش و آرام کی زندگی کے عادی تھے۔ وہ (معاذ اللہ) زحمتیں اور تکلیفیں برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے، جو ظالموں کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہیں تو صلح نامہ پر دستخط کر دیے (معاذ اللہ)۔

یہ دو زندگیاں قابل ذکر ہیں اور تزکیہ نفس جو ہمارا موضوع ہے کہ خالی مصیبتوں میں نفس کو پاک نہیں کیا جاتا بلکہ آ کر دیکھو عصمت و طہارت کے گھر میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی سیرت ہو یا حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی تو تمہیں نظر آئے گا کہ شاہی محل میں بیٹھ کر بھی کس طرح سے نفس کی پاکیزگی کا وہ منظر تمہاری آنکھوں کے سامنے آ رہا ہے۔

اب یہاں پر کل رات کے موضوع سے اپنی بات ملا کر اپنی بات کو آگے بڑھاؤں۔ تزکیہ نفس کا میں بڑا بھونڈا سا ترجمہ کرتا ہوں۔ نفس کا تزکیہ یعنی اپنے نفس کو دھو۔ نفس میلا ہو گیا، گندا ہو گیا، گھر میں دو ہی چیزیں ہیں نا! کہ کوئی چیز نجس ہو جائے تو آپ اسے دھوتے ہیں۔ ایک چیز نجس نہیں ہوتی ہے بلکہ میلی ہے مثلاً آپ نے کپڑے پہنے دو تین دن، نجاست کوئی نہیں لگی لیکن میل بہت آ گئی تو تب بھی آپ

اس کو دھوتے ہیں۔ یہی اس خطبہ کا ایک لفظ تھا جو حضرت عباس علیہ السلام نے دیا: تم اس گھر کا کیا مقابلہ کر رہے ہو۔

مَنْ فِي بَيْتِهِ لَهَوَاتٍ وَالدَّنَسَاتِ

ایک نجاست کا لفظ ہے اور ایک گندگی کا لفظ ہے۔

دو الگ چیزیں ہیں!

اب میں کراہیت والی مثالیں بھی نہیں چاہتا! بہت زیادہ پسینہ لباس میں آ جائے تو ایک مومن کا پسینہ نجس نہیں ہے۔ مگر بہرحال لباس گندا اور میلا تو لگتا ہے نا۔

نفس پر اگر کبھی گناہوں کی وجہ سے نجاست آ جائے' لیکن کبھی آدمی گناہ نہیں کرتا بلکہ دولت جمع کر رہا ہے تو زیادہ دولت نجاست نہیں ہے لیکن میل ضرور ہے۔ ان دونوں سے اپنے نفس کو دھونا ہے اس کا طریقہ توکل سے آنا شروع ہو گا مگر بہت اہم ترین بات ہے کہ آپ کے گھر میں عام طور پر جب کوئی چیز نجس ہو جاتی ہے یا گندی ہو جاتی ہے تو کس سے آپ توقع کرتے ہیں کہ وہ صفائی کرے گی؟ گھر کی خواتین سے' اس لیے کہ یہ ان کا شعبہ ہے۔

رسول پاکؐ نے بھی مولا علی علیہ السلام سے فرمایا: یا علیؑ! باہر کے کام تم نے کرنے ہیں اور حضرت فاطمہؑ سے کہا تھا: اے میری بیٹی فاطمہؑ! گھر کے اندر کے سارے کام تمھیں کرنے ہیں۔

اب یہ تقسیم جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی شرعاً واجبات میں سے ہے کہ نہیں ہے؟

میں واجبات نہیں بتا رہا' بلکہ گھر چلانے کا اُصول بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کے اعتبار سے ہماری توقع یہ ہوتی ہے کہ اگر گھر میں کہیں میل آ گئی' کہیں نجاست آ

گئی کہیں گندگی آ گئی تو ہم صاحب خانہ سے زیادہ اس کی بیوی کو برا سمجھتے ہیں اور اگر وہ ابھی غیر شادی شدہ ہے تو اس کی ماں کو جو گھر کا انتظام سنبھال رہی ہے۔

نفس کے حوالے سے بھی اسلام نے یہی عقلی بات کہی اور مردوں سے کہا ہے کہ تم اس احسان کو بھی مانو کہ تمہارے گھر کو عورت صاف رکھتی ہے۔ اس کا مقام تم سے کم نہیں ہے۔ یہ وہ ذمہ داری اپنے سپرد لیتی ہے تو اُس احسان کو بھی مانو اور اِس احسان کو بھی مانو کہ تمہارے نفس کی پاکیزگی کا سب سے بڑا ذریعہ تمہارے گھر کی عورت ہے۔

اب عورت ماں ہوتی ہے جو کل بات گزر گئی مگر آج مجھے گفتگو کرنی ہے گھر کی دوسری مشہور عورت بیوی پر۔ یہ بیوی کا فریضہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھر کے تمام افراد کے نفس کی پاکیزگی کا انتظام کرے۔

ایک سوال یہ پوچھا گیا تھا کہ مامون نے تو مصلحت کے تحت اپنی بیٹی کی شادی نویں امامؑ سے کی اور ایک بھی نہیں، دو بھی نہیں ہیں بلکہ تین مصلحتیں تھیں، لیکن نویں امامؑ نے یہ رشتہ کیوں قبول کیا؟

اس کے دو جواب ہیں، اُن میں سے ایک جواب الزامی ہوتا ہے۔ جواب الزامی یہ ہے کہ نویں امامؑ تو نویں امامؑ آپؑ کے جدؑ کی مثال بھی ہمارے پاس ہے۔ آقا حسین علیہ السلام کربلا جاتے وقت جو جملہ لکھ کر گئے وہ خالی کربلا کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ جملہ ہر امامؑ کی سیرت میں ہر واقعہ کے لیے ہے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا ارادہ کر لیا تھا تو ارشاد فرمایا تھا:

اِنِّی لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَلَا بَطِرًا وَلَا مُفْسِدًا وَلَا ظَالِمًا وَ

إِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْإِصْلَاحِ فِي أُمَّةِ جَدِّي أُرِيدُ أَنْ أَمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَ أَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أَسِيرُ بِسِيرَةِ جَدِّي وَ أَبِي عَلِي ابنِ أَبِي طَالِبٍ

"میں کسی قسم کا فساد پھیلانے یا غرور و تکبیر کا اظہار کرنے یا سلطنت حاصل کرنے یا ظلم و ستم کرنے کے لیے نہیں جا رہا بلکہ اپنے جد نامدارؐ کی اُمت کی اصلاح کی خاطر نکل رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ معروف کا حکم دوں اور منکر سے روکوں اور اپنے جد نامدارؐ اور اپنے پدر عالی وقارؑ کی سیرت پر چلوں۔"

ہر امامؑ کا ہر عمل ایسے ہی ہے جیسے علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کا عمل و سیرت ہے۔ چنانچہ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا جائیں تو کہیں کہ میں جہاد کر رہا ہوں تو یہ بھی میرے ناناؐ کی سیرت ہے اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اگر صلح نامہ پر دستخط کریں تو صلح حدیبیہ کو یاد دلائیں کہ یہ بھی میرے ناناؐ کی سیرت ہے (صلوات)۔

نہ امام حسنؑ کی سیرت ناناؐ سے ہٹ کر ہے اور نہ امام حسینؑ کی سیرت ناناؐ سے ہٹ کر ہے اور نہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سیرت ناناؐ سے ہٹ کر ہے اور نہ ہی حضرت محمد تقی علیہ السلام کی سیرت ناناؐ سے ہٹ کر ہے۔ اس طرح ہر امامؑ ناناؐ کی سیرت پر عمل کر رہا ہے۔

بہر حال!

اچھی بیوی کے ساتھ زندگی کیسے گزاری جاتی ہے؟

اس کے لیے حضرت خدیجہ طاہرہؑ کی ضرورت ہے۔

بُری بیوی کے ساتھ زندگی کیسے گزاری جاتی ہے؟

اس کے لیے نویں امامؑ اور امام حسن علیہ السلام کی زندگی کی مثالیں ضروری ہیں (صلوات)۔

کیا ہر مومن کو حضرت خدیجہ طاہرہؑ جیسی شریکِ حیات مل سکتی ہے؟

بالکل نہیں۔

کبھی غلط فیصلے کی وجہ سے چاہے یہ فیصلہ ہمارا غلط ہو جو شادی کرنے جا رہا ہے یا یہ فیصلہ ہمارے والدین کا غلط ہو جو ہماری شادی کروانے جا رہے ہیں۔ اب اگر کوئی آدمی ایسی پریشانی میں پھنس گیا تو اس کے سامنے کوئی نمونۂ عمل تو ہونا چاہیے کہ بُری بیوی کے ساتھ زندگی کس طرح گزارنی ہے؟

یہ مثال مردوں کے حوالے سے تو ٹھیک ہے مگر مرد سے زیادہ مشکل مرحلہ عورت کا ہوتا ہے۔ شادی شدہ زندگی میں مردوں کا غلبہ ہوتا ہے اس کے باوجود اگر بیوی مل جائے اور بُری بیوی ملے۔

اسلام نے تو اور زیادہ پیغام دیا ہے کہ اگر کوئی خاتون مومنہ بہت اچھی ہے لیکن اس کو شوہر بہت بُرا مل گیا جو شرعاً بھی اور دنیا کے ماحول کے اعتبار سے بھی اپنی بیوی کو ہر طرح سے دبا کر رکھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا کی مثال دی ہے کہ فرعون جیسا بدترین شخص جو اپنے آپ کو خدا کہتا تھا اور اس سے بدتر کوئی اور گناہ نہیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ (سورہ تحریم آیت ۱۱)

"اللہ ایک نمونہ پیش کر رہا ہے حضرت آسیہؑ کا"۔

## کس چیز کا نمونہ؟

اس چیز کا کہ اگر شوہر بدترین اور خراب مل جائے تو حضرت آسیہؑ بتا رہی ہیں کہ ایک مومنہ پھر بھی کس طرح زندگی گزار سکتی ہے۔

یہ مثالیں دینا ضرور تھیں، کیوں کہ بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر آپ زبانی بتائیں گے تو لوگ پلٹ کر ایک ہی جواب دیں گے بھئی! زبان سے کہنا آسان ہے لیکن عمل کرنا بہت مشکل ہے۔

ضرورت ہے کہ سیرت میں ایسے واقعات آئیں کہ خالی زبانی نہیں کہا، حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بتا رہے ہیں کہ جُعدہ بنتِ اشعث کے ساتھ زندگی گزاری گئی، امام محمد تقی علیہ السلام بتا رہے ہیں کہ اُمّ الفضل کے ساتھ زندگی گزاری گئی، حضرت آسیہؑ بتا رہی ہیں کہ فرعون کے ساتھ زندگی گزاری گئی۔

بہرحال!

بنیادی طور پر عورت کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ جب وہ گھر میں بیوی بن کر آئے تو اس لحاظ سے اپنے گھر میں سکون کی نعمت لے کر آئے کہ اللہ کے رسولؐ آخری وقت تک اگر یاد کرتے رہے تو حضرت خدیجہ طاہرہؑ کو یاد کرتے رہے، بلکہ ازواجِ رسولؐ جو بعد میں آئیں۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے اور بہت سیدھے سادھے سے الفاظ ہیں کہ ازواجِ رسولؐ کا یہ کہنا ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلال کے عالم میں ہوتے تھے۔ (جو آدمی بہت نرم ہوتا ہے جس کو کبھی غصہ نہیں آتا، لیکن جب اس کو غصہ آ جائے تو بڑا خطرناک ہوتا ہے)۔

جب پیغمبر اسلام ﷺ جلال کے عالم میں ہوتے تھے تو ہم میں سے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی اور ہم پریشان ہوتی تھیں کہ اب کیسے رسولؐ کے جلال سے بچا جائے تو اس وقت خالی حضرت خدیجہؑ کا نام لے لیتے تھے تو فوراً رسولِ خدا ﷺ کا جلال ختم ہو جاتا تھا۔ اِدھر نام خدیجہؑ سنا' اُدھر اتنا پیغمبر ﷺ کا مزاج بدلا اور اتنا مسکرا مسکرا کر حضرت خدیجہؑ کے احسانات اور ان کے واقعات کا تذکرہ کرنے لگے۔ بیوی کی یہ پہلی ذمہ داری ہے کہ آئے تو اس طرح سے کہ سب کو اپنا بنا لے۔

اب اگلا جملہ میں عموماً مصائب کی منزل میں پڑھا کرتا ہوں!

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: اس گھر میں میرا دل نہیں لگتا جہاں رُبابؑ اور سکینہؑ میں سے کوئی ایک نہ ہو۔

میرے اُستاد فرمایا کرتے تھے: صحیح معنوں میں علیؑ و فاطمہؑ کے گھر کی لاج اور ان کے نام کی لاج صرف علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیوں نے نہیں رکھی' بلکہ علیؑ و فاطمہؑ کی بہوؤں نے بھی رکھی۔

بھئی!

حضرت زینبؑ اور حضرت اُم کلثومؑ تو معصوم باپؑ کی بیٹیاں ہیں' ان کی رگوں میں معصومؑ کا خون ہے۔ اُنھوں نے شیر فاطمہؑ بحیثیت غذا پیا ہے' وہ جس گھر میں پلی بڑھی ہیں وہ عصمت و طہارت کا گھر ہے' ناناؐ معصومؑ' بابا معصومؑ' ماںؑ معصومہؑ' بڑا بھائی معصومؑ' چھوٹا بھائی معصومؑ' عصمت ہی عصمت' طہارت ہی طہارت' حضرت زینبؑ و حضرت اُم کلثومؑ تو جو بھی کردار پیش کریں کم ہے لیکن کمال تو اس کا ہے نا! جو ہاشمی گھر میں پیدا نہیں ہوئی تھیں' عام سا باپ ہے' عام سی ماں ہے' ایک عام سے

گھر میں پلی اور بڑی تھیں۔

وہ حضرت رُبابؑ جو علیؑ کی بہو بنی اور بتایا کہ بہو کسے کہتے ہیں اور اُنھوں نے کیسے علیؑ کے نام کی لاج رکھی اور حضرت امام حسین علیہ السلام جیسا امامؑ فرما رہا ہے: مجھے وہ گھر اچھا نہیں لگتا جس میں رُبابؑ اور سکینہؑ نہ ہوں۔ یہ بی بی ربابؑ کا بیوی ہونے کی حیثیت سے کردار ہے۔

بہرحال!

یہ سارے جملے اپنی جگہ پر ہیں مگر میرا جو اصل موضوع ہے وہ ہے نفس کو پاک کرنا۔ دنیا بھر کے مذاہب ایک بات کہتے ہیں اور اسلام ان سب سے مختلف بات کہتا ہے اور اس کو ثابت بھی کرتا ہے۔ دنیا بھر کے مذاہب کہتے ہیں: بھئی! اگر اللہ کے قریب ہونا ہے تو عورت سے دور ہونا پڑے گا۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ دنیا کے ہر مذہب میں جو مذہب کا پیشوا بنے وہ شادی نہ کرے۔ بدھ مذہب کا کمال یہ ہے کہ وہ ساری زندگی شادی نہ کرے، عیسائی پادری کا کمال یہ ہے کہ ساری زندگی شادی نہ کرے اور ہندو سادھو کا کمال یہ ہے کہ ساری زندگی شادی نہ کرے بلکہ عام آدمیوں کو شادی کرنا ہے، اس کے بغیر نسل آگے نہیں بڑھے گی۔ جب نسل آگے نہیں بڑھے گی تو پادری صاحب کن کے پیسوں پر زندگی گزاریں گے؟ بدھ مذہب کے سرپرست کن کے پیسے پر زندگی گزاریں گے؟ وہ سادھو صاحب کس کے سامنے کمالات دکھائیں گے؟ جو مذہبی پیشوا ہے اس کو اللہ کے قریب ہونا ہے اس لیے اسے عورت سے دور ہونا ہے۔ اب ہر ایک کو معلوم ہے کہ اسلام میں بالکل اس کے برعکس قانون ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی ایک حدیث ہر نکاح کے خطبے میں پڑھی جاتی ہے اور پیغمبر اسلامؐ کی ایک دوسری حدیث کم پڑھی جاتی ہے لیکن دونوں کا ایک ہی پیغام ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کا یہ جملہ کہ

''تم ستر (۷۰) رکعت نماز پڑھو جب تک کہ تمہارے گھر میں بیوی نہ ہو' اس کا وہ ثواب ہے جو شادی کے بعد دو رکعت نماز کا ثواب ہے۔''

صرف شادی ہم نے کی ہے' صرف گھر میں بیوی لائے ہیں مگر اس بیوی نے ہماری دو رکعت نماز کے ثواب کو ستر (۷۰) رکعتوں کے ثواب تک پہنچا دیا۔

دوسری حدیث یہ ہے!

پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے شادی نہ کی وہ شیطان کا بھائی ہے''۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ عورت جب بیوی بن کر آتی ہے اور گھر کے ماحول پر اثر انداز ہوتی ہے۔ نفس کو پاک کرنے کا اللہ کی طرف سے ہمارے لیے سب سے بڑا تحفہ بیوی ہے' جس سے آپ کا نفس پاک رہ سکتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ سے پوچھا گیا: یا رسولؐ اللہ! انسان اللہ کے سب سے زیادہ قریب کب ہوتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ''جب وہ نماز ادا کرتا ہے''۔

دنیاوی اعتبار سے مومن سب سے نیچا کب ہے؟

نماز میں۔

دین کے اعتبار سے سب سے اُونچا کب ہے؟

نماز میں۔

بھئی!

نماز میں جب آپ سجدہ کرتے ہیں تو اس سے زیادہ نیچے ہونے کی کوئی پوزیشن ہی نہیں ہے۔ جتنا اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکاؤ گے اتنا اللہ تمہیں دنیا کے سامنے بلند کرے گا۔ سب سے زیادہ جھکو گے تو سب سے زیادہ اُونچے ہو گے (نعرۂ حیدری)۔

بہرحال!

دو رکعت نماز کے ثواب کو ستر (۷۰) رکعتوں کے ثواب تک پہنچانے والی چیز کا نام ہے بیوی۔ اسی حوالے سے میں اکثر ایک جملہ کہتا ہوں کہ دو جملے میرے مولاؑ کے ایسے ہیں کہ جو یہ بتانے کے لیے کافی ہیں کہ شریکِ حیات یا بیوی کا کردار کتنا اہم ہے۔

آپ پوری تاریخ اسلام پڑھ ڈالیے!

میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولا علی علیہ السلام نے کبھی کسی غیر خدا کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے اور یہ نہیں کہا کہ میری مدد کرو مگر صرف دو جملے آئے تھے مولا علی علیہ السلام کی زبان پر مدد کے لیے:

① ایک میں براہِ راست کہا جو نہج البلاغہ کا مکتوب نمبر ۴۵، ۴۶ عثمان ابن حنیف کے نام ہے مگر وہ کسی اور حوالے سے ہے وہ صاف لگ رہا ہے کہ لفظ مدد تو

آیا ہے لیکن مراد یہ والی مدد نہیں۔

(۲) دوسرا جملہ یہ کہ قبر سیدہؑ حضرت فاطمہؑ پر میرے مولاؑ نے جو مرثیہ پڑھا اس کا آغاز اس جملے سے کیا جو تاریخ میں صرف دو ہی لوگوں کی زبان پر آیا۔

اَلآنَ اِنْکَسَرَ ظَھرِی

"اے رسولؐ کی بیٹی! آپؑ کے جانے سے میری کمر ٹوٹ گئی۔"

یا کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے آقا عباس علیہ السلام کے سلام کو سن کر کہا' یا کربلا سے پہلے قبر سیدہؑ پر کھڑے ہو کر میرے مولاؑ نے یہ جملہ کہا یعنی علیؑ ساری کائنات کا مشکل کشا ہے لیکن حضرت فاطمہؑ علیؑ کی مشکل کشا ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اے رسولؐ کی بیٹی! آپؑ کے جانے سے میری کمر ٹوٹ گئی۔

یہ جملہ عرب میں ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے قوتِ بازو جو آدمی کا مددگار رہتا ہے اس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ جملہ مولا علی علیہ السلام نے کس دن کہا؟

جس دن حضرت فاطمہؑ اس دنیا سے گئیں یعنی جس دن ازدواجی زندگی مکمل ہوئی اور جس دن ازدواجی زندگی شروع ہوئی اس دن میرے مولاؑ نے کیا کہا؟

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ نے بیٹی کو رُخصت کر کے بیٹی اور داماد کو الگ مکان لے کر دیا تا کہ اب چند دن یہ لوگ الگ رہیں اور اگلی صبح مولاؑ اپنے معمول کے مطابق نماز فجر پڑھنے کے لیے مسجد میں آئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: اے علیؑ! یہ بتاؤ تم نے فاطمہؑ کو کیسا پایا؟

مولا علی علیہ السلام نے جواب دیا:

نِعمَ العَونُ لِلعِبَادَةِ

"میں نے فاطمہؑ کو عبادت کے لیے بہترین مددگار پایا" (نعرۂ حیدری)۔

جب شادی کا آغاز ہوتو مولاؑ نے پہلا جملہ یہ فرمایا:

نِعمَ العَونُ لِلعِبَادَةِ

"میں نے فاطمہؑ کو عبادت کے لیے بہترین مددگار پایا۔"

دوسرا جملہ اس وقت کہا جب فاطمہؑ کی قبر پر مرثیہ پڑھ رہے تھے تو فرمایا:

اَلآنَ اِنكَسَرَ ظَهرِی

"اے بتولؑ! آپؑ کے جانے سے میری کمر ٹوٹ گئی۔"

بہرحال!

اب ایک جملہ میں اور کہہ دوں!

تقریر کے درمیان ایک سوال تھا' اس کا ایک اور جواب کہ جبکہ انبیاءؑ ہوں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کے گھروں میں غلط عورتیں بیویاں بن کر آجائیں؟

ارشاد خدا ہوتا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوحٍ وَّامْرَاَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِينَ (سورۂ تحریم آیت ۱۰)

"خدا نے کافروں کے واسطے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی

مثل بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے بندوں کے تصرف میں
تھیں تو دونوں نے اپنے شوہروں سے دغا کیا تو ان کے شوہر
خدا کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان دونوں کو
حکم دیا گیا کہ جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی جہنم میں
داخل ہو جاؤ۔"

دیکھئے!

انبیاءؑ کے گھر میں غلط بیویاں آ جائیں یا ائمہؑ کے گھر میں غلط بیویاں آ جائیں تو ایک سوال یہ بھی ہے کہ آخر کیوں آ جائیں؟

اس کے ویسے تو بہت سارے جواب ہیں لیکن ان میں سے ایک جواب یہ بھی ہے کہ دیکھئے! اسلام علم غیب کی بنیاد پر فیصلے کرنے کی اجازت نہیں دیتا' لیکن علم غیب ہونا اپنی جگہ پر ہے' اس کی بنیاد پر فیصلے نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اگر بچہ ہے کہ آگے چل کر یہ کیا خرابی کرے گا تو حضرت خضر علیہ السلام کی شریعت میں ہے کہ اس کو قتل کر دو' لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یہ حرام ہے اور اس وقت شریعت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ چل رہا ہے' اس میں علم غیب پر فیصلے نہیں ہوتے۔

مولا علیہ السلام نے اسی جملے کو آسان کیا ہے کہ ماہِ رمضان کی راتیں ہیں' ابن ملجم کوفہ کی گلیوں میں گھوم رہا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ ہے میرا قاتل' یہی ہے وہ جو اسی رمضان میں میری سفید داڑھی کو میرے خون سے رنگین کرے گا۔

عرض کیا: مولاؑ! پھر اس کو آپؑ نے آزاد کیوں چھوڑا' جیل میں ڈال دیں؟

آپؑ نے فرمایا: جرم سے پہلے سزا نہیں دی جاتی۔

یہی وجہ ہے کہ صفین کی لڑائی میں شمر گرفتار ہو کر آیا۔ میدانِ جنگ کا قیدی ہے تو جیل میں ڈالا گیا' روتا ہے' گڑگڑاتا ہے' ہر ایک سے معافی مانگتا ہے کہیں سے معافی نہ ملی' آخر حضرت امام حسین علیہ السلام گزرے' ایک بار آواز دی: اے رحمۃ للعالمینؐ کے بیٹے! تجھے واسطہ اپنی رحمت کا میری خطا کو معاف کرا دے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شمر کو قید سے رہائی دلوائی۔ فرمایا: بابا! اس کا سفارشی میں بن کر آیا ہوں۔

کیوں؟

جرم سے پہلے سزا نہیں ملے گی۔

اُمّ الفضل نے جرم نہیں کیا ابھی تو کیسے اس کو سزا دی جائے کہ امامؑ کہیں کہ رشتہ ٹھکرا رہا ہوں میں اور جُعدہ بنتِ اشعث نے جب تک جرم نہیں کیا تو اس وقت تک کیسے سزا دی جائے؟

حضرت امام حسن علیہ السلام کو معلوم ہے۔ بیوی' شریکِ حیات' گھر میں نفس کی پاکیزگی کا بہترین ذریعہ' اللہ کے قریب کرنے کا بہترین وسیلہ' مگر جُعدہ بنتِ اشعث جیسی بیوی بھی ہو تو جرم سے پہلے سزا نہیں دی جاتی۔

ہاں!

حضرت امام حسن علیہ السلام کے گھر حضرت اُمّ فروہ سلام اللہ علیہا بھی ہیں اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے گھر جُعدہ بھی ہے۔ حضرت اُمّ فروہؑ حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کا کردار ادا کر رہی ہیں (صلوٰۃ)۔

maablib.org

## ذکرِ مصائب: شہادتِ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

اسلام کا ایک اُصول ہے: اگر شیطان کے بہکاوے میں آ گئے تو یاد رکھو کہ تمھاری آخرت تو جائے گی لیکن وہ دنیا بھی تمھیں نصیب نہیں ہو گی، جس کا اُس نے وعدہ کیا تھا۔

حاکم نے کہا: تُو حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دے دے میں اپنے بیٹے کی شادی تجھ سے کر دوں گا۔ اس نے سوچا کہ حاکم کے بیٹے کی شادی میرے ساتھ جو آئندہ حاکم بننے والا ہے۔ لالچ میں آ گئی، کچھ خاندان کا بھی اثر تھا اور کچھ خون کا بھی اثر تھا، اس کا باپ اشعث ساری زندگی مولاؑ کا مذاق اُڑاتا رہا۔ اس کا بیٹا محمد ابن اشعث حضرت مسلمؑ ابن عقیل علیہ السلام کو دھوکہ دے کر گرفتار کرنے والا یعنی جُعدہ کا بھائی ہے اور خود جُعدہ لالچ میں آ گئی۔ خاندان کا بھی اثر تھا اس لیے زہر دے دیا۔ اس نے حاکم سے جب بات کی کہ میں نے تو اپنا وعدہ پورا کیا اب تُو اپنا وعدہ پورا کر، تو حاکم نے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ حاکم نے ایک مرتبہ جواب دے دیا۔

اس نے کہا: مجھے اپنے بیٹے کی زندگی بہت پیاری ہے، جو امام حسنؑ جیسے شخص کو ایک چھوٹے سے لالچ میں زہر دے سکتی ہے میرا بیٹا تو امام حسنؑ کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے، کوئی اور آ کر تجھے لالچ دے گا تو تُو میرے بیٹے کو بھی زہر دے دے گی۔ پاگل ہو کر مدینے کی گلیوں میں گھومتی تھی اور مر گئی مگر اس سے پہلے فاطمہ زہراؑ کے گھر کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا۔

میرا مظلوم آقاؑ، زہر دغا سے شہید ہونے والا آقاؑ، جعدہ بنتِ اشعث حضرت امام حسن علیہ السلام کی دوسری بیوی تھی۔ حاکمِ شام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو شہید کرنے

کے کئی طریقے اختیار کیے۔ ہر مرتبہ ناکامی ہوئی' لیکن ہر زہر اپنا اثر جسم میں چھوڑتا تھا۔ ہر بار کلیجہ کٹتا تھا' ہر بار امام حسن علیہ السلام کو اس زہر کی تلخی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ائمہ طاہرینؑ میں کوئی ایسا نہیں ہے جسے سات مرتبہ زہر دیا نہ گیا ہو' ہر زہر اپنے اثرات لے کر آتا ہے۔ روز بروز حضرت امام حسن علیہ السلام کم زور ہوتے جا رہے ہیں۔ چھٹی مرتبہ کا زہر جب ناکام ہوا تو اب ایک بار آقا عباس علیہ السلام نے ہاتھ جوڑے اور عرض کیا: مولا حسنؑ! اب تک میں نے آپؑ کی بات مانی تھی' لیکن اب میں آپؑ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے وہ پہرہ قائم کرنے دیں کہ کسی کو میں آپؑ کے قریب نہ آنے دوں۔

سارے راستے بند ہو گئے' سارے طریقے ناکام ہو گئے' اب باہر کا کوئی آدمی نہیں آ سکتا' اب عباسؑ کا پہرہ ہے۔ جب عباسؑ کا پہرہ ہوتا ہے' اس وقت منظر ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

۲۸ رجب کو جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ چلا تھا تو اس وقت قافلے کی شان دیکھنا اور جب عباسؑ نہ رہا تو گیارہ محرم کو جو قافلہ چلا اس کو دیکھنا۔

اب عباسؑ کا پہرہ ہے' اب عباسؑ کسی کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے قریب نہیں آنے دیتے۔ حاکم نے کہا: اب کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ اب تو گھر کے کسی فرد کو ملایا جائے۔ وہ ساری باتیں ہو گئیں۔

جعدہ سے کہا: اب تک چھے مرتبہ میں زہر دے چکا ہوں' زہر پہنچ تو گیا مگر یہ علیؑ کا وارث ہے' علیؑ کا جانشین ہے' ہر زہر کا سامنا کر گیا۔ اب میں ایسا زہر بھجواتا ہوں جو میں نے بادشاہ روم سے منگوایا ہے' ایک بہتے دریا میں یہ زہر ڈال دو تو اس

دریا کی ساری مچھلیاں مر کر رہ جائیں گی' کسی طرح سے یہ زہر حضرت امام حسن علیہ السلام کو پلا دینا۔

عزادارو!

آدھی رات کا وقت ہے۔

کون سی آدھی رات؟

آج کی آدھی رات۔

آدھی رات کے قریب حضرت امام حسن علیہ السلام سو رہے تھے اور سوتے وقت بھی بڑا سخت پہرہ تھا۔

کیا مطلب؟

حضرت امام حسن علیہ السلام کے بستر کے ایک طرف حضرت امام حسین علیہ السلام کا بستر تھا اور دوسری جانب حضرت زینبؑ کا بستر ہے' دونوں چھوٹے بہن بھائی اپنے بڑے بھائی کو اپنے حصار میں لے کر سو رہے تھے' جعدہ آہستہ آہستہ آئی' وہ ملعونہ آئی اور جو حضرت امام حسن علیہ السلام کے سرہانے پانی کی صراحی رکھی تھی تھوڑا زہر اس میں ڈالا اور اسی طرح سے آہستہ سے چلی گئی۔ اچانک حضرت امام حسن علیہ السلام کی آنکھ کھلی اور ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے صراحی کی جانب ہاتھ بڑھایا تو حضرت زینبؑ کی آنکھ کھل گئی' بھائی کی کروٹ کو محسوس کر کے حضرت زینبؑ کی آنکھ کھل گئی۔

گھبرا کر عرض کیا: بھیاؑ! یہ زحمت کیوں کر رہے ہیں' میں آپؑ کو پانی پلاتی ہوں۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کو تو پتا ہے نا! کہ پانی میں کیا ہے' حضرت امام حسنؑ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ زینبؑ کا ہاتھ اس پانی کو لگے ورنہ یہ خیال زینبؑ کو زندگی بھر رہے گا کہ ہائے وہ پانی تو میں نے خود بھائی کو پلایا تھا۔

بھیاؑ! آپؑ زحمت نہ کریں میں آپؑ کو پانی پلاتی ہوں۔

فرمایا: نہیں بہنؑ! اس وقت بحیثیت امامؑ حکم دیتا ہوں کہ تم رُک جاؤ۔

بہت کمزور ہے میرا امامؑ' کروٹ نہیں بدلی جا رہی لیکن صراحی سے پانی کوزے میں لیا' پانی کو دیکھا' یہ پانی کی دعا تو نہیں ہے جو حضرت امام حسن علیہ السلام پڑھ رہے ہیں:

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

عزادارو!

ایک بار حضرت امام حسن علیہ السلام نے پانی پیا' صرف ایک گھونٹ لے سکے' کوزہ ہاتھ سے پھسل کر گرا' حضرت امام حسن علیہ السلام بستر پر اُلٹ کر گرے۔

بی بی زینبؑ سے پوچھیے!

شہزادیؑ! وہ کربلا میں بلند مقام پر کھڑے ہو کر شہادتِ حسینؑ کا منظر اور آج روضۂ رسولؐ کے قریب بیتِ حسنؑ کا منظر۔ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آ رہا ہے۔

عزادارو!

بھائی کا کلیجہ بہن کے سامنے کٹ کر گر رہا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور

حضرت زینبؑ نے آقا حسن علیہ السلام کو لٹایا۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے کہا:

بہن زینبؑ! اُمّ فروہؑ کو بلا کر لے آؤ۔

حضرت اُمّ فروہؑ آتی ہیں۔ عجیب منظر دیکھا' پاس کھڑی ہیں مگر اکیلے تو نہیں آئیں نا؟ تیرہ (۱۳) سال کا قاسمؑ ماں کی گود میں ہے۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اُمّ فروہؑ! ایک وصیت کر رہا ہوں' یہ تعویذ لے لو۔ اس کو میرے قاسمؑ کے بازو میں باندھ دو۔ جب میرا قاسمؑ کسی بڑی مصیبت میں پھنسے تو یہ تعویذ کھول کر دیکھ لینا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام دنیا سے جا رہے ہیں مگر ابھی بھی کربلا یاد آ رہی ہے۔ ہائے کربلا! جہاں میرا بھائی حسینؑ اکیلا رہ جائے گا۔ حضرت اُمّ فروہؑ کو تعویذ تو دیا اور بے اختیار کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا جَدَّاهُ

اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا اَبَتَاهُ

اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا اُمِّی

"نانا! آپؐ پر میرا سلام ہو۔

بابا! آپؑ پر میرا سلام ہو۔

اماں! آپؑ پر میرا سلام ہو۔"

حضرت زینبؑ گھبرا گئیں' بھیا! خیریت تو ہے یہ کس کو سلام کر رہے ہو؟

فرمایا: بہنؑ! کیا دیکھتی نہیں ہو' یہ میرے سامنے نانا رسولؐ خدا کھڑے ہیں' یہ

بابا علیؑ کھڑے ہیں، یہ ماں زہراؑ کھڑی ہیں اور کہہ رہے ہیں: حسنؑ بیٹا! ہمارے پاس آنے کی تیاری کر۔

بس عزادارو!

جنازہ چلا تو سہی مگر قبر رسولؐ تک پہنچ کر روک دیا گیا۔ خالی روکا نہیں، کمانیں کھینچیں، ستر (۷۰) تیر نکلے امام حسن علیہ السلام کے جنازے میں، ستر (۷۰) تیر پیوست ہوئے، غیض و غضب کے عالم میں حضرت عباس علیہ السلام نے تلوار پر ہاتھ ڈال دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: عباسؑ! تلوار نہ چلانا۔

ہائے میرا آقا عباسؑ!

جب تلوار چلانے کا موقع آیا، عباسؑ کو روک دیا گیا، جنازہ لے کر واپس آئے۔

دیکھیے!

کوئی جنازہ گھر سے نکل کر کبھی واپس نہیں آتا، ابھی زینبؑ بیٹھی رو رہی ہیں، دیکھا کہ دروازہ کھلا جنازہ واپس آ رہا ہے۔

گھبرا کر عرض کیا: بھیا! یہ جنازہ کیوں واپس آیا؟

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بہن زینبؑ! سوال بعد میں کر لینا، پہلے آخری خدمت اور کرنا ہے۔

کیا خدمت؟

فرمایا: زینبؑ! بھائی حسنؑ کے جنازے سے تیروں کو نکالنا ہے۔

عزادارو!

ایک طرف حضرت امام حسین علیہ السلام' ایک طرف حضرت زینبؑ روتے جاتے ہیں' تیر نکالتے جاتے ہیں۔

بس! آخری جملہ!

گیارہ محرم کو حضرت زینبؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لاشے پر آ کر کہا: بہنؑ! بہت شرمندہ ہے' مدینہ میں بھیا حسنؑ کے لاشے سے تو تیر نکالے تھے لیکن تیرے لاشے سے تیر نہیں نکال سکتی' اس لیے کہ میرے ہاتھ گردن سے بندھے ہیں۔ میں کیسے تیر نکالوں؟

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

maablib.org

# مجلسِ ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

(سورۂ اعلیٰ آیات ۱۴ تا ۱۷)

"وہ یقیناً مراد دلی کو پہنچا جو (شرک سے) پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا مگر تم لوگ تو دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور دیرپا ہے۔"

جیسا کہ میں نے اس عشرہ کے آغاز میں ہی یہ گزارش کر دی تھی اور اسے بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ ان مجالس میں جو weekdays کی مجالس ہیں ان کا مجمع ذرا مختلف ہوتا ہے اور جو چھٹیوں کی مجالس ہیں تو مجمع میں کچھ اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس کی بنا پر تقریر کے انداز کو ذرا سا بدلنا پڑتا ہے۔ چونکہ وہ تین دن گزر گئے اور آج سے لے کر ہماری آخری تقریر تک اب وہ کیفیت مجمع کی نہیں ہو گی۔

آپ حضرات بھی ذرا آرام اور راحت سے بیٹھیے گا تاکہ میں اپنے اس موضوع کو اختتامی منازل کی جانب لے جاؤں۔ اس سے پہلے آج کے دن کا ایک

حق بطور قرض ہم پر باقی ہے۔ میرا طریقہ کار ہے کہ ایام عزا کے بعد والے عشروں میں تھوڑا تھوڑا تذکرہ ان ائمہ معصومین علیہم السلام کا بھی کیا جاتا ہے جن کے نام تو بچے بچے کو یاد ہیں، مگر اُن کے حالات بیان کرنے یا سننے کا موقع عام زندگی میں نہیں ملتا اور پھر اگر کسی امام معصومؑ سے متعلق کوئی تاریخ آ جائے تو یہ قرض اور بڑھ جاتا ہے۔

بہرحال!

آج کے دن ایک ایسے امام معصومؑ کی ولادت کی تاریخ ہے کہ جو سلسلۂ معصومین علیہم السلام میں ایک اعتبار سے آخری ہے۔

جس امام معصومؑ کا یہ دن گزرا وہ امامؑ اسیر بغداد ہونے کی بنا پر ذہن اتنا زیادہ ان کے مصائب کی جانب چلا جاتا ہے کہ امامؑ کی زندگی کے کچھ اہم پیغامات بیان نہیں ہوتے ہیں اور نہ ان کی جانب ذہن جاتا ہے۔

اب میں مختصر تین باتیں بیان کر رہا ہوں۔ ان کے بعد جو ہمارا اصل عنوان ہے اس کے متعلق ایک سوال آیا ہے، اس سوال کا جواب دیتے ہوئے پھر میں واپس امامؑ کی سیرت پر گفتگو کروں گا۔

ان تین باتوں میں سے جو تیسری بات ہے اس کا تعلق اس سوال سے بھی رہا ہے جو ہماری شروع کی تقاریر کے حوالے سے کسی نے پوچھا تھا۔

اچھا!

سوال بہت پوچھے جا رہے ہیں، لیکن میں صرف اس سوال کو مجلس میں بیان کرتا ہوں جس کا تعلق میرے موضوع سے ہو۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہماری قوم سب سے زیادہ جس مسئلے سے چڑ جاتی ہے وہ مسئلہ خمس کا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ باقاعدگی سے خمس دینے والوں کو نظامِ خمس پر اتنا اعتراض نہیں ہوتا جتنا نہ دینے والوں کو ہوتا ہے۔

سب سے زیادہ اس نظام کو اس انداز سے مضبوط لیا جو انداز آج ہمارے پاس ہے تو وہ ساتویں امامؑ ہیں، یعنی خمس کے بارے میں نہ غیبتِ امامؑ میں کوئی سلسلہ شروع ہوا اور نہ یہ کسی مولوی، علامہ، مجتہد یا مراجع کا بنایا ہوا کوئی طریقہ ہے بلکہ یہ چلا آ رہا ہے رسول خداؐ کے زمانے سے لیکن جس انداز سے آج ہمارے پاس ہے اور جس انداز پر بعض لوگوں کو اعتراض ہے وہ ساتویں امامؑ کا رائج کردہ طریقہ ہے۔

خمس کے مسئلے پر ہماری قوم کے ننانوے (۹۹) فیصد افراد کو اعتراض نہیں ہو گا۔ اگر یہ خمس خود امام معصومؑ کے ہاتھ میں جاتا۔ ان کو نظر آئے کہ ہم نے خمس نکالا اور امامؑ نے لے لیا۔ مجھے یقین ہے کہ ننانوے فیصد لوگ پھر کوئی اعتراض نہیں کریں گے جو اپنی آنکھ سے دیکھیں گے کہ ہمارا مال امامؑ کے ہاتھ میں گیا۔

پہلے چھے اماموںؑ کے زمانے میں خمس بڑا issue اس لیے نہیں بنا کہ مومن نے خمس نکالا اور پانچویں امامؑ کو دیا۔ مومن نے خمس نکالا اور چوتھے امامؑ کو دیا۔ مومن نے خمس نکالا اور براہِ راست امامِ مظلومؑ کو دیا۔ مومن نے خمس نکالا اور اس امام معصومؑ کو دیا جن کی شہادت کا دن گزرا ہے اور خمس کے حوالے سے بھی ان امامؑ پر اعتراض ہوا۔ باقی اماموںؑ پر خمس کے حوالے سے اعتراض نہیں ہوا لیکن حضرت امام حسن علیہ السلام پر اعتراض ہوا، البتہ جن لوگوں نے اعتراض کیا ہم نے خود ہی سمجھ لیا کہ یہ امامؑ کے

ماننے والے نہیں تھے۔

کیا اعتراض ہوا؟

آج کیا اعتراض ہوتا ہے؟

اگر کوئی بے چارہ جس کو شریعت نے خمس لینے کا حق اور اختیار دیا ہے یعنی مرجع۔

اگر کوئی بے چارہ نمازِ جعفر طیارؑ پڑھ کر یا روزی کا کوئی اور عمل کر کے اس حیثیت میں آ گیا کہ اب وہ اپنا ایک اچھا مکان لے لے تو قوم یہ کہے گی: یہ تو ہمارے دیے ہوئے خمس سے لیا گیا۔

اگر اللہ نے اسے ویسے کہیں سے برکت دی اور اس کے پاس کوئی گاڑی آ گئی تو اس پر اعتراض یہ ہوگا کہ یہ گاڑی ہمارے دیے ہوئے خمس سے لی گئی ہے۔ اگر مردِ مومن نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر تم ایک درہم کسی انسان کو تحفہ دیتے ہو تو تمھیں ایک میں دس کا ثواب ملے گا اور اگر کسی مومن کو تحفہ دیتے ہوئے تو ایک درہم میں ستر (۷۰) کا ثواب ملے گا اور اگر کسی مومن رشتہ دار کو تحفہ دیتے ہو تو ایک میں سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور اگر والدین کو تحفہ دیتے ہو تو ایک درہم میں ستر ہزار کا ثواب ملے گا اور اگر کسی عالم کو تحفہ دیتے ہو تو ایک درہم میں سات لاکھ کا ثواب ملے گا۔

اب یہ حدیث کسی نے سنی یا کسی کتاب میں پڑھی اور اس وجہ سے اس نے کسی عالم کو جا کر تحفہ دیا۔ ہم تو زیادہ سے زیادہ ایک رومال تحفہ دیتے ہیں۔ یہ ہمارے تحفے ہوتے ہیں' کوئی آٹے درہم والا پین' یہ ہمارے تحفے ہوتے ہیں اور سوال بھی ہمارا یہی ہوتا ہے کہ تحفے کی قیمت نہیں دیکھی جاتی لیکن ہمیں ایسے لوگ جو گاڑی کی

چابی لا کر دیتے ہیں کہ یہ ہماری طرف سے تحفہ ہے جب ثواب لینا ہے تو چیز بھی ایسی دیں نا!

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

"تم نیکی حاصل ہی نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز راہِ خدا میں نہ دو" (سورۂ آلِ عمران آیت ۹۲)۔

ایسے لوگ ہیں انھوں نے خالی گاڑی نہیں بلکہ مکان کی چابی آ کر دے دی لیکن ہمارے ذہن میں خیال یہ آیا کہ یہ ہمارے دیے ہوئے خمس سے خریدا ہے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ذات وہ ذات تھی کہ ظاہری اعتبار سے امامؑ کا لباس، ظاہری اعتبار سے امامؑ کی سواری، ظاہری اعتبار سے امامؑ کا مکان اور اس کے بعد کا جو مرحلہ، یہ مکان، یہ سواری اور یہ لباس۔ یہ تو وہ ہے کہ ایک بار آدمی نے پیسے خرچ کر کے خرید لیا، پھر امامؑ کا ایک عظیم اور عالی شان دسترخوان جو عام دنوں کو تو چھوڑیے عرفات کے میدان میں حج کے دوران بھی، جہاں آدمی کے لیے اپنے کھانے کا انتظام مشکل سے ہوتا ہے اور ہزاروں حاجی امامؑ کے دسترخوان پر آ کر بیٹھ جاتے اور استفادہ کرتے۔

اتنا پیسہ کہاں سے آ رہا ہے؟

یہ سوال کرنے والے خالی آج نہیں ہیں، مزاج تو ہر دور میں ایک جیسا ہوتا ہے۔

یہ اتنا پیسہ کہاں سے آ رہا ہے؟

ان کو کون سا ایسا خفیہ خزانہ مل گیا ہے؟

ان کے پاس کون سا ایسا اسم اعظم ہے؟

ان کے کون سے اتنے بڑے بڑے کاروبار چل رہے ہیں؟

اگر چل رہے ہیں تو کاروبار چلانے کا پیسہ کہاں سے آیا؟

فرق یہ ہے کہ امامت کے زمانے میں جو یہ سوال کرے گا تو وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا' آج یہ سوال کریں گے تو ماشاء اللہ متقی بھی کہلائیں گے' پرہیزگار بھی کہلائیں گے' زائر بھی کہلائیں گے' حاجی بھی کہلائیں گے اور عبادت گزار بھی کہلائیں گے۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام میں سے آقا حسن علیہ السلام پر یہ اعتراضات ان کے انداز زندگی کی وجہ سے کیے گئے۔ جب یہودی نے راستہ روک لیا اور عرض کیا: اے ابو محمدؑ! آپؑ کا نانا صحیح تھا یا آپؑ صحیح ہیں؟

کیوں؟

عرض کیا: آپؑ کے نانا نے فرمایا تھا: یہ دنیا کافر کے لیے جنت ہے اور مومن کے لیے قید خانہ ہے' لیکن یہاں تو اُلٹا ہے' میں کافر ہوں' میرے پھٹے ہوئے کپڑے ہیں' کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے' بھیک مانگتا پھر رہا ہوں' نہ رہنے کی جگہ' نہ پہننے کا لباس' نہ کوئی سواری اور نہ کھانا ہے اور آپؑ بہترین سواری پر بیٹھے ہیں۔ بہترین کپڑے پہنے ہوئے ہیں' آپؑ نظر آ رہے ہیں' آپؑ کے جدؑ نے تو کہا تھا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔ یہاں تو اُلٹا ہو رہا ہے؟

پورا واقعہ' اس کا جواب' اس کے پیغامات' میں حتی الامکان کوشش کرتا ہوں کہ مجمع کا وقت ضائع نہ ہو' جو چیزیں بچے بچے کو معلوم ہیں خالی اشارہ کرتے ہوئے

آگے بڑھ جاؤں۔

بہرحال!

یہ اعتراض ہو رہا ہے یہ سب سے پہلے سیرت معصومین علیہم السلام میں سے حضرت امام حسن علیہ السلام پر ہوا۔

چلیں!

یہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا تھوڑا سا حق ادا کر دیا۔

بات کہاں سے چلی تھی؟ بات یہاں سے چلی تھی کہ ننانوے (۹۹) فیصد لوگ کبھی اعتراض نہ کرتے اگر وہ اپنے خمس کو امامؑ کے ہاتھ میں جاتا دیکھتے۔ آپ بار بار کہیں گے کہ مولانا! آپ ایک فیصد کی گنجائش کیوں رکھ رہے ہیں؟ آپ کیوں نہیں کہتے کہ سو فیصد لوگ مطمئن ہوں گے؟ میں اسی منبر پر یہ دو تین بار وہ واقعہ پڑھ چکا ہوں جس کے پڑھنے کا موقع اب نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ واقعہ پڑھنے کا وقت نہیں ہے لیکن اس واقعے کا ایک جملہ میں پڑھ دیتا ہوں۔

ایک مومن، میرے حج کا ساتھی اور واقعاً اتنا پابند نماز کہ واجب تو واجب ایک سنت نماز بھی میں نے اسے کراچی میں بھی چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا، صحن کعبہ میں بیٹھا ہے، سامنے خانہ کعبہ کی دیوار ہے۔

عرض کیا: مولانا! ایک بات تو بتایئے وہ یہ کہ امامِ زمانہؑ کس بات کا خمس لے جاتے ہیں اور کر کیا رہے ہیں؟ (معاذ اللہ)

صحن کعبہ میں، خانہ خدا کے سامنے میں نے خود اپنے ساتھی سے یہ جملہ سنا۔

خیر!

اس وقت تو جیسا میں تھرا کے اور کانپ کے رہ گیا وہ تو اپنی جگہ پر ہے۔ ایک فیصد کی گنجائش میں نے رکھ لی کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت ایک فیصد لوگوں کو خمس کے حوالے سے امامت پر بھی اعتراض ہو اس کو چھوڑیے۔

ننانوے (۹۹) فیصد لوگوں کا اس وقت جو اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ یہ خمس امامؑ کے ہاتھ میں تو نہیں جا رہا اور پھر اس کے بعد وہ سارے اعتراضات جو میں نے اشارۃً بتا دیے۔ یہ والا نظام ساتویں امامؑ نے قائم کیا اور ساتویں امامؑ کو یہ نظام قائم کرنے کی ضرورت کیا پڑی تھی؟

بس!

اللہ نے حالات اس طرح کے بنائے کہ امامت کے شروع کے دس سال میں بھی ساتواں امامؑ غیبت میں چلا گیا اور آخر کے چودہ سال تو جیل خانے میں ہونے کی وجہ سے قید میں زندگی گزاری۔ شروع کے دس سال اور چودہ سال آخری' یہ وہ عرصہ تھا' جس میں امامؑ موجود ہیں' امامؑ غائب نہیں ہیں' لیکن مومنوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ اب امامؑ نے ایک نظام بنایا کہ خمس' جو لوگ چھٹے امامؑ کو دیتے آ رہے تھے لیکن ساتویں امامؑ نے کہا: نہیں' اب ہمارے نائب کو دو' اب ہمارے وکیل کو دو۔ امامؑ موجود ہیں' لیکن خمس ان کو دلوا رہے ہیں تو یہ شروع کے دس سال ہیں۔

اچھا!

اس میں ایسا ہوا کہ کبھی کبھار کوئی مومن بڑا تڑپا کہ مجھے تو امامؑ کے ہی ہاتھ میں خمس دینا ہے۔ چونکہ یہ وہ والی غیبت تو ہے نہیں جو آج ہمارے امامؑ کی ہے

ایسے کو بلوا بھی لیا' ایک آدھ مثال آتی رہی تا کہ پتا چلے کہ یہ نظامِ خمس چل رہا ہے ساتویں امامؑ کی قیادت میں۔

فطیطہ بی بی کا واقعہ بھی تو ہے نا؟!

اب تو فطیطہ بی بی کا روضہ نیشاپور شہر کے ڈاؤن ٹاؤن میں بنا ہے۔ اتنا شان دار جملہ صرف ایک جملے کی وجہ سے' ان کا خمس ایک رومال تھا۔ انھوں نے کہا: جو میرا حق وہ امامؑ کو بھجواؤں گی۔

خلاصہ یہ کہ جو آدمی یہ خمس لے کر گیا تھا وہ رو دیا تھا مدینہ میں کہ لوگوں نے سارا خمس مجھے دیا تھا کہ جا کر چھٹے امامؑ کے ہاتھ میں دو۔ چھٹے امامؑ زندہ تھے۔ مدینہ میں جب پہنچا تو چھٹے امامؑ کی شہادت ہو گئی۔ ساتویں امامؑ غیبت میں چلے گئے' اب مسئلہ میرے خمس کا نہیں بلکہ مسئلہ اس ذمہ داری کا ہے' اتنی ساری امانتیں جو میں لوگوں کی لے کر آیا ہوں اور ہر ایک کا یہ کہنا تھا کہ امامؑ کے ہاتھ میں دینا' تو وہ رو دیا' روضۂ رسولؐ سے سر ٹکرانے لگا۔ میں کہاں جاؤں؟ میں کیسے اس فریضے کو ادا کروں؟

یہ ایسا مسئلہ تھا کہ پھر امامؑ نے اس کو بلوایا' غلام آیا اور لے کر گیا۔ اس خاص گھر میں جہاں امامؑ نے غیبت اختیار کی ہوئی تھی۔ ایک سوال یہ بھی ہے کہ یہ غیبت کیوں ہوئی؟ یہ تین میں سے آخری بات جو مجھے بتانی ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ ساتویں امامؑ کے حوالے سے تین چھوٹے چھوٹے جملے عرض کروں گا۔

اب ایک چھوٹا جملہ' بڑا اس لیے ہو گیا کہ ہماری قوم کا یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ' نہ اپنی تاریخ نہیں پتا' اس لیے اپنے نظام پر اعتراض ہوتا ہے۔

وہ لے کر گیا اور امامؑ نے کہا: اچھا لاؤ' یہ والا خمس تم ہمیں دے دو۔ آ ئندہ سالوں میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے وکیل کو دینا' اب یہ نظام بنایا گیا اور ایک نظام کہ دس سال یہ نظام چلا اور پھر امامؑ سامنے آ گئے اور جب سامنے آ گئے تو جواب تک دس سال لوگ خمس دیتے بھی رہے تھے اور شک میں بھی تھے۔

آج بھی کتنے لوگ ہیں جو خمس دے بھی رہے ہیں' لیکن شک بھی ہے کہ پتا نہیں جن کو دے رہے ہیں ان کو یہ حق اور اختیار امامؑ نے دیا ہے یا پھر انھوں نے یہ اختیار خود ہی بنا لیا۔ چاہے وہ ساتویں امامؑ کی زیارت کے باب میں ہو۔

کتاب "مفاتیح الجنان" وہ کتاب ہے جسے ہر زائر اپنے ساتھ لے جاتا ہے' ساتویں امامؑ کی زیارت کے باب ہی میں حاجی علی بغدادی کا واقعہ ہے۔ وہ ساتویں امامؑ کی زیارت کے لیے جا بھی رہے ہیں' راستے میں امامؑ ملے۔ پوچھا: مولاؑ! آپؑ غائب ہیں کس کو خمس دوں؟

امامؑ نے اس زمانے کے تین مراجع عظام کا نام لیا کہ ان کو خمس دینا' لیکن وہ کتاب بھی ہے اسی سے زیارت بھی پڑھتے ہیں۔ اسی کو لے کر کاظمین بھی جاتے ہیں مگر اس قسم کے پیغامات پر توجہ نہیں دیتے۔

دیکھیے!

ساتویں امامؑ کی سیرت بہت اہم ہے' جنھوں نے غیبت میں جا کر نظام بنایا اور پھر ظاہر ہو گئے اور ظاہر ہونے کے بعد کہا کہ تم نے جو اس سال خمس دیا وہ بالکل صحیح دیا' یہ وکیل میرے مقرر کیے ہوئے ہیں' یہ نمائندے میرے مقرر کیے ہوئے ہیں۔ ان کو خمس دینا گویا کہ مجھے خمس دینا ہے۔

امامؑ جب آ گئے اور بہت جلدی آ گئے اور وہی لوگ ابھی زندہ ہیں امامؑ نے آ کر تصدیق کی اور یہ تصدیق دو وجوہات سے ضروری تھی' کیوں کہ امامؑ کو اپنی زندگی میں اب دوبارہ یہ نظام بنانا ہے اور پھر غیبت میں تو چودہ سو سال تک یہ نظام چلنا ہے۔

اگر انسان شک کے عالم میں عبادت کرتا رہے تو وہ عبادت بے کار ہو جاتی ہے' خمس بھی ایک واجب عبادت ہے۔ خلاصہ یہ کہ امامؑ ظاہر ہوئے اور تقریباً دس سال کے بعد' دس سال ظاہر رہے اور پھر قید میں چلے گئے۔ اب قید میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ اب امامؑ سے لوگوں کا رابطہ ختم ہو گیا۔

کون سی قید؟

یہ وہ قید تھی کہ امامؑ زمین کی اتنی گہرائی میں تھے کہ نہ وہاں سورج کی روشنی جائے' نہ تازہ ہوا آئے' کوئی نہیں جا سکتا' دسویں امامؑ بھی قید میں تھے' نگران سے ملنا اور ملاقات کرنا آسان تھا' وہ حدیث جو بہت مشہور ہے اور ''مفاتیح الجنان'' میں بھی ہے وہ دسویں امامؑ سے راوی لے کر آیا۔ چونکہ زبانی تو لوگ یاد نہیں کر سکتے تو میں کہتا ہوں کہ ایک' دو' تین' چار ایک' ایک' یہ جو امامؑ نے خلاصہ کیا اور دعا کے حوالے سے یہ بات بھی بہت اہم ہے لیکن ساتویں امامؑ کا لقب بھی باب الحوائج ہے۔ جو دسویں امامؑ نے ایک فارمولا دیا شیعوں کو' ایک دو' تین' چار' ایک' ایک۔ وہ قید میں دیا۔ مگر یہ وہ قید ہے کہ لوگ کوشش کریں تو جا سکتے ہیں۔

ایک' دو' تین' چار' ایک' ایک' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہفتے کے سات دنوں میں سے ہر دن' کسی ایک امامؑ کے لیے رکھا ہے اس دن اگر اس امامؑ کے وسیلے سے

دعا مانگو تو بہت جلد قبول ہوگی:

① ہفتہ کا دن: رسولِ خدا ﷺ کے لیے ہے۔

② اتوار کا دن: حضرت مولا علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لیے ہے۔

③ سوموار کا دن: حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے ہے۔

④ منگل کا دن: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام' حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے لیے ہے۔

⑤ بدھ کا دن: حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام' حضرت امام علی رضا علیہ السلام' حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے لیے ہے۔

⑥ جمعرات کا دن: گیارھویں امام حضرت حسن عسکری علیہ السلام کے لیے ہے۔

⑦ جمعہ کا دن: امام زمانہ علیہ السلام کے لیے ہے۔

یہ بھی دعا کی طاقت بڑھانے والی چیز ہے ان چیزوں کو اگر آپ کر سکیں تو آپ کی طاقت میں اضافہ ہو جائے گا۔

بہرحال!

اصل بات یہ چل رہی ہے کہ یہ پوری روایت قید خانے سے ملی۔ یہ راوی قید خانے میں جا کر دسویں امامؑ سے مل کر آیا۔

کتاب "مفاتیح الجنان" میں پورا واقعہ دیکھ سکتے ہو۔ یہ وہی واقعہ ہے جس کا آدھا حصہ میں پڑھ کر رُک جاتا ہوں۔ یہ راوی دسویں امامؑ کے پاس گیا تو دسویں امامؑ کے کمرے میں ایک قبر کھدی ہوئی تھی؛ پھر وہ پوری تفصیل آتی ہے۔ اس کے بعد

راوی نے دعا کے حوالے سے بات کی تو امامؑ نے یہ ہفتے کے سات دن بتائے کہ کون سا دن اللہ نے کس امامؑ کے لیے رکھا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ساتویں امامؑ کی ایسی قید نہیں ہے۔ مجال ہے کہ کوئی انسان ساتویں امامؑ سے مل سکے۔ ہارون ملعون نے گویا ہوا پر پابندی لگائی ہے' سورج کی کرنوں پر پابندی لگائی ہے' وہ پورا نظام جو پہلے امامؑ بنا گئے' لوگوں کو اس کی عادت ڈلوا گئے پھر ظاہر ہو کر اس کی تصدیق کر کے اطمینان دلوا گئے کہ صحیح نظام ہے۔ دوبارہ قید میں گئے اور وہ نظام نافذ ہو گیا' پھر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ کیوں کہ خود شروع والے دس سال دیکھ چکے تھے۔ آج ہمارے پاس وہ خمس کا نظام ہے جو ساتویں امامؑ نے اپنی امامت کے شروع میں بھی قائم کیا اور اپنی امامت کے آخر میں بھی اور اس کے اندر تقلید بھی ہے۔

امامؑ کے ہوتے ہوئے کس کا دل چاہے گا کہ کسی اور سے سوال کرے؟

امامؑ ہیں' امامؑ یہ چاہ رہے ہیں کہ نظام بنایا جائے' لیکن لوگ تڑپ کر آ جاتے ہیں کہ مولاؑ! پوچھنا آپؑ ہی سے ہے۔

امامؑ نے فرمایا: وہ میرا شاگرد' وہ میرا صحابی' اسے میں نے تمہارے شہر میں بھجوایا ہی اس لیے ہے۔ نہیں مولاؑ! سننا آپؑ سے ہے' پوچھنا آپؑ سے ہے' اطمینان بھی ہوتا ہے' زیارت کر کے خوشی بھی ہوتی ہے۔ اب کیا کریں؟ امامؑ کیا ان لوگوں کو روکیں؟ یہ معصومینؑ کا دروازہ ہے یہاں تو کسی کافر کو بھی دھتکار کر نہیں نکالا جاتا یہ تو چاہنے والا مومن ہے۔ بار بار کہہ رہے ہیں کہ ضرورت نہیں ہے' اتنی زحمت کی۔ نہیں مولاؑ! ہمارا دل چاہتا ہے آپؑ کے پاس آنا حرام تو نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔

اب ضرورت ہے کہ اس نظام کی عادت ڈلوائی جائے۔ جس عرصے میں امامؑ خمس کا نظام بنا رہے ہیں وہی عرصہ تقلید کا بن رہا ہے۔ پہلے دس سال امامؑ غیبت میں رہے' مومن کو مسئلہ تو پیش آئے گا۔ اِن کے پاس جاؤ' جا تو رہا ہے' شک رہتا ہے کہ ان کے جواب صحیح ہیں کہ نہیں۔ یہ تو غیر معصوم ہیں' یہ تو بہرحال ایک عالم اور مجتہد ہیں' یہ تو غلطی کر سکتے ہیں تو پھر امامؑ ظاہر ہو گئے اور ظاہر ہونے کے بعد دس بارہ سال ظاہر رہے اور بتایا کہ جو کچھ تم نے کیا وہ سب کچھ صحیح کیا اور امامؑ دوبارہ غیبت میں گئے تو یہی نظام چلا۔

ہمارے پاس جو آج تقلید کا نظام ہے کہ جو لوگ تقلید کرتے بھی ہیں دل میں خیال آتا بھی ہے نا! کہ یہ مراجع معصوم تو نہیں ہیں اور غلطیاں بھی کر سکتے ہیں اور یقیناً جب دو الگ فتوے ہیں تو ایک صحیح ہے' ایک غلط ہے' پتا نہیں یہ عمل صحیح بھی ہے یا نہیں' پتا نہیں اللہ اسے قبول بھی کرے گا یا نہیں' امامؑ اس کو مانیں گے کہ نہیں؟

یہ سارا نظام ساتویں امامؑ نے اس وقت بنایا۔

یہاں پھر میں بتا دوں کہ یہ تین مرحلے کہ پہلے غائب ہوئے تھوڑی مدت کے لیے' پھر ظاہر ہوئے' اس دوران میں خمس اور تقلید کے نظام کی تصدیق کی' پھر قید خانے میں چلے گئے۔

یہ دو باتیں تو بہت اہم ہیں' یعنی بات جہاں سے شروع ہوئی تھی کہ تقلید اور خمس کا جو نظام آج ہمیں بارھویں امامؑ نے دیا ہے یہ سب سے پہلے ساتویں امامؑ نے بنا کر اس کو مضبوط کیا' مستحکم کیا اور اس کی تصدیق کی اور تائید کی کہ یہ صحیح نظام ہے' پھر یہ ہم کو ملا' ہمیں تو تاریخ کا ہی نہیں پتا' ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارا غیبت میں

شروع ہوا۔

اب تیسری بات!

میں ایک سوال کا جواب دینے والا تھا وہ دوں گا لیکن بہت تفصیل سے جواب نہیں دوں گا شاید اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امامؑ شروع کے نو یا دس سال غائب کیوں ہوئے؟

''کیوں'' کا جواب تو مجھے معلوم نہیں' لیکن ظاہری اعتبار سے میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ خواب کی تعبیر یہ ایک specialized field ہے' میں کچھ نہیں جانتا' آپ میرے پاس آئیں گے' خواب سنائیں گے تو اور confuse ہو کر چلے جائیں گے۔ دعا' تعویذ یہ میری field نہیں ہے۔

چنانچہ اس کے لیے جو علمائے کرام ہیں' میں تو ایک طالب ہوں اور طالب علم بھی ان چیزوں کا نہیں ہوں اور اسی طریقے سے یہ ''کیوں'' والے سوال کا میں طالب علم بھی نہیں ہوں۔

داڑھی رکھیں۔

کیوں؟

پردہ کریں۔

کیوں؟

گانا سننا چھوڑیں۔

کیوں؟

خمس دیں۔

کیوں؟

نماز پڑھیں۔

کیوں؟

شراب نہ پئیں۔

کیوں؟

ہم سے کیوں پوچھتے ہو؟

یہ میرا department ہے ہی نہیں' میں تو ایک طالب علم ہوں اور اگر آپ کہیں گے کہ بھئی! جو ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا' وہ منبر پر کیوں آتا ہے؟

آپ جا کر آج ہی انتظامیہ سے بات کر لیجیے گا' میں آپ کا شکرگزار ہوں گا۔

اب میں آگے بڑھتا ہوں!

حقیقت اور مصلحت تو اللہ جانتا ہے لیکن ظاہری اعتبار سے خاندانِ بنو عباس نے آلِ محمدؐ پر ظلم کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ خاندان میں تفرقہ ڈال دیا' چھٹے امامؑ کے اپنے دو بیٹے۔ امامؑ کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؒ تھے وہ تو نیک اور شریف تھے۔ یہ لفظ ''شریف'' جو میں نے کہا ہے اس لیے کہ آج بھی حج و یا عمرہ پر جاتے ہیں اور جنت البقیع کے مقام پر حضرت اسماعیلؒ کی قبر پر زیارت پڑھتے ہیں تو یہی کہتے ہیں:

اَیُّهَا الشَّخصُ الشَّرِیفُ

وہ تو بالکل ٹھیک تھے' ان کے بیٹے نے ہنگامہ کھڑا کر دیا اور چھٹے امامؑ کے دوسرے بیٹے عبداللہؒ انھوں نے اپنا فرقہ بنا لیا۔ اب ساتویںؑ کے تیسرے بیٹے ہیں، جو پہلا شخص ہنگامہ کر رہا ہے کہ امامت ہمیشہ بڑے بیٹے کو ملتی ہے' میرا بابا بڑا تھا تو

مجھے ملے گی۔ دوسرے نے ہنگامہ کیا کہ باپ کی موت کے وقت تو میں بڑا تھا۔ ساتویں امامؑ کا کہیں سے right نہیں بنتا' جن لوگوں کے پاس امامت کا صحیح تصور نہیں تھا۔

امامت رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں ملتی' عصمت پر ملتی ہے' طہارت پر ملتی ہے' طہارت پر ملتی ہے' علم پر ملتی ہے' شجاعت پر ملتی ہے' ان چیزوں پر امامت ملتی ہے' رشتہ داریوں پر نہیں ملتی ہے۔

اب ساتویں امامؑ نے یہ حالات دیکھے تو آپؑ نے ذرا سی غیبت کی تیاری بھی کرنا تھی اور ایسے حالات ہیں کہ (نعوذباللہ) کہ اگر امامؑ میدان میں جمے رہیں تو یاد رکھیے ظالم دشمن کا مقابلہ کرنا آسان ہے لیکن خاندان اور گھر والوں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے بھی یہ مشکل وقت (tuff time) دیکھا ہے اور باقی معصومینؑ کے حوالے سے بھی بات آئی مگر اب آ گئی تو کل بات تھی بیوی کے حوالے سے کہ ظالم بیوی لیکن آج خونی رشتہ دار' بھائی' بھتیجا' اب اگر امامؑ ان کے سامنے آ کر اعلان کر دیں کہ یہ غلط ہیں اور میں صحیح (امام) ہوں تو معاملہ پتا نہیں کیا ہوگا لیکن امامؑ نے اپنے آپ کو غیبت میں ڈال دیا۔ خاندان کا جھگڑا۔

بہت اہم پیغام ہے اسلام کا صلہ رحمی!

جنت کے دروازے میں جب آپ داخل ہوں گے تو ایک بورڈ لگا ہوا ہوگا اس کو پڑھ لیجیے گا اور یہ بورڈ اللہ نے اس دن جنت کے دروازے پر لگایا ہے جس دن جنت کو خلق کیا تھا۔ جنت نے اپنے آپ کو دیکھا تو مسکرا دی' اپنی خوب صورتی دیکھی'

اپنا حسن دیکھا، اپنی نعمتیں دیکھیں۔

ایک مرتبہ مسکرا کر کہا: کتنا خوش قسمت ہے وہ جو میرے اندر آئے گا۔

اللہ نے فرمایا: خبردار! مجھے اپنی عزت کی قسم، مجھے اپنے جلال کی قسم، ساری کائنات تیرے اندر آئے گی، مگر آٹھ قسم کے گناہ گار تیرے اندر نہیں آئیں گے۔

اب اللہ نے کہا: شرابی تیرے اندر نہیں آئے گا، زنا حرام کاری کرنے والا تیرے اندر نہیں آئے گا، رشتہ دار سے تعلق قطع کرنے والا تیرے اندر نہیں آئے گا، ایسے شخص کے لیے میری جنت میں کوئی جگہ نہیں۔

ساتویں امامؑ یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت میں جتنا اپنی امامت کے مسئلے کو واضح کروں گا اتنا ہی لوگوں کو اور موقع ملے گا اور میرے خلاف ہوں گے۔ نیز میرے بڑے بھائی اور میرے بھتیجے بھی۔ لیکن اس دوران جھوٹے دعویدار امامت نے وہ طوفانِ بدتمیزی برپا کیا کہ جو جملہ اکثر میں آخری امامؑ کے لیے کہتا ہوں (وہ تاریخ میں) پہلے گزر چکا ہے کہ دو تہائی ماننے والے امامؑ کے خلاف ہو گئے۔ چھٹے امامؑ تک سب ٹھیک ٹھیک چل رہے ہیں۔ ساتواں امامؑ آیا تو چھٹے امامؑ کے دو تہائی شیعہ ساتویں امامؑ کے خلاف ہو گئے۔ اِدھر نکلے اور کچھ اُدھر نکلے۔ یہ تو زمانے کے امامؑ کے ساتھ ہوگا۔ زمانے کے امامؑ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں ہے مگر حالات کی موافقت (matching) سب سے زیادہ ساتویں امامؑ کے ساتھ ہے۔

جو لوگ ابھی آئے ہیں ان کو یاد دلا دوں کہ آج کا دن چونکہ ساتویں امامؑ کی ولادت کا دن ہے اور اگر ولادت کا دن ایامِ عزا میں آئے تو ہم ولادت تک کی خوشی نہیں مناتے جو معصومؑ کی خوشی ہے تو یہ والی خوشیاں بہت سے لوگوں کو یہ خیال بھی نہ

رہا کہ ایام عزا ہیں تو ساتویں امامؑ کی ولادت تو نہیں مگر ایک دن ساتویں امامؑ کا حق ادا کرتا ہے اور خاص طور پر اس لیے کہ یہ سب ہماری کہانی ہے۔

غیبت کے اندر تقلید پر اعتراض ہو رہا ہے۔ غیبت کے اندر خمس پر اعتراض ہو رہا ہے جو ہو چکا ہے غیبت کے اندر امامؑ کی غیبت کی وجہ سے ہر آدمی ایک گروہ بنا کر بیٹھا ہے اپنا ایک نظریہ بنا کر بیٹھا ہے یہ ہو چکا ہے ساتویں امامؑ نے اپنے آپؑ کو کچھ عرصہ کے لیے غیبت میں مصروف کر لیا' ہدایت کا سلسلہ چلتا رہا مگر اپنے آپ کو سامنے نہ رکھا۔

اب یہاں پر ایک سوال کا جواب!

ہماری شاید تیسری مجلس تھی یا چوتھی تھی وہاں پر بتایا گیا کہ والدین کو خالی اپنی اولاد سے عزت و احترام اور خدمت نہیں لینا ہے' پہلے خدمت کرنا ہے' والدین کا فریضہ پہلے ہے اولاد بعد میں آتی ہے' اس کی تربیت کرنا ہے۔

اس سوال میں دو چھوٹے جواب آتے ہیں:

پہلا یہ کہ مولانا! یہ مسئلہ جو ہے اولاد کی تربیت کا۔ یہ اس وقت تک ہے نا! جب تک اولاد نابالغ ہو لیکن جب اولاد بالغ ہو جائے اب تو والدین پر تربیت اولاد کی کوئی ذمہ داری نہیں رہی یا بالغ نہ سہی۔ لڑکیاں تو نو (۹) سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہیں' شادی کے بعد اب ذمہ داری ختم ہو گئی ہے۔

جی نہیں!

یہ خیال کہاں سے آ گیا؟

مرتے دم تک ذمہ داری باقی ہے' وہ بوڑھا بھی ہو گیا' وہ صاحب اولاد بھی ہو

گیا' اس کی اولاد کی اولاد بھی ہو گئی لیکن اگر آپ زندہ ہیں تو آپ کا فریضہ ہے۔ اب ہوسکتا ہے کہ ذمہ داری کا نام بدل جائے' جب تک وہ نابالغ ہے یا غیر شادی شدہ ہے یا آپ کے ساتھ رہ رہا ہے۔ ہوسکتا ہے اس وقت تک اس کو ہم تربیت کہیں اور جب وہ بڑا ہو گیا تو اب ہم اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہیں لیکن ذمہ داری تو مرتے دم تک باقی رہتی ہے۔

امر بالمعروف تو ہر ایک نے سنا ہوا ہے تو اس میں ایک بات بتادی جائے جو آپ مراجع عظام کے رسالہ عملیہ (توضیح المسائل) میں جا کر دیکھئے مثلاً حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی مدظلہ العالی کی ''توضیح المسائل'' میں جا کر دیکھئے۔

آپ فرماتے ہیں: امر بالمعروف ہر ایک پر واجب ہے لیکن اپنے گھر والوں اور اولاد کے لیے یہ ذمہ داری زیادہ ہے۔

دوسرا یہ کہ مولانا! یہ کیا ہے کہ ہم پوری کوشش کر لیتے ہیں اور پھر بھی وہ بگڑ جاتے ہیں۔

ہاں!

یہاں سے ساتویں امامؑ کے حالات!

(نعوذباللہ) کیا چھٹے امامؑ نے کم کوشش کی ہو گی مگر انھیں کی اولاد میں یہ دو مثالیں آئیں کہ نہ آئیں؟

ہمارا کام نتیجہ نکالنا نہیں ہے۔ یہ روایتوں میں ہے کہ جو تمھارا کام نہیں ہے وہ تم نے کب سے اپنے کندھوں پر لے لیا؟ نتیجہ نکالنا تمھارا کام نہیں ہے' کوشش کرنا تمھارا کام ہے' نتیجہ نکالنا اللہ کا کام ہے' تمھارا کام صرف یہ ہے کہ اپنی اولاد کی صحیح

طریقے سے تربیت کرو پھر بھی وہ عمل نہ کرے تو یہ تمھارا کام نہیں ہے۔ روزی دینا اللہ کا کام ہے۔ صحت دینا اللہ کا کام ہے، یہ ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارا کام ہے دوا استعمال کرنا، صحت دینا اس کا کام ہے، ہمارا کام ہے ہر جگہ job کے لیے apply کرنا، روزی دینا اس کا کام ہے۔

ساتویں امامؑ کے لیے پہلے ہی مرحلے میں یہ عمل سامنے آیا کہ بڑا بھائی کہہ رہا ہے کہ میرا چھوٹا بھائی غلط ہے، بھتیجا کہہ رہا ہے کہ میرا چچا غلط ہے، یہ ساتویں امامؑ نے امتحان دیا۔ اس لیے آپؑ پردۂ غیبت میں چلے گئے، نظام قائم کر دیا، ہدایت کا سلسلہ چلتا رہا، مگر اس پورے عرصے میں ساتویں امامؑ اپنے چاہنے والوں سے ایک توقع اور تقاضا کرتے رہے کہ جو مومن دوسرے مومن کی کسی طرح سے بھی مدد کرنے کی پوزیشن میں ہے اس پر واجب ہے کہ مومن کی مدد کرے۔ ایمان خالی آلِ محمدؐ کو ماننے کا نام نہیں ہے بلکہ ایمان آلِ محمدؐ کے ماننے والوں کی مدد کرنے کا بھی نام ہے، ایمان خالی نماز اور روزے کا نام نہیں ہے بلکہ مومن کی مدد کرنے کا بھی نام ہے۔

علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ!

بہت ہی مشہور واقعہ ہے خالی اشارہ کروں گا!

علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ کو ہارون کی طرف سے پیش کش (offer) ہوئی کہ آپ میرے وزیر اعظم (prime minister) کا عہدہ قبول کریں۔ فوراً امامؑ سے عرض کیا: مولاؑ! مجھے حکومت کی طرف سے یہ آفر ہوئی ہے میں اپنی نہیں چلانا چاہتا جو آپؑ کہیں گے وہی میرا جواب ہو گا۔

ہمارے ساتھ problem یہ ہے کہ ہم نام امامؑ کا لیتے ہیں لیکن ہر جگہ اپنی

چلاتے ہیں' جو ہمارا دل چاہتا ہے وہ ہم فتوئی جڑ دیتے ہیں۔

علی ابن یقطین رضی اللہ عنہ کسی چھوٹی شخصیت کا نام نہیں ہے۔ خاندانِ یقطین رضی اللہ عنہ چار اماموںؑ کا وفادار رہا ہے اور علی ابن یقطین رضی اللہ عنہ خود بھی صاحبِ علم تھے اور بہت بڑے عالم تھے لیکن آپ ہر چیز میں امامؑ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

امامؑ نے فرمایا: اس عہدے کو قبول کرنا' تم پر واجب ہے۔ واجب کیوں ہے؟ فرمایا: تم ایسی جگہ جا رہے ہو جہاں تم مومنوں کی مدد کر سکو گے۔ خبردار! کوئی مومن تمھارے دروازے سے خالی ہاتھ نہ جائے۔ ایک مرتبہ ایک بدو کو کوئی مسئلہ پیش آ گیا۔ لوگوں نے کہا: جاؤ' بغداد میں ہمارا اپنا آدمی وزیرِاعظم ہے۔ وہ ہنس دیا۔ کہا: ارے! معمولی سے معمولی مومن بھی مجھے اپنے گلے لگانے کے لیے تیار نہیں ہے تو وزیرِاعظم مجھے اپنے قریب کیسے آنے دے گا؟ کہا: نہیں! یہ وہ آدمی ہے جس سے امامؑ نے وعدہ لیا ہے۔

خیر!

پہنچ گیا' لیکن اتفاق ایسا کہ اس وقت علی ابن یقطین رضی اللہ عنہ بہت مصروف تھے۔

کہا: اسے کہہ دینا کل آ جائے۔ اس نے جب یہ سنا تو وہ واپس آ گیا۔ علی ابن یقطین رضی اللہ عنہ ہر سال حج پر جاتا ہے' کیوں کہ ہارون ہر سال حج پر جاتا ہے اور خانۂ خدا کی زیارت کرتا ہے۔

کتنے دل چسپ واقعات ہیں ساتویں امامؑ اور ہارون کے حج کے حوالے سے۔ ایک بار کعبہ کے صحن میں پہنچ گیا۔ عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! مجھے اسلام بتایئے؟ فرمایا: ایک' دو' پانچ' دس' بارہ' بیس' پچیس' پچاس' ساٹھ' ستر۔

عرض کیا: مولاؑ! میں اسلام پوچھ رہا ہوں آپؑ تو گنتی سکھا رہے ہیں؟

فرمایا: یہی اسلام ہے۔

واقعات پڑھنے کا موقع نہیں ہے اگر دیکھنا چاہتے ہیں تو "چودہ ستارے" کتاب دیکھ لیں۔

خیر!

مدینہ میں آیا۔ مولاؑ! آپؑ اور ہم میں کیا فرق ہے ایک چچا کی اولاد آپ ہیں ایک کی ہم ہیں؟

امامؑ نے شادی والا جواب دیا۔

خیر!

بڑے دل چسپ واقعات ہیں۔

ہارون مکہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کرتا ہے یا مدینہ میں ضریح کی۔

علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ رات کو وقت نکال کر امامؑ کے دروازے پر جاتے ہیں اور اتنا احترام ہے کہ امامؑ کے گھر کا دروازہ آدھی رات کو بھی ان کے لیے کھلا ہے لیکن آج گئے تو دروازہ بند ہے۔ دروازہ کھٹکھٹایا غلام آیا۔

کہا: میں علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ ہوں۔

غلام نے کہا: امامؑ فرمارہے ہیں کہ کل آنا۔

علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ امامؑ کے جملے کا مقصد سمجھ گئے کہ یہ کوئی تنبیہ کی جارہی ہے۔ روتے ہوئے غلام کے پیروں پر گر پڑے کہ آقاؑ سے کہنا کہ غلطی بتادیں۔

امامؑ نے فرمایا: اے علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ! اگر تمہارے پاس ہمارے ماننے

والے سے ملاقات کا وقت نہیں ہے تو ہمارے پاس تمھارے لیے وقت نہیں ہے۔

بس ایک واقعہ اور!

بہلولؒ دانا شام کے وقت ہارون کے پاس پہنچے ہارون دریا کنارے ساحل دریا پر بیٹھا ہوا مزہ لے رہا تھا۔

کہا: بہلولؒ! تم نے پچھلے ہفتے مجھے بہت شرمندہ کیا اس فقیہ کے سامنے جو میرا مہمان تھا اور تم نے اسے ذلیل کیا اور میرا دل چاہتا ہے کہ تمھیں اس کی سزا دوں گا۔

ایک بات یاد رکھیے!

یہ حضرت بہلول رضی اللہ عنہ ساتویں امامؑ کے صحابی ہیں۔ ساتویں امامؑ کے حکم سے پاگل بنے ہیں، ہم ساتویں امامؑ کے حکم سے نمازی بننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔

یہ ہوتی ہے معرفت!

امامؑ نے فرمایا: پاگل بن جا۔

بہلول رضی اللہ عنہ پاگل بن گئے۔ دیوانہ بننا آسان نہیں ہوتا ہے۔

ہارون نے کہا: اگر جواب نہ دیا تو میں سزا دوں گا۔ میں تجھے اسی وقت اس دریا میں ڈال دوں گا اور دریا کی موجیں تجھے بہا کر لے جائیں گی اور مچھلیاں تجھے کھا لیں گی۔

بہلول رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تیرے اختیار میں نہیں ہے، یہ سزا صرف وہ دے سکتا ہے جس کا حکم مچھلیوں پر بھی چلتا ہے اور دریا کی لہروں پر بھی چلتا ہے (نعرۂ حیدری)۔

ہارون سمجھ گیا کہ کدھر اشارہ کر رہا ہے۔

کہا: بہلولؒ! تیری سزا بڑھا دی جائے گی اگر تُو نے میرے سوال کا جواب

نہ دیا۔

کہا: اچھا! اگر جواب دے دیا تو؟

کہا: ایک ہزار اشرفیاں دوں گا۔

کہا: ایک ہزار اشرفیاں نہیں چاہئیں' مجھے تو سو (۱۰۰) قیدیوں کو رہا کرانا ہے۔

کہا: اچھا! تیری بات مان لوں گا۔

ہارون نے کہا: ایک آدمی ہے' اس کے پاس تین چیزیں ہیں:

① بھیڑیا ② بکری ③ گھاس

اسے ان تین چیزوں کو دوسرے کنارے تک لے کر جانا ہے اور کشتی میں ایک وقت میں صرف ایک چیز جا سکتی ہے' تو اب وہ آدمی کیا کرے؟

دیکھ بہلولؒ! اگر تو نے کہا کہ وہ پہلے بھیڑیے کو لے جائے تو یہاں بکری گھاس کھا لے گی' اگر تو نے کہا کہ پہلے وہ بکری کو لے جائے تو بھیڑیا تو گھاس نہیں کھاتا لیکن اس کے جب وہ بھیڑیے کو لے کر جائے گا اور گھاس لینے آئے گا تو وہاں بھیڑیا بکری کو کھا لے گا' اگر تو نے کہا کہ بھیڑیے کو لے کر جائے تو بکری گھاس کو کھا لے گی؟

حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہارون! یہ کوئی سوال ہے' کتنا آسان سوال ہے۔

کہا: میرا سارا دربار تھک گیا اور میں بھی تھک گیا' مجھ سے بھی کسی اور نے پوچھا تھا۔

ارے!

تم ایسوں کے ماننے والے کیوں ہو جو جواب تک نہیں دے سکتے۔ جسے بہلولؒ

مانے اسے تم بھی مانو باب مدینۃ العلم تمھیں بھی باب مدینہ بنا دے گا (نعرۂ حیدری)۔

حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ کوئی سوال ہے' بہت ہی آسان ہے۔

کہا: اچھا! بتاؤ۔

بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ سب سے پہلے بکری کو اُدھر لے کر جائے گا' بھیڑیا تو گھاس نہیں کھائے گا اور بھیڑیے کو لے جائے گا اور پھر آخر میں گھاس لینے آئے گا۔

ہارون بول پڑا۔

کہا: ارے! اگر وہ بھیڑیے کو وہاں بکری کے پاس چھوڑ کر یہاں گھاس لینے آئے گا تو وہاں بھیڑیا بکری کو کھا جائے گا۔

کہا: نہیں! وہ بھیڑیے کو لے جائے اور وہاں بھیڑیے کو اکیلا چھوڑ کر بکری کو واپس یہاں لے آئے اور پھر گھاس کو لے کر جائے اور پھر آخر میں بکری کو لے کر جائے تو ایسے وہ خود بھی پہنچ جائے گا اور تینوں چیزیں بھی پہنچ جائیں گی۔ اب مجھے انعام دے۔

کہا: کیا انعام؟

کہا: سو (۱۰۰) آدمیوں کو رہا کرنا ہے۔

کہا: نام لکھو۔

بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے قلم اُٹھایا' نام لکھ کر فہرست دے دی۔ ہارون نے آگے بڑھا دی اور بہلول رحمۃ اللہ علیہ واپس گھر آ گئے۔ داروغہ دوڑا دوڑا آیا۔ کہا: ہارون! کیا غضب ہو گیا؟ یہ تُو نے سو آدمیوں کی فہرست کیوں بھجوائی؟

کہا: انھیں رہا کرنا ہے۔

کہا: ارے! یہ سارے تو موسیٰؑ ابن جعفر علیہ السلام کے ماننے والے انتہائی پکے شیعہ ہیں جو اس کی امامت کے قائل ہیں اس لیے انھیں بدترین قید میں رکھا گیا ہے۔

ہارون نے کہا: بہلولؒ مجھ کو بھی ہاتھ دکھا گیا لیکن چونکہ میرا وعدہ ہے اب میں کیا کروں؟

بہرحال!

علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ اور بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے مل کر بتایا کہ ساتویں امامؑ نے کہا کہ جو آدمی جس جگہ' جس پوزیشن میں ہے اسے مومن کی مدد کرنا ہے۔ اگر وزیراعظم ہے تو اور اگر دیوانہ ہے تو' مومن کی مدد سب سے اہم ترین فریضہ ہے۔

بہرحال!

وہ سو آدمی جو قید میں تھے' یہ ہارون ہی کا واقعہ ہے جو آپ نے اکثر سنا ہے میں خالی اشارہ کر رہا ہوں تو یہ بھی ہارون ہی کا واقعہ ہے یعنی بتانے کے لیے کہ وہ سو (۱۰۰) کون سے ہوں گے؟

وہ جو شہر نیشاپور میں حمید ابن کاتب رمضان میں دوپہر کے وقت کھانا کھا رہا ہے۔ اس کا دوست جا کر کہتا ہے: کیا پاگل ہو گیا ہے' ماہ رمضان کا مہینہ ہے اور تو دوپہر کے وقت کھانا کھا رہا ہے؟

کہا: اس لیے کھانا کھا رہا ہوں چونکہ مجھے پتا ہے کہ نہ میری نماز قبول ہے' نہ میرا روزہ قبول ہے' مجھے تو جہنم میں جانا ہی جانا ہے تو پھر فاقے کر کے دنیا مشکل سے کیوں گزاروں؟

کہا: تجھے کیسے پتا ہے؟ ابھی تو قیامت نہیں آئی' ابھی تو حساب کتاب ہونا

ہے؟ کہا: میں نے اتنا بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا گناہ کیا ہے؟

کہا: اسی شہر نیشاپور میں ایک دن ہارون آیا۔ آدھی رات کو مجھے بلایا اور کہتا ہے: اے حمید! میری خاطر کیا قربانی دے گا؟ میں نے کہا: اے حاکم! میرا سارا مال تیرے اُوپر قربان' تو یہ سن کر میں پھر واپس چلا آیا' تھوڑی دیر کے بعد پھر ہارون نے بلوایا اور کہا: اے حمید! کیا قربانی دے گا میرے لیے؟ میں نے سوچا کہ میں نے مال کہا تھا یہ خوش نہیں ہوا۔ اب میں نے کہا: میری جان قربان' میں واپس چلا آیا۔ آخر میں پھر ہارون کا غلام آیا اور کہا کہ حاکم بلا رہا ہے۔ میں گیا تو پھر ہارون نے کہا: میرے لیے کیا قربانی دے گا؟ اب میں نے سوچا کہ میں نے مال کہا تو راضی نہیں تھا' جان کہا تو یہ خوش نہیں ہوا۔ میں نے کہا کہ تیرے لیے میری اولاد قربان اس نے کہا چلے جاؤ۔

میں آ گیا' پھر دس منٹ بعد غلام آیا' کہا کہ حاکم نے بلایا ہے اور وہی سوال کہ میرے لیے کیا قربانی دے گا؟ میں نے سوچا کہ مال میں نے کہا' جان میں نے کہی اور اولاد میں نے کہی' کوئی جواب اس کو خوش نہ کر سکا' اب میں نے کہا کہ تیری خاطر میں اپنا ایمان قربان کر دوں گا۔

اب ہارون کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ ہارون نے کہا: تلوار اُٹھا اور اس قید خانے میں جا' وہاں ساٹھ آدمی قید ہیں سب کی گردنیں کاٹ کر کنویں میں ڈال کر کنویں کو بند کر دے' میں چلا گیا' دھڑا دھڑ میری تلوار چل رہی تھی اور گردنیں کٹ رہی تھیں۔

اُنسٹھ (۵۹) آدمی مارے گئے جب ساٹھویں کی باری آئی تو اس نے کہا:

جب قیامت کا دن ہوگا اور تُو ہمارے جدِ رسولؐ اللہ کے پاس جائے گا تو کیا جواب دے گا؟ میں نے چونک کر کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: ہم ساٹھ کے ساٹھ موسیٰؑ ابن جعفر علیہ السلام کے ماننے والے اور ان کے رشتہ دار ہیں۔ ہم اولادِ فاطمہؑ ہیں' ہم اولادِ رسولؐ ہیں۔ جب میں نے یہ سنا تو اب میرا ہاتھ کانپا' ہارون کا غلام ساتھ ہے' اس نے کہا: تُو تو کہہ رہا تھا کہ میرا ایمان بھی قربان ہے لیکن اب ہاتھ کیوں روک رہا ہے؟

بہرحال! میں نے ساٹھویں کو بھی قتل کیا اور اس کے سر کو کنویں میں پھینک دیا اور کنواں بند کر دیا۔

بہرحال!

یہ ہارون کی ایک رات تھی' پتا نہیں اور کتنی راتیں اس کی ایسے گزرتی تھیں مگر انھیں لوگوں کو بہلول رحمۃ اللہ علیہ اپنے دیوانے میں قید سے نکال رہے ہیں اور علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ اپنی وزارتِ عظمیٰ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قید سے نکلوا رہے ہیں۔

## ذکرِ مصائب: شہادت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

اب آپ سمجھ جائیے کہ علی ابن یقطین رحمۃ اللہ علیہ فہرستیں منگوا کر کن لوگوں کو رہا کرواتے ہیں' مگر ساتویں امامؑ کے غلام رہا ہو رہے ہیں' ساتویں امامؑ کے چاہنے والے رہا ہو رہے ہیں' ساتویں امامؑ کے اصحابؓ رہا ہو رہے ہیں' لیکن کوئی ہے جو ساتویں امامؑ کی بھی رہائی کا انتظام کرے؟

اسی مولاؑ پر تو زندان میں انتہائے اسیری گزر گئی۔ جوانی بھی وہیں' پیری بھی وہیں گزر گئی۔

قید سے رہائی بھی ملی تو بڑی عجیب حالت میں ملی۔ قید خانہ بھی کیسا تھا؟ زمین سے اتنا نیچے کہ جہاں سورج کی روشنی پہنچے اور نہ ہوا پہنچے۔ ہارون نے کہا: میں اس قیدی کے لیے پانی بھی بند کر رہا ہوں' سورج کی روشنی بھی بند کر رہا ہوں اور ہوا بھی بند کر رہا ہوں۔

امامؑ کو اتنی مختصر سی غذا دی جاتی۔ آپؑ کم زور سے کم زور ہو گئے۔ جب قید خانے میں امامؑ کو آ کر ڈھونڈتا ہے تو پریشان ہو کر رہ جاتا ہے اور قید خانہ اتنا چھوٹا ہے کہ جس میں امامؑ اگر لیٹنا چاہیں تو نہ اپنے پیر پھیلا کر لیٹ سکتے اور اگر کھڑا ہونا چاہیں تو صحیح طریقے سے کھڑے نہیں ہو سکتے' اس لیے کہ سر چھت سے ٹکراتا ہے۔ اس قید میں اگر کوئی امامؑ کو ڈھونڈے پھر بھی امامؑ نظر نہ آئیں' ایسا محسوس ہو کہ ایک سفید کپڑا زمین پر بچھا ہے' لیکن اسی کم زوری کی حالت میں بھی نہ گلے کا طوق کاٹا گیا تھا' نہ ہاتھوں کی ہتھکڑی' نہ پاؤں کی بیڑی اتروائی گئی۔

اس حالت میں بھی بغداد کا یہ قیدی گلے میں طوق' ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی کے ساتھ تھا۔ یہاں تک کہ شہادت کے بعد جب یہ لاشہ بغداد کے پل پر رکھوایا گیا تو اس وقت بھی نہ ہتھکڑی کاٹی گئی اور نہ بیڑی کاٹی گئی لیکن پروردگار عالم نے یہیں پر ساتویں امامؑ کا امتحان مکمل کر لیا۔

قید میں زہر دے کر شہید کیا گیا' رات کے اندھیرے میں بغداد کے پل پر لاشہ رکھوایا گیا۔ ہارون شکار کے بہانے سے چلا گیا کہ میں اس وقت نہیں ہوں' تاکہ میرا نام نہ آئے اور کیا سوچ کر گیا کہ یہ بغداد شہر کا پل ہے' جہاں سے شہر سے جانے والے قافلے جاتے ہیں اور باہر سے آنے والے قافلے آتے ہیں۔

اندھیرا اتنا کہ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہ دیتا' جب یہ قافلے جا اور آ رہے ہوں گے تو یہ لاشہ جانوروں کے سموں اور ٹاپوں تلے اس طرح پامال ہو جائے گا کہ اگلی صبح کوئی پہچان بھی نہ سکے گا کہ کون معصومؑ کون اولادِ فاطمہؑ اور کون فرزندِ رسولؐ رات کو مارا گیا' مگر اللہ نے یہیں تک ساتویں امامؑ کا امتحان لیا۔

اے امام موسیٰ کاظمؑ! چودہ سال کی قید' ہتھکڑی اور بیڑی' زہر سے شہادت' بس آپؑ کا امتحان پورا ہو گیا' اس سے زیادہ امتحان خدا نہ لے گا۔ چنانچہ لاشہ تو بغداد کے پل پر یہ خیال کرتے ہوئے رکھوایا گیا تھا' مگر جب گھوڑے اور اُونٹ اور خچر اس پل پر آ رہے ہیں' شہر سے باہر جانے والے جانور آدھے راستے پر پہنچے تو رُک گئے اور اس طرح رُکے کہ اُن کے سوار چابک مار مار کر چلانے کی کوشش کر رہے ہیں' لیکن کوئی بھی جانور آگے نہیں بڑھتا' ایک قطار بختی چلی گئی اور باہر سے آنے والے قافلے جب پل کے درمیان پہنچے تو وہاں بھی جانور رُک گئے' کوڑوں پر کوڑے برسائے جا رہے ہیں' لیکن کوئی آگے نہیں بڑھتا' اب قافلے والے حیران اور پریشان ہیں کہ یہ ہمارے وفادار جانوروں کو کیا ہو گیا ہے؟!

وہ اُتر کر آئے تو اُنھوں نے کیا دیکھا؟

پل بغداد کے درمیان ایک معصوم سید زادہ' "فرزند زہراؑ" ایک امام وقتؑ" ایک حجت خداؑ کا لاشہ پڑا ہے۔ اس کے احترام میں کوئی جانور قدم آگے نہیں بڑھا رہا۔

اے امام موسیٰ کاظمؑ! یہ آپؑ کے مصائب کی انتہا تھی' لیکن اللہ نے ان مصائب کو روک دیا لیکن ہائے کربلا!

مولاؑ! کاش! کربلا میں یزیدیوں کے گھوڑے بھی رُک جاتے۔ کربلا میں بہنؑ نے بھائیؑ کے کٹے سر کو نوکِ نیزہ پر دیکھ لیا۔ اب زینبؑ خیموں میں آ گئیں۔ اپنے قافلے کو سنبھالنا ہے اب زینبؑ اس قافلے کی سالار ہے لیکن ایک بار زینبؑ کے کان میں گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز آتی ہے۔

فرمایا: اماں فضہؑ! میرا بھیاؑ تو مارا گیا' لیکن اب یہ گھوڑے کیوں دوڑ رہے ہیں؟

حضرت فضہ رضی اللہ عنہا نے عجیب منظر دیکھا۔

کیا دیکھا؟!

عمر ابن سعد کہتا ہے: اے میری فوج کے سپاہیو! تمھیں عربوں کے دستور کا پتا ہے جب ہم کسی سے پورا انتقام لیتے ہیں تو اس کے لاشے پر گھوڑے دوڑاتے ہیں' گھوڑوں کی تیاری کرو۔ اب نعل بندی ہو رہی ہے' گھوڑے تیار کیے جا رہے' لیکن حبیبؓ ابن مظاہر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنی اسد قریب رہتا ہے۔ ایک بار وہ آگے آیا۔

کہا: اے پسر سعد! ہمارے ساتھی نے بڑی غلطی کی' لیکن یہ ہماری غیرت کے خلاف ہے کہ ہمارے سامنے اس کا لاشہ پامال ہو۔

عمر ابن سعد نے کہا: کوئی بات نہیں' حبیبؓ سے میرا کون سا جھگڑا ہے' لے جاؤ لاشہ۔

حضرت حر رضی اللہ عنہ کی فوج آگے بڑھی۔

کہا: ہمارے سالار نے بڑی غلطی کی' اس نے سزا پائی' مگر لاشے کی پامالی ہم سے برداشت نہیں ہوگی۔

کہا: اچھا! یہ لاشہ بھی لے جاؤ۔

ایک ایک شہید کا' ایک ایک صحابی کا' ایک ایک جوانِ بنی ہاشمؑ کا' کوئی جاننے والا' کوئی رشتہ دار اور کوئی دوست آتا ہے اور آ کر وہ لاشہ اُٹھا کر لے جاتا ہے مگر آخر میں ایک ہی لاشہ جلتی ریت پر پڑا رہا۔ کوئی نہیں ہے جو حسینؑ کے لاشے کو اُٹھائے' کوئی نہیں ہے جو آگے آ کر کہے کہ یہ محمدؐ کے نواسےؑ کا لاشہ ہے' یہ علیؑ کے فرزندؑ کا لاشہ ہے' یہ زہراؑ کے لالؑ کا لاشہ ہے' یہ حسینؑ ابن علی علیہ السلام کا لاشہ ہے۔

حضرت فضہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: شہزادیؑ! ذرا آ کر دیکھئے کہ کیا منظر ہے؟

حضرت زینبؑ خیموں سے آئی اور یہ منظر دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لاشے پر گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ پہلے تو مدینہ کا رُخ کیا اور عرض کیا: نانا رسولؐ خدا! جس حسینؑ کو تُو سینے پر سلاتا تھا' آج وہ حسینؑ مقتل میں پامال ہو رہا ہے۔

ایک بار فرات کی طرف دیکھا۔

کہا: بھیا عباسؑ! ذرا آ کر دیکھئے تُو نہ رہا تو میرے حسینؑ کا لاشہ پامال ہو گیا۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ

maablib.org

# مجلسِ ہشتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ ہود آیت ۶)

"اور زمین پر چلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی خدا کے ذمہ نہ ہو اور خدا اُن کے ٹھکانے اور (مرنے کے بعد) ان کے سو جانے کی جگہ (قبر) کو بھی جانتا ہے سب کچھ روشن کتاب (لوحِ محفوظ) میں موجود ہے۔"

وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۂ یوسف آیت ۵۳)

"اور (یوں تو) میں بھی اپنے نفس کو (ترکِ اولیٰ سے) بے لوث نہیں کہتا ہوں کیوں کہ (بظاہر بشر ہوں) اور نفس برابر برائی کی طرف اُبھارتا ہی رہتا ہے مگر جس پر میرا پروردگار رحم فرمائے۔"

یہ قرآن کی دو آیتیں ہیں اور ان کے حوالے بہت آسان ہیں' ایک بارھویں پارے کی پہلی آیت ہے اور ایک تیرھویں پارے کی پہلی آیت ہے اور یہ ہر ایک کو پتا ہے کہ پاروں کے نام اللہ و رسولؐ نے نہیں رکھے' سوروں کے نام تو پیغمبرؐ نے بتائے

لیکن پاروں کے نام پیغمبرؐ نے نہیں بتائے' جو پارے کا پہلا لفظ ہے وہ اس پارے کا نام ہے۔

بارھویں پارے کا نام ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ

تیرھویں پارے کا نام ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ

یہ دو آیتیں ہیں جن میں سے ایک آیت آج کی مجلس کے پہلے آدھے حصے کے لیے اور دوسری آیت باقی آدھے حصے سے لے کر کل اور پرسوں کی دو مجلسوں کے لیے ہے یعنی اڑھائی مجلسوں کا عنوان دوسری آیت ہے اور آدھی مجلس کا عنوان پہلی آیت ہے۔

پہلی آیت کا ترجمہ:

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ

"اس زمین پر چلنے والا جو ہے۔"

اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا

"اس کی روزی کی ذمہ داری اللہ کے اوپر ہے۔"

یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا ایک اعلان ہے' خالی انسانوں سے نہیں' بلکہ جو بھی زمین پر چلنے والا اور حرکت کرنے والا ہے۔

اب "دَآبَّۃٍ" کے لفظ کی بڑی تشریح ہے اور ایک بہت ہی مختصر اشارہ جو میرے اس سال کے موضوع کا حصہ نہیں ہے مگر ایک سوال کا جواب دینے کے لیے

ہے اور جو میرا بہت ہی پسندیدہ موضوع رہا اور میرے پسندیدہ موضوع تین ہیں:

① موت ② مختار نامہ ③ امام زمانہؑ

امام زمانہؑ کے بارے میں ایک بات سامنے آتی ہے کہ آپؑ کے ظہور سے کچھ پہلے یا کچھ بعد "دَآبَّۃُ الْاَرْضِ" ظاہر ہوگا۔

قرآن کریم میں جو لفظ آیا ہے' اس کے اندر تو ہر مخلوق آ رہی ہے' اس کا ایک بہت وسیع مفہوم ہے مگر آخری زمانے کی ایک نشانی یہ ہے کہ "دَآبَّۃُ الْاَرْضِ" ظاہر ہوگا' جس کا ایک کام ہوگا اور وہ یہ کہ وہ ہر ایک کی پیشانی پر مہر لگائے گا کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے۔

روایت میں ہے کہ اگر امامؑ مکہ سے ظاہر ہوں گے تو "دَآبَّۃُ الْاَرْضِ" صفا اور مروہ کے درمیان سے ظاہر ہوگا۔

بہرحال!

ایک روایت میں مولاؑ نے فرمایا:

اَنَا دَآبَّۃُ الْاَرْضِ

"وہ میں ہوں کہ جو صرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی ہر ایک کی پیشانی پر مہر لگاؤں گا کہ کون مومن ہے اور کون کافر ہے۔"

یہاں پر میں بات کو روکتا ہوں!

یہ آیت کا ترجمہ ہے اور یہی آیت ہماری مجلس کا آج کا عنوان ہے' مگر جو آخری اڑھائی مجالس ہیں اُن کا عنوان سورۂ یوسف کی وہ آیت ہے جو تیرھویں کی

پہلی آیت ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ

حضرت یوسف علیہ السلام کہتے ہیں: زلیخا نے جو کیا سو کیا لیکن میں اپنے نفس کو بھی بے قصور قرار نہیں دیتا ہوں۔

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (سورہ یوسف آیت ۵۳)

یہ آیت ہے جس کی وجہ سے نفس کو پاک کرنے کی ضرورت پڑی۔

کہا کہ یہ نفس ہے جو آدمی کو گناہوں اور برائیوں کی طرف دھکیل کر لے جاتا ہے۔

لفظ "اَمَّارَۃٌ" امر سے نکلا ہے جس کا معنی ہے حکم دینے والا یعنی یہ حکم دیتا ہے زبردستی گناہ کرواتا ہے دل نہیں چاہ رہا ہوتا ہے لیکن پھر بھی گناہ کرنے پڑتے ہیں۔

اب آیئے!

آیتوں کے ترجمے سے فارغ ہو کر دو سوالوں کا مختصر جواب دے کر بارھویں پارے کی پہلی آیت کو اس سوال کے جواب سے ملایا جائے اور آج کا موضوع آگے بڑھایا جائے۔

پہلا سوال یہ کہ ہم نے سنا ہے کہ زمانے کے امامؑ کے آنے کے بعد اُن کی شہادت بھی ہوگی اور انھیں پھر حضرت امام حسین علیہ السلام غسل دیں گے کفن پہنائیں گے اور دفن کریں گے اور کیا شہزادیؑ ساری زندگی روتی رہیں گی؟

ایک سوال میں یہ دو باتیں جمع کی گئی ہیں یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

خیر!

اس پر میں نے اتنی مجالس پڑھیں اور الحمدللہ اب وہ کیفیت آ گئی ہے کہ خاص اُردو زبان میں بھی زمانے کے امامؑ پر اتنی کتابیں ہیں جن میں ساری روایتیں تفصیل سے موجود ہیں ورنہ مجھے یاد ہے کہ جب میں نے ۱۹۷۶ء میں امامِ زمانہؑ کی شہادت پر ایک مجلس پڑھی تھی تو کتنے اعتراضات' کتنے ہنگامے اور کتنے سوالات ہوئے تھے کہ نئی چیز' آج تک نہیں سنی' کہاں سے پڑھ دیا؟ کیوں پڑھ دیا؟

اُس وقت اتنے سارے اعتراضات ہوئے' جواب تو حاضر تھے' لیکن ساری کتابیں عربی اور فارسی میں تھیں' چونکہ میرے مرحوم استاد مولانا جوہر صاحب قبلہ زندہ تھے اور وہ ایک مستند شخصیت تھے کراچی کی حد تک اور لوگوں نے جا کر پوچھا تو ذرا اطمینان ہوا۔ لیکن اب یہ ساری چیزیں اُردو کتابوں میں موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے صحیح سنا ہے کہ امامؑ کی شہادت بھی ہے روایتوں میں اور اس عورت کا نام بھی ہے جو امامِ زمانہؑ کو شہید کرے گی اور اس عورت کا پتا بھی ہے کہ اس کا گھر کہاں ہوگا' لیکن ذرا مبہم سا پتا ہے۔

بہرحال!

تفصیل موجود ہے' طریقہ شہادت بھی ہے کہ کس طرح سے شہید کرے گی۔ یہ سارا بیان ہے اور یہ میرا موضوع نہیں ہے' اس لیے کہ میں خالی اشارے کر کے آگے بڑھ رہا ہوں اور اشارے بھی کیوں کر رہا ہوں؟ یہ بتانے کے لیے کہ معصومینؑ نے اتنی تفصیل بیان کی ہے اور ہمیں اس کا اتنا سا خلاصہ بھی معلوم ہے کہ شہادت ہوگی۔

دیکھیے!

دو الگ جملے ہیں:

① ایک جملہ یہ ہے کہ شہادت ہوگی۔

② دوسرا جملہ یہ ہے کہ کس کے ذریعے ہوگی؟ کب ہوگی؟ کہاں ہوگی؟ اور کس طریقے سے ہوگی؟

سوال صرف یہ ہوا ہے کہ کیا یہ سب ہوگا؟

جی ہاں! ہوگا۔

اب اس سوال کا اگلا حصہ یہ ہے کہ کیا شہزادی فاطمہؑ ساری زندگی روتی رہیں گی؟

جی ہاں! کیوں کہ ہمارے پاس تو روایتیں ہیں کہ وہ میدانِ قیامت میں بھی روتے ہوئے آئیں گی۔ آپ تو زندگی کی بات کر رہے ہو بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر عرش کا پایہ بھی ہلائیں گی' مولا عباس علیہ السلام کے کٹے ہوئے بازو اور حضرت علی اصغر علیہ السلام کا خون بھرا کرتہ روتے ہوئے پیش کریں گی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آخری زمانے میں ظہور کے بعد ساری دنیا کے مسائل ختم ہو جائیں گے؟ امن و امان ہو جائے گا اور ہر ایک کو دنیا کی ہر نعمت ملے گی؟ یہاں تک کہ اگر ایک عورت سونے کے زیورات سے لدی ہوئی مشرق سے مغرب تک سفر طے کرے تو کوئی اس کی جانب آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھے گا اور اسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا؟ یہ سب کیسے ممکن ہے؟

کیوں ممکن نہیں ہے' اس میں کوئی ایسی بات ضرور ہے' جو ہمارے دماغ میں نہیں بیٹھ رہی اور جو ہماری نئی نسل ہے وہ یہ سمجھ رہی ہے کہ اس میں کیا ایسی

بات ہے؟

ہاں!

یہ سب کچھ ہوگا اور ممکن ہے۔

یاد رکھیے!

اس کے بعد جب امامؑ آ جائیں گے تو یہ ماحول ہوگا۔ روایات میں ظہورِ امامؑ کے حالات تین حصوں میں بتائے گئے ہیں:

① پہلے حصے میں یہ ہے کہ امامؑ کے آنے سے کچھ پہلے کیا ہوگا؟

② دوسرے حصے میں یہ کہ امامؑ کا جہاد کس طریقے سے آگے بڑھے گا؟

③ تیسرے حصے میں یہ کہ امامؑ کی حکومت قائم ہونے کے بعد کیا رحمتیں اور برکتیں ملیں گی؟

یہ تیسری جو چیز ہے کہ بچے سانپ سے کھیلیں گے' بچھوؤں سے کھیلیں گے' ایک ہی گھاٹ پر شیر اور بکری کھڑے ہو کر پانی پئیں گے' زمین اپنے خزانے اُگل دے گی' آسمان اپنی برکتیں بارش کی طرح انسانوں پر نچھاور کرے گا اور عورت سونے کو اُچھالتی ہوئی جائے اور کوئی پلٹ کر دیکھے گا بھی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کا تھوڑا سا بیان کہ امامؑ کے آنے کے بعد کیا ہونے والا ہے؟

جزیرۂ خضرا کے واقعات میں ملتا ہے' ایک جزیرہ ہے اس دنیا میں وہ bermuda triangle نہیں ہے' ایسی بے وقوفی اور حماقت کی بات پر یقین نہ کیجیے گا' جزیرۂ خضرا ایک الگ دنیا ہے' ایک الگ جگہ ہے' وہاں جو لوگ ہو کر آئے

ہیں اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھا ہے جو ظہور کے بعد ساری دنیا میں ہونے والا ہے اور امامؑ کے آنے کے بعد انشاء اللہ ہم اور آپ وہیں پر ہوں گے۔ ایک مسئلے سے میں محفوظ ہو جاؤں گا وہ یہ کہ مولانا! صحت کی دعا بتایئے اس لیے کہ اس وقت بیماری کا نام ونشان نہیں ہوگا۔

مولانا! کوئی روزی کی دعا بتایئے۔ مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا' کسی کو روزی کا' رزق کا مسئلہ ہی پیش نہیں آئے گا۔

روایتوں میں ایک جملہ ایسا آتا ہے جسے میں ہر سال بیان کرتا ہوں کہ ٹھیک ہے کہ ہماری زندگی میں مسئلے روز پیش آتے ہیں ان کی دوائیں بھی اسلام نے بتائی ہیں اور ان کی دعائیں بھی بتائی ہیں' ان پر عمل کیجیے لیکن مسئلے کا ایک مستقل حل (permanent solution) بھی تلاش کریں۔

جیسے اگر کسی کو بار بار تکلیف یا درد ہوتا ہے' ایک دوائی دی' کھائی' ٹھیک ہو گئے اور دو دن بعد پھر سر میں درد ہو گیا پھر دوائی لی تو عقل مند آدمی کہے گا کہ یہ علاج نہیں ہے وقتی طور پر تو آپ نے گزارہ کر لیا لیکن یہ مکمل علاج نہیں ہے۔ اس کا مکمل طور پر علاج کرائیں۔ اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ اس کا حل تلاش کریں۔

یہ سارے مسائل تو چھوٹے چھوٹے ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا تو دعائے مشلول' دعائے معتظر' خاک شفا' کسی کو روزی کا مسئلہ پیش آ گیا تو سورۂ واقعہ' سورۂ طلاق کی دوسری آیت' نماز جعفر طیارؑ۔ اب یہ سارے مسائل حل کرنے والے اعمال ہیں لیکن ایک permanent solution ڈھونڈیے اور اس کا permanent solution یہ ہے کہ زمانے کے امامؑ کو ظاہر کرا لیجیے نہ بیماری' نہ problems' نہ طلاق' نہ دشمنوں

کے حسد، نہ روزی کا مسئلہ اور نہ کوئی اور مسئلہ، یہ ایک permanent solution ہے (صلواۃ)۔

یہاں پر یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہم کیا امامؑ کو ظاہر کرائیں گے وہ تو اللہ کے اختیار میں ہے؟

نہیں!

ہم ظاہر کروا سکتے ہیں۔

یہ ایک الگ موضوع ہے۔

بہر حال!

اس پر غور کریں، اب یہ نہیں کہ آپ مجھ سے پوچھیں کہ مولانا! بتایئے کیا طریقہ ہے؟

فی الحال اس سال ممکن نہیں ہے لیکن ایک طریقہ تزکیہ نفس ہے۔

بہر حال!

سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ہوگا؟

جی ہاں! ایسا ہوگا۔

اس کے علاوہ ویسے ہی اللہ کا وعدہ ہے کہ ہر ایک کی روزی کی ذمہ داری میرے اُوپر ہے، مگر یہاں پر صرف ایک بات یاد رکھیے اور وہ یہ کہ جتنا اللہ نے وعدہ کیا ہے اسی کی ذمہ داری اللہ پر ہے لیکن اگر آپ اللہ کے وعدے کو سمجھے بغیر اپنے آپ کو فارغ کر کے بیٹھ جائیں تو پھر اللہ بھی کہے گا کہ جب تم نے کچھ نہیں کیا تو میں کیا کروں۔ اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تمھیں رزق دے گا۔

بہر حال!

ایک روایت ہمارے ہاں ایسی بھی ہے کہ جسے عام علمائے کرام اور عام مجتہدین نہیں بلکہ ایک عظیم ترین مرجع حضرت آیت اللہ العظمٰی لطف اللہ صافی گلپائیگانی اعلی اللہ مقامہ نے اپنی کتاب میں پوری روایت نقل کی کہ جب امامؑ آئیں گے تو جتنے لوگ امامؑ کی فوج میں شامل ہوں گے تو امامؑ اُن سے ایک وعدہ لیں گے کہ چھبیس باتوں کی پابندی کرو تو تم میری فوج میں شامل ہو سکتے ہو۔ نا صرف یہ کہ چھبیس باتوں کا وعدہ کریں گے بلکہ ہاتھ پھیلا کر ایک جملہ کہیں گے کہ میں اپنا وعدہ کہ ساری دنیا میں زمین و آسمان ہو جائے وہ اس وقت پورا کروں گا جب تم مجھ سے ان چھبیس باتوں کا وعدہ کر کے پورا کرو۔ ان چھبیس باتوں کا خلاصہ ایک جملہ ہے کہ اپنی زندگی زیادہ سے زیادہ سادگی کے ساتھ گزارو گے۔

زندگی جتنی سادہ بنا سکتے ہو اتنی سادہ بناؤ' حرام میں مت جاؤ' جائز اور حلال چیزیں استعمال کرو اور نفس کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچو۔

یہ تھا میرا موضوع!

نفس کو سب سے زیادہ خراب کرنے والی چیز دولت ہے۔ جتنی زیادہ دولت ہوگی اتنا نفس گندا ہوتا چلا جاتا ہے' جتنا ہو سکے اس سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔

جب کسی نے آ کر عرض کیا: مولاؑ! میرے حق میں دعا کریں گھر میں بہت پریشانی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اے خدا! نہ اسے اتنا قلیل عطا فرما کہ اس کی عزت خطرے میں پڑ جائے اور نہ اتنا زیادہ عطا فرما کہ یہ دنیا میں مبتلا ہو کر رہ جائے اور اس کا نفس

گندا ہو کر رہ جائے۔

کیا آپ کبھی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی نبی ایسا کام کرے جو اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہو؟ نبی اور عام نبی بھی نہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ میں فضیلت کے اعتبار سے جو دوسرے نمبر پر آتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے ایسے نبی ہیں کہ رسولؐ سے کہا گیا کہ ان کی پیروی کرو۔ ہمارے رسولؐ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سردار ہیں۔

خیر!

حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا نبی جو اللہ کی خوشی کا اتنا خیال رکھتا ہے۔ جوانی میں انسان کو سب سے زیادہ کیا چیز پیاری ہے اور بڑھاپے میں انسان کو سب سے زیادہ کیا چیز پیاری ہے؟ جوانی میں انسان کو سب سے زیادہ اپنی ذات پیاری ہے اور بڑھاپے میں سب سے زیادہ اپنی اولاد پیاری ہے۔ وہی جوان آدمی جو جوانی میں اپنی جان بچانے کے لیے ہزاروں کوششیں کرتا ہے' مگر بڑھاپے میں اپنی جان بھی قربان کر دے گا اپنی اولاد کو بچانے کے لیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جوانی میں آگ میں کودنے کو تیار ہیں اگر خدا راضی ہے' پیشانی پر بل نہیں ہے' کوئی گھبراہٹ نہیں ہے' قدم پیچھے نہیں ہٹ رہے ہیں اور بڑھاپے میں اولاد کے گلے پر چھری رکھنے کو تیار ہیں۔ جنھیں اللہ کی اتنی خوشنودی حاصل ہو وہ کوئی ایسا کام کریں گے جو اللہ کو ناپسند ہو؟

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واقعاً ایک ایسا ہی عمل نہیں کروایا؟

پیغمبر اسلام ﷺ کی حدیث ہے کہ حلال چیزوں میں اللہ کو طلاق سے زیادہ

ناپسند کوئی چیز نہیں ہے۔

دیکھئے!

حلال حرام ہوتا ہے بچوں کا مسئلہ' کچھ عمر کے اعتبار سے بچے ہوتے ہیں اور کچھ عقل کے اعتبار سے بچے ہوتے ہیں۔

بھئی!

فلاں چیز حلال ہے کہ حرام؟

ایک منزل ایسی آتی ہے کہ جہاں آدمی حلال و حرام نہیں پوچھتا بلکہ اپنا ذہن یہ بناتا ہے کہ اللہ کو کیا پسند ہے اور اللہ کو کیا ناپسند ہے۔ ہمارا کام حلال و حرام نہیں ہے بلکہ ہمارا کام تو اس کی مرضی کو دیکھنا ہے اور جب اس کی آخری منزل آتی ہے تو انسان اپنے نفس کو بیچ کر رضائے الٰہی کو خرید لیتا ہے۔

یہ نفس جو ہمارا عنوان ہے' شبِ ہجرت کا واقعہ بہت مشہور ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

''اور لوگوں میں سے (خدا کے بندے) کچھ ایسے بھی ہیں' جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں'' (سورۂ بقرہ' آیت ۲۰۷)۔

جان بیچیں گے تو اللہ کی مرضی حاصل ہوگی انبیاءؑ اس منزل پر فائز ہیں۔

خیر!

علیؑ جیسا تو کوئی نہیں ہے' لیکن اللہ کی مرضی۔ طلاق حلال ہے مگر اللہ اس کو ناپسند کرتا ہے' سب سے زیادہ جس سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ طلاق ہے۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو کو طلاق دلوائی کہ نہیں دلوائی؟ کس وجہ سے دلوائی؟ فقط اس لیے کہ اس کے دل میں دنیا کی محبت بھری ہوئی تھی۔

بہت ہی مشہور واقعہ ہے!

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں رہتے تھے' حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کا انچارج بنایا تھا۔

دنیا کے دو حصے ہیں: آدھی دنیا میں آپ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو جن کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں اور آدھی دنیا میں حضرت اسماعیلؑ کو جن کی اولاد بنی اسماعیلؑ کہلاتی ہے کو مقرر فرمایا۔ مکہ' حرم حضرت اسماعیلؑ کے پاس ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام رہتے فلسطین میں ہیں۔ سال میں ایک آدھ مرتبہ بیٹے سے ملاقات کے لیے بھی آتے ہیں اور اصل مقصد خانہ خدا کا طواف اور زیارت کرنا بھی ہوتا ہے۔

بہت ہی مشہور روایت ہے!

مکہ میں آئے' پرانا زمانہ تھا' وہ آئے تو بیٹا شکار پر گیا ہوا تھا۔ مکہ میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی' مکہ والوں کی روزی کا دارو مدار تو بس اس چیز پر ہے کہ ایک ہفتے کے لیے جاؤ اور شکار کرو اور جانور لے کر آؤ۔ اسے ایک مہینے گھر میں رکھو اور کھاؤ اور پھر جاؤ اور شکار کرو اور لے کر آؤ۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر میں نہیں تھے' اب مکہ کون سا ایک بہت بڑا شہر تھا' دس' بارہ تو مکان تھے۔ دروازہ کھٹکایا' بہو نے دروازہ کھولا اسے کیا پتا کہ یہ کون ہیں؟

ہاں!

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں' نورانی چہرہ' سفید داڑھی' ماتھے پر سجدوں

کی نورانیت' آثارِ نبوت' آثارِ عصمت' آثارِ طہارت اور نور۔

بس!

اتنا پوچھا: بیٹی! زندگی کیسی گزر رہی ہے؟

کہا: بابا! کیا پوچھتے ہو' ہماری زندگی تو عذاب بن گئی ہے' نہ کھانے کو صحیح ملے' نہ پہننے کو صحیح ملے اور یہ ٹوٹا ہوا مکان ہے جس میں ہم لوگ رہ رہے ہیں۔

شکایات کا دفتر کھول دیا۔

اچھا!

اسی چیز سے جھوٹے پیر وغیرہ بہت فائدہ اٹھاتے ہیں جو عورت جاتی ہے وہ دیکھ کر بتاتے ہیں کہ بیٹی! تم بہت پریشانی میں ہو؟ ہر عورت اپنے آپ کو ہر وقت پریشانی میں جلا سمجھتی ہے۔ یہ تو بڑا روشن ضمیر بزرگ ہے کہ میرے گھر کے حالات اس نے پہچان لیے۔

یہ جملہ آج دنیا میں آپ جس سے کہیے ہر ایک یہ سمجھے گا کہ اس نے میرے گھر کے حالات پہچان لیے کیوں کہ ہر آدمی پریشانی میں ہے اور جو نہیں ہیں وہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ ہم بھی بہت پریشان ہیں۔

امامؑ سے پوچھا گیا: مولاؑ! ایسا کیوں ہوتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: صرف اس لیے کہ انسان آخرت کی چیزوں میں ہمیشہ اپنے سے نیچے کو دیکھتا ہے اور دنیا کی چیزوں میں ہمیشہ اپنے سے اوپر کو دیکھتا ہے' اگر وہ دیکھ لے کہ اس دنیا میں مجھ سے زیادہ پریشان کون ہے تو شیخ سعدی کی طرح سے شکر کے سجدے کرے گا۔

بہت ہی مشہور واقعہ ہے!

وہ یہ کہ پیر میں جوتے تک نہیں ہیں اتنی غربت آ گئی' پرانے زمانے میں جوتا بہت سستا مل جاتا تھا۔ خداوندا! ایک جوتا تک مجھے نہیں مل رہا اور جو شرابی' کبابی اور جواری ہیں۔ الماریاں اس گھر میں جوتوں سے بھری پڑی ہیں۔ میں تیرا نیک بندہ ہوں۔

شیخ سعدی نے تو کتنے لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر کے کتنے لوگوں کو راہِ حق پر چلایا' لیکن جب بازار میں گئے' مسجد کے دروازے پر ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے تھے۔

بس!

یہ دیکھنا تھا کہ شیخ سعدی نے شکر کا سجدہ ادا کیا۔ کہا: خداوندا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تُو نے ہم کو اس سے بہتر حال میں رکھا ہے' جوتا نہ ملا تو کیا ہوا' پیر تو سلامت ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں: یہ ہے ہر مسئلے کی جڑ۔

بہر حال!

نفس گندا کیسے ہوتا ہے؟

جب یہ مزاج بن جائے کہ آدمی خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو کی ساری شکایات سنیں۔

آخر میں کہا: بیٹی! اب میں جاتا ہوں لیکن تیرا شوہر کب آئے گا؟

کہا: پتا نہیں! وہ تو شکار پر گئے ہیں

فرمایا: میں جا رہا ہوں' تیرا شوہر واپس آئے تو اس سے کہہ دینا کہ اپنا دروازہ بدل لے۔

اب دس یا بارہ دن کے بعد حضرت اسماعیلؑ آئے اور گھر کے حالات دریافت کیے گئے۔

بیوی نے کہا: ایک بوڑھا آیا اور ایک عجیب جملہ کہہ کر چلا گیا' اس نے کہا: دروازہ بدل لینا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: آج میں تمھیں طلاق دیتا ہوں۔

عورت نے گھبرا کر کہا: کیا ہوا؟ مجھے طلاق کیوں دے رہے ہو؟

فرمایا: یہ میرا بابا تھا' جو یہ پیغام دے کر گیا کہ یہ عورت تیرے قابل نہیں ہے۔

بہرحال!

اگلے سال پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اور اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس دوسری بیوی تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹی! کیا حال ہے؟

کہا: بابا! اللہ کا شکر ہے' جتنے شکر کے سجدے کروں کم ہے رہنے کے لیے مکان بھی ہے' پہننے کے لیے اچھا لباس بھی ہے' بہترین زندگی گزر رہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹی! جب تیرا شوہر آئے تو کہنا کہ وہ اس دروازے کی بڑی حفاظت کرے اور اسے مضبوط کر کے رکھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو بیوی نے سارا واقعہ سنایا۔

فرمایا: تمھیں نہیں پتا' میرا بابا یہ فرما کر گیا کہ اس بیوی کی قدر کرنا۔

بہر حال!

بزرگ عالم دین کا واقعہ ہے جس کا نام ہے آغا علی موسوی' لاہور کے مومنین اچھی طرح جانتے ہیں کہ تین چار نسلیں گزر گئیں اس خاندان کی' موچی دروازہ لاہور کی جو سب سے بڑی مسجد ہے جامع مسجد کشمیریاں' ایک شہر کی چار نسلوں سے یہ علمی گھرانہ خدمت کر رہا ہے۔

بہر حال!

آغا علی موسوی بہت مقدس' قابل احترام ہمارے عالم دین اور وہ اس مسجد کے اندر پیش نمازی کے فرائض ادا کر رہے تھے۔ ایسی مسجد کہ جہاں ساری زندگی ان سے پہلے ان کے والد نے گزاری۔ مسجد کے پیش نماز سے لوگ کیا پوچھتے ہیں؟

فقہی مسائل؟

نہیں! یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ اول تو کسی کو مسئلے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہماری قوم تو ویسے ہی آج کل مجتہد ہے اور اگر ضرورت بھی ہے تو خود ہی مسئلہ حل کر لیتے ہیں۔

امام جماعت کا کیا کام ہے؟

استخارہ دیکھتے ہیں' کوئی problem میں ہو تو دعا بتا دیں' جنازہ پڑھ دیں۔

اچھا!

اب یہ اسلام کا ایک بہت اہم حصہ ہے اور ذمہ داری بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کی مدد کر سکتا ہے تو اس طرح مدد کرے کہ جو کسی کو نوکری دلوا سکتا ہے تو وہ اس طرح مدد کرے' جو کسی کی آگے سفارش کر سکتا ہے تو وہ اس طرح مدد کرے' جو کسی کو

دعا بتا سکتا ہے تو وہ اس طرح مدد کرے۔ جو خالی تسلی اور دلاسہ دے کر ایک غریب کو کر اس کے دل کی پریشانی ختم ہو جائے تو وہ اس طرح مدد کرے اگر کچھ نہیں کر سکتا تو کم از کم بات تو سن سکتا ہے۔

خیر!

ایک صاحب آئے۔

کہنے لگے: مولانا! میرے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے میری راتوں کی نیند اُڑ گئی ہے۔

کہا: کیا مسئلہ ہے؟

کہا: میرا مسئلہ میری جوان بیٹی کا ہے۔

اچھا!

جب میں یہ واقعہ پڑھتا ہوں تو ساتھ میں ایک حدیث بھی پڑھ دیتا ہوں۔ ہمارے چوتھے امام حضرت علی زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: چار چیزیں ایسی ہیں کہ واقعا غیرت مند آدمی کی راتوں کی نیند اُڑ جائے۔

پہلی چیز!

دَیناً وَ لَوکَانَ دِرهَماً قَرضاً

"کسی آدمی پر اگر قرضہ ہو چاہے ایک درہم کا قرضہ ہی کیوں نہ ہو غیرت مند آدمی اس کو پسند نہیں کرتا۔"

دوسری چیز!

سُؤالاً وَ لَوکَانَ طَرِیقاً

"کسی کے آگے ہاتھ پھیلا دینا خالی چاہے اس لیے ہاتھ
پھیلائے کہ اس سے راستہ پوچھنا ہے لیکن غیرت مند آدمی
اسے بھی برداشت نہیں کرتا۔"

بِنْتًا وَلَوْ كَانَ مَرْيَمَ

"اگر بیٹی کسی کے پاس ہے چاہے حضرت مریم سلام اللہ علیہا
جیسی صاحب فضیلت ہی کیوں نہ ہو جب تک عزت کے ساتھ
باپ کے گھر سے وہ رُخصت نہ ہو جائے اس وقت تک غیرت
مند باپ پریشان رہتا ہے۔"

تین چیزیں بتائیں اور چوتھی چیز اگلی میں بتا دوں گا۔

بہر حال!

کہا: آپ کی بیٹی کا کیا مسئلہ ہے؟

کہا: میری بیٹی کا مسئلہ یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں گھر میں نہیں ہوتا ہوں اور میرے مہمان آتے ہیں اور اگر گھر میں بھی ہوتا تو مہمان آتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میری بیٹی کمرے سے باہر نکلے drawing room میں آ کر بیٹھے، اگر میں نہیں ہوں تو میری غیر موجودگی میں میرے مہمان کو entertain کرے، اگر میں ہوں تو تب بھی آ کر ساتھ ساتھ بیٹھے۔

ہم بھی دوسروں کے گھروں میں جاتے ہیں، کیسی اُچھل اُچھل کر ان کی بچیاں آتی ہیں، گلے سے لگتی ہیں، ہاتھ ملا رہی ہیں، بے تکلفی سے باتیں کر رہی ہیں۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میرا بھی ایسا ماحول ہو کہ دوست بھی آئے تو خوش ہو کر واپس جائے لیکن اس کا تو یہ حال ہے کہ اِدھر کوئی آیا اور اُدھر اس نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

ہم کہتے ہیں ارے باہر آؤ تو وہ کہتی ہے کہ یہ میرے لیے نامحرم ہیں۔ محرم آئے گا تو میں جاؤں گی۔ یہ نامحرم ہیں تو کیسے جاؤں اور بہت زور دیا' مارا پیٹا اور ڈانٹا تو باہر نکلتی ہے لیکن وہ بھی ایک ایسی چادر میں لپٹے لپٹائے کہ مہمان تو اور ناراض ہو جاتا ہے' کیا ہمیں غنڈا سمجھا ہے؟ کیا ہمیں بدمعاش سمجھا ہے؟ ہمیں سمجھا کیا ہے؟

دیکھیے!

یہ اُلٹی کھوپڑی ہے۔ وہ پردہ کر کے آ رہی ہے تو مہمان ناراض ہو گیا کہ شاید ہمیں غنڈہ سمجھا' شاید ہمیں بدمعاش سمجھا۔ اگر اسی کو ہم معیار بنالیں تو شاید عام لوگوں کی نگاہ میں سب سے بڑا غنڈہ اور بدمعاش عالم دین ہوتا ہے (معاذ اللہ)۔

دیکھیے!

یہ حجاب جو ہے یہ سامنے والے کا احترام ہے اس کو غنڈہ اور بدمعاش نہیں سمجھا جا رہا۔ ہمارے مشرقی کلچر میں تو اتنا خیال رکھا جاتا ہے کہ دیکھیں باپ اور بیٹی میں تو کوئی حجاب نہیں ہوتا ہے' لیکن بیٹیاں باپ کے سامنے دوپٹہ پہن کر آتی ہیں۔

یہ احترام ہے۔ آپ کربلا میں جاتے ہیں تو عورتوں کو عبا پہننا پڑتی ہے شہزادی زینبؑ کے روضہ پر جاتے ہیں تو عورتوں کو عبا پہننا پڑتی ہے۔ کس چیز کی عبا ہے؟

یہ اس شہزادیؑ کا احترام ہے اس بی بیؑ کا اس آقاؑ اور اس مولاؑ کا جس نے ہمیں اس کی تعلیم دی۔

حجاب احترام کی نشانی ہے لیکن باپ کہہ رہا ہے کہ میری بیٹی اس طرح سے آتی ہے کہ میرے دوست ناراض ہو جاتے ہیں، رشتہ دار ناراض ہو جاتے ہیں اور اب تو آتی ہی نہیں ہے، تو کوئی ایسا عمل، کوئی ایسی دعا یا کوئی تعویذ بتایئے۔

مولانا سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ اب میں اس کو کیا بتاؤں؟ ایسا کون سا عمل یا تعویذ بتاؤں کہ اس کی بیٹی بے حجاب اس کے دوستوں کے سامنے آنے کو تیار ہو جائے؟

کہا: دیکھیں! مفاتیح الجنان، تحفۃ العوام، وظائف الابرار وغیرہ سب دعاؤں کی کتابیں میں نے پڑھیں تو اُن میں بیماری کا تعویذ ملا، شادی کا تعویذ ملا، قرضوں کی ادائیگی کا تعویذ ملا، کاروبار کا تعویذ ملا لیکن آج تک مجھے بے شرمی اور بے حیائی کا کوئی تعویذ نہ ملا جس دن ملے گا تو سب سے پہلے آپ کو بلا کر دوں گا۔ اس قسم کی خواہشات لوگ کرتے ہیں۔

بہر حال!

اب یہ والا واقعہ بالکل الگ رکھیے اور آ جایئے اس جملے کی طرف جو جملہ میں کہہ رہا تھا۔

لوگ کہتے ہیں: مولانا! دعا، نماز جعفر طیارؑ، سورۂ طلاق، سورۂ واقعہ، روزی کے اعمال مگر پھر میں بتا دوں کہ یہ اعمال جو ہیں یہ آپ کے گھر میں روزی کا مسئلہ پیدا نہیں ہونے دیں گے، لیکن اگر آپ کوئی ایسی دعا مجھ سے پوچھنا چاہ رہے ہیں

کہ بے حیائی کی چیزیں آپ کے گھر میں آ جائیں تو ایسی کوئی دعا میرے علم میں نہیں ہے۔

ہاں!

روزی کی دعا ٹھیک ہے اور اس میں بھی ایک خیال رہے کہ جب اللہ امتحان لیتا ہے جب دعا کے باوجود اثر نہ ہو تو آپ رُک جایئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہم منزلِ امتحان میں ہیں اور امتحان کے لیے اللہ نے بالکل شروع میں اعلان کر دیا ہے:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۵)

''ہم تمھیں کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے۔''

پہلا ہی امتحان جو شروع میں لیا گیا ہے اس میں جوع کا تذکرہ ہے' بھوک اور پیاس کا ہے' امتحان اگر ہے تو وہ دعائیں بھی اثر نہیں کریں گی جو آپ کو صرف اپنی بنیادی ضروریات کے لیے چاہئیں۔

## ذکرِ مصائب: امتحان اور آلِ محمدؐ کا شکر ادا کرنا

ہم کیا ہیں آلِ محمدؐ کا امتحان بھی اللہ نے بھوک اور پیاس کے ذریعے لیا اور ایسا امتحان لیا کہ کربلا سے چلا تو زندانِ شام تک یہ امتحان چلتا رہا۔

بس!

مزاج میں فرق ہے۔ ہم ماننے والے اُن کے ہیں لیکن ہم سے برداشت نہیں ہوتا' ہم سے صبر نہیں ہوتا لیکن اُن کے یہاں اللہ جیسے جیسے امتحان بڑھاتا جاتا ہے ویسے ویسے ان کے شکر کے سجدے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

کس بات پر شکر کے سجدے؟!

اس بات پر کہ اے اللہ! تُو نے ہمیں اس قابل سمجھا کہ ہمارا امتحان لیا۔ آلِ محمدؐ شکر ادا کر رہے ہیں اور یہ شکر اس انداز سے ادا کیا گیا کہ جو امتحان کی آخری منزل اس آیت میں آئی وہاں بھی اتنا شکر کہ وہ جو ایک جملہ ہے اور اسی پر آج کی بات ختم۔

یزید کا بھرا ہوا دربار ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا وارث سجادؑ قیدی بنا کر کھڑا کیا گیا ہے۔

اللہ! اللہ!

تاریخ اسلام میں یہ دن بھی آنا تھا کہ ہندہ کا پوتا اس انداز سے بیٹھا ہے اور محمدؐ کا نواسہ' علیؑ و فاطمہؑ کا فرزند قیدی بنا کر دربار میں لایا گیا۔ اس طرح سے کھڑا ہے کہ اس کے پیچھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی نواسیاں اور علی علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹیاں بھی کھڑی ہیں۔

ایک مرتبہ یزید نے حضرت امام سجاد علیہ السلام کو دیکھ کر کہا: قیدی! تُو کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا:

اَنَا عَلِیُّ ابنُ الحُسَینِ

''میں حسینؑ کا بیٹا اور وارثِ علیؑ ہوں۔''

کہا: علیؑ' اللہ نے اُسے تو کربلا میں قتل کروادیا۔

فرمایا: میرا ایک بھائی علی اکبرؑ تھا' کربلا میں اُسے تیری فوجوں نے شہید کیا ہے' اللہ نے نہیں۔

کہا: دیکھا! کیسا اللہ نے تمہارے گھرانے کو نیچا کیا۔

فرمایا: شکر ہے خدا کا کہ جس نے ہمارا امتحان لیا۔

اَلمَوتُ لَنَا عَادَۃٌ وَالکَرَامَۃُ لَنَا شَہَادَۃٌ

''مرنا ہمارے گھرانے کی عادت ہے اور شہادت ہماری عزت ہے' ہماری فضیلت ہے۔''

ذلیل ہم نہیں ہوئے بلکہ ذلیل تو تُو ہوا ہے کہ تُو نے اپنے دامن پر اتنے بڑے جرم کا دھبہ لگایا ہے۔

امامؑ شہادت کو اپنی فضیلت بتلا رہے ہیں۔

مولاؑ! رونا کس بات کا ہے؟

فرمایا: زینبؑ کی چادر اور سکینہؑ کے طمانچے کا۔

امامؑ نے فرمایا: یزید! ذلیل تُو ہوا ہے۔

ایک مرتبہ یزید کو غصہ آیا۔

اس نے کہا: جلاد! اس جوان کی گردن اُڑادے۔

سید سجاد علیہ السلام سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا: ارے! تُو علیؑ کے پوتے کو موت سے ڈراتا ہے' ہمارے لیے موت کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

ذرا سوچیے!

حضرت امام سجاد علیہ السلام مرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

دیکھئے!

آج کی مجلس شروع اس جملے سے ہوئی تھی کہ ایک وعدہ اللہ کا ہے اور آخری جملہ یہ ہے کہ ایک وعدہ زینبؑ کا ہے۔ اللہ کا وعدہ آپ نے فضائل میں سنا' زینبؑ کا وعدہ مصائب میں سنیں۔

عزادارو!

حضرت زینبؑ کو یاد آ گیا کہ آخری رخصت کے وقت میرا بھیا میرے پاس آیا تھا اور فرمایا تھا: بہن زینبؑ! اب میں میدان میں جا رہا ہوں میرے سجادؑ کی حفاظت کرنا اور نسل امامت کو بچانا تیرا کام ہے۔ زینبؑ نے وعدہ کیا کہ بھیا! جب تک زینبؑ زندہ ہے اس وقت تک سجادؑ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

بس!

ایک بار علی علیہ السلام کی شیر دل بیٹیؑ آگے بڑھی اور سجاد علیہ السلام کے آگے آ کر کھڑی ہو گئی۔ فرمایا: یزید! پہلے میری گردن کٹے گی پھر جلادؑ سجادؑ کی طرف جائے گا۔

یزید کمینہ کہتا ہے: جلاد! اس خاتون کی گردن بھی اُڑا دے۔

اب جلاد اِدھر چلا' اُدھر حضرت فضہ رضی اللہ عنہا کو اپنا وعدہ یاد آ گیا۔

۱۱ ہجری تھی حضرت فاطمہ زہراؑ دنیا سے جا رہی تھیں۔ مجھے بلا کر فرمایا: بہن فضہؓ! میں نے تجھے بہن کہا ہے، میں نے تجھے بہن سمجھا ہے، میں دنیا میں نہ رہوں گی، میری اولاد کی حفاظت کرنا، میری بیٹیوں کی حفاظت کرنا۔

فضہ علیہا السلام، حضرت امام حسن علیہ السلام کو نہ بچا سکیں، کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا، حضرت امام حسین علیہ السلام کو نہ بچا سکیں، کٹا ہوا سر نوک نیزہ پر بلند ہوا مگر حضرت زینبؑ کو بچاتا ہے۔

ایک بار حضرت فضہ علیہا السلام، حضرت زینبؑ کے سامنے آ گئیں۔ جلال میں آ کر فرمایا: یزید! جب تک فاطمہؑ کی کنیز زندہ ہے اس وقت تک کوئی میری شہزادیؑ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

اس کمینے نے کہا: جلاد! پہلے اس ضعیفہ کی گردن اڑا دے۔

حضرت فضہ علیہا السلام نے مڑ کر دیکھا کہ دربار میں اس کے ملک حبشہ کے دو سو سردار بیٹھے تھے۔

حضرت فضہ علیہا السلام نے فرمایا: تمہاری غیرت کو کیا ہوا ہے، تمہارے سامنے تمہارے وطن کی ایک عورت ماری جا رہی ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو؟

وہ سب سردار کھڑے ہو گئے، تلواریں نکال لیں۔

انھوں نے کہا: یزید کو کچھ نہ کہنا، ورنہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔

عزادارو!

اب زینبؑ کا دل بھر آیا، مدینہ کا رُخ کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدَّاهُ

نانا (رسولِ خداؐ)! ایک کنیز کی حمایت میں دو سوگواریں نکل آئیں، لیکن آپؐ کی بیٹی دربار میں بے مقنعہ و چادر کھڑی ہے اور زینبؑ کی حمایت میں کوئی آواز نہیں آئی۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ

# مجلسِ نہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ

"نفس برابر بُرائی کی طرف اُبھارتا ہی رہتا ہے مگر جس پر میرا پروردگار رحم فرمائے" (سورۂ یوسف آیت ۵۳)۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ○ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ○ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○ (سورۂ شمس آیات ۷ تا ۱۰)

"اور جان کی اور جس نے اسے درست کیا۔ پھر اس کی بدکاری اور پرہیزگاری کو اسے سمجھا دیا (قسم ہے) جس نے اس (جان) کو گناہ سے پاک رکھا۔ وہ تو کامیاب ہوا اور جس نے اسے (گناہ کر کے) دبا دیا وہ نامراد رہا۔"

تیرھویں پارے کی پہلی آیت یعنی سورۂ یوسف کی آیت ۵۳ اور عیدین کی نماز میں پڑھے جانے والے دوسرے سورۂ شمس کی چار آیتیں تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی ہمارا عشرہ بالکل اختتامی مراحل میں پہنچ رہا ہے۔ آٹھ مجالس گزر چکی ہیں اور آج نویں مجلس ہے اور کل رات آخری مجلس ہوگی۔

تاریخیں گزر گئیں' مجالس پوری ہونے کے قریب ہیں اور ابھی ایک طرح سے موضوع شروع بھی نہیں ہوا۔

اب تک یہ بات نہیں آئی کہ آخر نفس کی پاکیزگی پر جو اسلام زور دے رہا ہے اس کا طریقہ کیا ہے؟ یہ نفس پٹرول سے پاک ہوتا ہے یا مٹی سے پاک ہوتا ہے یا نفس پانی سے پاک ہوتا ہے؟ کس چیز سے پاک ہوتا ہے؟

اصل موضوع یہ تھا لیکن میرے پرانے سننے والوں کو معلوم ہے کہ یہ تو میرا بہت ہی پرانا مسئلہ ہے کہ میں پانچ مجالس پڑھا کرتا تھا بات نامکمل رہ جاتی تھی' لوگوں نے کہا: آپ دس مجالس پڑھا کیجیے۔ بات پھر بھی نامکمل رہ جاتی ہے تو کہا: رمضان کی تیس مجالس پڑھ دیجیے۔ جب وہاں بھی بات نامکمل رہ جاتی ہے تو اب لوگ سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ اب کیا کہا جائے۔ یہ اُن لوگوں کی بات ہے جو سن لیتے ہیں' لیکن بعض لوگوں کے لیے تو ایک مجلس میں بیٹھنا مسئلہ ہوتا ہے۔

خیر!

یہ تو ایک ضمنی بات تھی' اس لیے میں نے بیان کی کہ پورا حق تو ادا نہ ہو سکا' لیکن کم از کم ان آخری دو تقاریر میں کوشش کروں گا کہ جو اس عنوان کا اصل مقصد تھا وہ تھوڑا بہت سامنے آئے۔ لیکن دنیا کے موجودہ حالات میں جنھیں آخری زمانے کے حالات بھی کہا جاتا ہے۔ ہر جگہ' کسی بھی علاقے میں جاؤں' لوگوں کی پریشانیاں' لوگوں کے مسائل' لوگوں کے چہروں پر ایک افسردگی' ہر آدمی پریشانی کا شکار ہے چاہے موضوع کچھ بھی ہو ایک آدھ دعا کا تذکرہ ہو جاتا ہے اور اگر ہماری ذات سے کسی مومن یا مومنہ کو کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے تو میں تقریر کے موضوع سے زیادہ اہمیت

اس بات کو دیتا ہوں۔

البتہ!

یہاں پر میں یہ عرض کر دوں کہ جو کل جملہ رہ گیا تھا کہ فزکس کا ٹیچر کیمسٹری نہیں پڑھا سکتا' لیکن اگر پڑھائے گا تو بہت عام سی باتیں بتائے گا۔ ہمارے یہاں قابل احترام علمائے کرام ہیں کہ جن کا تخصیص یا ساری ریسرچ دعا' تعویذ' وظیفے اور اعمال پر ہے۔ اصل میں تو ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے' میں تو بہت عام سی روایتیں یا اپنے اساتذہ سے ایک دو باتیں جو سیکھی ہیں وہ کرتا ہوں۔

اچھا!

اب آ جائیے کہ جو بات میں کہتے کہتے اِدھر مڑ گیا تھا کہ اپنے موضوع میں مجھے دو یا تین باتیں ذرا سی اپنے موضوع سے ہٹ کر بیان کرتا ہیں۔

شروع میں تین باتوں کا تذکرہ کر دوں' درمیان میں ان کی تفصیل آئے گی۔

سورۂ طارق جس کا نمبر ہے ۸۶ سورہ نمبر ۲۱ یعنی سورۂ انبیاءؑ کی آیت نمبر ۸۹ اور سورہ نمبر ۲۳ یعنی سورۂ مومنون کی آیات ۱۲' ۱۳' ۱۴۔

یہ وہ تین چیزیں تھیں جن کا کل بہت سرسری بیان آیا اور بعد میں بہت سے مومنین نے اس کے حوالے سے خواہش ظاہر کی تو دو مرحلوں میں میں اس عنوان پر آ رہا ہوں۔ شروع میں میں نے ایک چھوٹی سی فہرست بتا دی۔ بعد میں اس کی تفصیل آئے گی۔

دو چھوٹے چھوٹے بچے کل میرے پاس دوڑے دوڑے آئے تھے جب میں عزاخانے سے باہر نکل رہا تھا' اس وقت ان کو میں مکمل جواب نہ دے سکا۔ اس کا

maablib.org

مکمل جواب یہ ہے:

مَلِیحَہ' سَعِیدَہ

بہت ساری چیزوں میں جو تاریخ کے واقعات ہیں ان میں اختلاف پائے جاتے ہیں۔ تاریخ کا مطلب ہے جو واقعات ہو چکے ہیں ان میں اختلاف ہے۔ جو واقعات ابھی ہونے ہیں' جو ابھی نہیں ہوئے ان میں تو اس قسم کی روایتوں کا اختلاف اپنی جگہ رہے گا' چونکہ اس سے کوئی بہت بڑا عقیدے کا یا عمل کا مسئلہ حل نہیں ہوتا تو زیادہ اس پر research کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

بہرحال!

مَلِیحَہ' سَعِیدَہ

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ خاتون جن کا نام روایات میں آیا' بعض روایات میں "مَلِیحَہ" ہے اور بعض روایات میں "سَعِیدَہ" ہے۔

اب ذرا سا ربط ملایئے!

میں پورا ربط نہیں ملا پاؤں گا' اس لیے کہ پورا موضوع رہ جائے گا۔ اللہ کے رسولؐ کو زہر دینے والوں میں پہلا نام اس یہودی عورت کا آتا ہے' جس نے اللہ کے رسولؐ کو پہلی مرتبہ زہر پہنچایا۔

یہ زہر کے حوالے سے بات ہو رہی ہے ورنہ تو اللہ کے رسولؐ پر جادو کرنے کی ناکام کوشش بھی ایک یہودی ہی کی بیٹی نے کی تھی' جس کی وجہ سے سورۂ فلق اور سورۂ والناس نازل ہوا۔

شہزادی کونینؑ کے مصائب میں بہت بڑا حصّہ عورت کا ہے۔ مولائے

کائنات علیہ السلام کے قتل پر ابن ملجم کو آمادہ کرنے والی عورت ہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کو شہید کرنے میں بھی عورت کا ہاتھ ہے اور پھر یہ سلسلہ چلا نویں امامؑ تک اور پھر یہ سلسلہ پہنچا آخری امامؑ تک۔

پہلا معصومؑ یعنی اللہ کا رسولؐ، ان کو ایک یہودی عورت نے زہر دیا اور آخری معصومؑ بھی ایک عورت کے ہاتھ سے شہید ہوگا۔ پہلا امامؑ ایک عورت کی سازش سے شہید ہوا' آخری امامؑ بھی ایک عورت کے ذریعے شہید ہوگا۔

ایام عزا میں اکیس محرم سے لے کر چہلم تک کے عشرے جہاں میں پڑھتا ہوں تو اس میں یہ بھی بیان کرتا ہوں کہ کربلا کی خواتین نے جس طرح سے کربلا کو بچایا اور اس وقت ہمارا عنوان عورتوں کی اہمیت اور عورتوں کی ذمہ داریاں ہوتا ہے۔ عورت اگر اللہ کے احکام پر عمل کرے تو عورت سے بہتر کوئی نہیں' اگر شیطان کے راستے پر چلے تو اس سے بدتر کوئی نہیں۔

آخری عورت ہے ملیحہ یا سعیدہ۔

یہاں پر ایک چھوٹے سے سوال کا پہلے جواب دے دوں اور وہ یہ ہے کہ اسلام جرم سے پہلے سزا کا قائل نہیں ہے۔ یہ بات ایک اور حوالے سے بھی آ گئی تھی۔ چنانچہ جب تک ان سے جرم سرزد نہ ہو جائے اس وقت تک اپنی بچی کا نام ملیحہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اپنی بچی کا نام سعیدہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بہر حال!

اب آیئے!

اس جملے پر جو میں نے دو دن مسلسل بیان کیا کہ جس طرح سے گھر کے

معاملات میں اسلام نے ظاہری صفائی کا سب سے اہم ذمہ دار عورت کو قرار دیا ہے' اسی طرح نفس کی پاکیزگی کا ذریعہ بھی بعض معاملات میں عورت کو قرار دیا ہے۔ نفس کی پاکیزگی میں بہت بڑا کردار عورت کا ہے چاہے ماں بن کر' چاہے بیوی بن کر اور اگر عورت اپنے اس کردار کو انجام نہ دے تو کبھی یہودن بنتی ہے' قطامہ بنتی ہے' کبھی جُعدہ بنتی ہے' کبھی اُمّ الفضل بنتی ہے اور کبھی ملیحہ یا سعیدہ بنتی ہے۔

اب یہاں پر عورت سے ہم آ جاتے ہیں اپنے اصل موضوع پر کہ عورت کی بہت اہم ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر کے تمام افراد کی غذا کی طہارت کا انتظام کرے' اپنے گھر کے تمام افراد کے لباس کی طہارت کا لحاظ رکھے اور اپنے گھر کے تمام افراد کا اور ان مقامات کا خیال رکھے جہاں وہ نماز پڑھتے ہیں' تلاوت قرآن کرتے ہیں یا دعائیں مانگتے ہیں اور وہاں وہ اپنے گھر کے تمام افراد کے نفس کو پاک کرے۔

نفس کی پاکیزگی میں ایک فائدہ اور بھی سن لیجیے!

یہ فائدہ اس لیے مجھے بیان کرنا پڑ رہا ہے کہ آج کی تقریر کے باقی حصے کے جس عنوان پر مجھے گفتگو کرنی ہے تو پہلے یہ چیز واضح ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ دعا کب قبول ہوتی ہے؟

جب انسان کا نفس پاک و پاکیزہ ہو' یہ دعا کی قبولیت کی ایک اہم شرط ہے۔ آپ کہیں گے کہ بہت سارے گندے لوگوں کی بھی دعا قبول ہوتی ہے اور بہت سارے گناہ گاروں کی دعا بھی قبول ہوتی ہے؟ آپ ان جملوں پر غور کیجیے گا ورنہ ایسے وسوسے اور خیالات شیطان دل میں پیدا کر دے گا۔ دعا کے لیے اللہ کا وعدہ

ہے کہ ہر دعا قبول کروں گا۔ یہ کس سے وعدہ ہے جس کی ہر دعا قبول ہے؟ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا' بلکہ جن کا نفس اتنا پاک ہوتا ہے جو ہمارے معیار سے بہت بلند ہوتے ہیں۔ میں آپ سے یہ نہیں کہہ رہا کہ اتنا پاکیزہ نفس بنایئے۔

ہاں!

بنایئے' شاید اکثر کے لیے ممکن نہ ہو لیکن ایک فائدہ بتا رہا ہوں کہ جب نفس انتہائی پاکیزہ ہوتا ہے تو اس کا درجہ وہ ہے جسے اسلام میں مستجاب الدعوات کہا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں کتابوں میں ایک فہرست (list) انبیاءؑ کے' پیغمبر اسلام ﷺ اور معصومین علیہم السلام اور آج کل کے زمانے کی بھی' جن میں ہے کہ اللہ کے وہ نیک بندے کہ اِدھر ان کی زبان پر کوئی لفظ آیا اُدھر فوراً وہ لفظ قبولیت خدا کی بارگاہ میں پہنچا۔ چنانچہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اپنی دعا دوسروں سے بھی کراؤ۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اُنھیں میں سے کوئی مستجاب الدعوات ہو اور ایسے لوگ ہیں کہ جب کسی معصومؑ کے روضے پر جا کر سلام کرتے ہیں تو ان کو سلام کا جواب ملتا ہے۔

ہمارے پاس ایک فہرست ہے جس میں ان شخصیات کے نام ہیں جن کو سلام کا جواب ملتا ہے۔ مثلاً آپ جب کربلا کی زیارت کرتے ہیں تو حضرت ابراہیم مجابؒ کی ضریح پر بھی تو جاتے ہیں۔ ہر ایک جانتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ ساتویں امامؑ کی نسل سے اس فرزند کا نام ہے' جو مجاب تھے۔ جب بھی وہ آقا حسین علیہ السلام کو سلام کرتے تھے تو ان کو ہر دفعہ سلام کا جواب ملتا تھا۔ جسے آقا حسین علیہ السلام سلام کا جواب دے رہے ہیں وہ اگر اللہ کی بارگاہ میں سوال کریں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اُنھیں

جواب نہ دے لیکن یہ رُتبہ کیسے ملتا ہے نفس کی پاکیزگی سے کہ آپ اگر کربلا جائیں اور زیارت کریں تو نفس اتنا پاکیزہ ہو (جو ہمارا اصل عنوان ہے)۔

بہر حال!

حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقائی محسن الحکیم اعلیٰ اللہ مَقَامَہٗ وَ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَطَابَ ثَرَاہُ تاریخ تشیع کی انتہائی عظیم شخصیت اور انتہائی اہم مراجع میں سے ایک ہیں۔

ایک گزارش میری مومنین و مومنات سے ہے جو آج کل کثرت کے ساتھ زیارات کے لیے جا رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اتنا کم وقت ہوتا ہے کہ دس دن یا پندرہ دن کے اندر زیارت کر کے آ جانا ہے۔ معصومؑ کے حرم کے اندر جتنا بیٹھنا چاہیے اتنا بھی موقع نہیں ملتا۔ سات دن یا آٹھ دن سے زیادہ عام طور پر زائر نہیں ٹھہرتے۔ نجف میں دو یا تین دن مگر پھر بھی جو شیعیت کا ایک بنیادی اُصول ہے کہ ہم اپنے محسنوں کو کبھی نہیں بھلاتے' ہم احسان فراموش قوم نہیں ہیں باقی کتنی خرابی ہم میں کیوں نہ ہو' محسن کو ضرور یاد رکھتے ہیں۔

آج ہم ذوالجناح کی شبیہ کیوں بناتے ہیں؟ اس لیے بناتے ہیں کہ اس محسن کو یاد کرتے ہیں جس نے آقا حسین علیہ السلام کی سب سے زیادہ خدمت کی تھی۔

یہ ہمارے علمائے کرام' یہ ہمارے مراجع عظام' یہ ہمارے قابل احترام نائبین امامؑ' ان کی قبریں' ان میں سے بعض کے روضے خاص طور پر جو حرم کے اطراف میں ہیں یا جو بالکل قریب ہیں۔ جب آپ ہوٹل میں جاتے ہیں اور واپس آتے ہیں تو راستے میں دس بار دیکھتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایسا تو عام قبرستان کے ساتھ

بھی آدمی نہیں کرتا' میں کتنے لوگوں کو جانتا ہوں کہ جو قبرستان سے گزرتے وقت کم از کم ایک فاتحہ پڑھ لیتے ہیں۔

مولاؑ کے حرم کے اندر کتنے ہمارے قابل احترام علما دفن ہیں۔ حضرت علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مقدس اردبیلی رحمۃ اللہ علیہ کی قبریں تو خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہیں لیکن حضرت خاتم المحدثین علامہ شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں کہ نہیں؟ حضرت علامہ مرزا حسین نوری رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں کہ نہیں؟

جنھوں نے پہلی بار نجف سے کربلا پیدل جانے کا طریقہ رائج کیا' آج ہر سال باہر سے آنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور وہ اسی نجف میں ہیں۔ اسی طرح حضرت آیت اللہ محسن الحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر وہیں پر ہے۔

خیر!

یہ تو ایک ضمنی بات میں نے اس لیے کی کہ بہت سارے لوگوں کو میں جانتا ہوں جو اس مجمع میں بھی ہیں جو زیارت کے لیے جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔

بہرحال!

اس عظیم مرجع نے نوے (۹۰) سال کی عمر پائی۔ زندگی کے آخری سالوں انتہائی ضعیف ہو چکے تھے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ غالباً یہ ان کی زندگی کی آخری زیارت تھی کہ آخری مرحلوں میں زندگی میں آخری مرتبہ پھر زیارت کے لیے نکلے کہ سارے روضوں کی زیارت کی جائے۔

تقریباً نوے سال کا بزرگ مرجع اور اس وقت کے حالات ایسے تھے کہ ایک جسمانی کمزوری ہوتی ہے اور ایک ذہنی پریشانی ہوتی ہے کہ جو ایک مصیبت اور

پریشانی اور عذاب برداشت کرنا ہوتا ہے لیکن یہ ایک مرجع اور نائب امامؑ تھے اور نفس مطمئنہ کے ماننے والے تھے۔ اُنھوں نے جو آخری زیارت اپنی زندگی میں کی تو حضرت حُر رضی اللہ عنہ کے روضے پر بھی گئے اور وہاں جانے کے بعد ایک جملہ کہا۔

نوے سال کا بزرگ مرجع' چلا نہیں جا رہا تھا اور کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا اور ضریح کے سامنے جا کر بڑی مشکل سے کھڑے ہوئے۔ ایک بار ضریح کو پکڑ کر کہا: اے حُرؒ ابن یزید ریاحی! میں عمر میں تم سے بڑا ہوں' میں خاندان میں تم سے بڑا ہوں اور میں علم میں تم سے بڑا ہوں لیکن اس وقت میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمھارے سامنے بیٹھ کر زیارت پڑھوں' مگر تمھارا ایک ایسا رُعب اور جلال میرے دل پر طاری ہے کہ مجھ سے بیٹھا نہیں جا رہا' اس لیے کہ اے حُرؒ! تُو نے راہِ خدا میں اتنی بڑی قربانی پیش کی کہ تُو نے اپنے نفس کو پاک کیا۔

نفس کی پاکیزگی کسے کہتے ہیں؟

حضرت حُرؒ! نے کیا چھوڑا؟

حضرت امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دینے کے لیے عہدہ چھوڑا۔

حضرت حُر رضی اللہ عنہ نے کیا چیز قربان کی؟

دولت قربان کی۔

حضرت حُر رضی اللہ عنہ نے کیا چیز قربان کی؟

عزت قربان کی۔

حضرت حُر رضی اللہ عنہ نے کیا چیز قربان کی؟

اپنی جان قربان کی۔

حضرت محمدؐ نے کیا قربان کیا؟

اپنی اولاد کو قربان کیا۔

نفس کی پاکیزگی کے لیے مال کی قربانی دینا پڑتی ہے اور نفس کی پاکیزگی کے لیے یہ ساری قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔

بہرحال!

یہ میری تقریر کے شروع میں ایک سوال کا جواب بھی ہے اور تقریر کے آخری حصے کی تمہید بھی ہے۔

شروع کا سوال کیا تھا؟

نفس کس چیز سے پاک ہوتا ہے؟

نفس صرف اور صرف راہِ خدا میں قربانی دینے سے پاک ہوتا ہے، جتنی قربانیاں دیتے جائیں گے، نفس پاک ہوتا جائے گا۔

سو فیصد نفس کیسے پاک ہوگا؟

بہت بڑا معیار ہے لیکن اس کو میں کل کی مجلس میں بہت ہی آسان کر دوں گا۔ آج تو صرف اتنی سی بات ہے کہ یہ سوال کا جواب ہے۔

ہاں!

جو جائز چیزیں ہیں ان کا مسئلہ نہیں ہے لیکن اگر کبھی حکم خدا اور دنیا میں ٹکراؤ ہو، قربانی دی جائے تو آیت اللہ محسن الحکیم جیسا مرجع بیٹھنا چاہ رہا ہے، تو رعب کی وجہ سے بیٹھا نہیں جا رہا ہے۔ جلال کی وجہ سے بیٹھا نہیں جا رہا۔ یہ ہے نفس کی پاکیزگی۔

بہرحال!

اللہ نے دعا کے حوالے سے تین چار ایسے اُصول دیے ہیں جو میں عام طور پر رمضان میں شب قدر کی مجلس میں پڑھتا ہوں۔ سورۂ طلاق، سورۂ انبیاءؑ کی آیت نمبر ۸۹ اور سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۱۲، ۱۳، ۱۴۔ یہ تینوں ایک ہی مسئلے کی مختلف دعائیں ہیں۔ یہ سارے کے سارے قرآنی اعمال ہیں۔ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جو میں نے کل بھی بیان کیا تھا اور وہ ہے بیٹیوں کی شادی۔

کل جو حدیث آئی تھی جس میں چار چیزیں بیان ہوئی تھیں:

پہلی چیز!

دَیناً وَ لَو کَانَ دِرهَمًا قَرضًا

''قرضہ چاہے ایک درہم ہی کیوں نہ ہو''۔

دوسری چیز!

سُؤالًا وَ لَو کَانَ طَرِیقًا

''سوال کرنا چاہے راستے کو پوچھنے کا ہی کیوں نہ ہو''۔

تیسری چیز!

بِنتًا وَ لَو کَانَ مَریَمَ

''بیٹی چاہے مریمؑ ہی کیوں نہ ہو''۔

چوتھی چیز!

سَفَرًا وَ لَو کَانَ فَرسَخًا

''سفر کرنا چاہے ایک فرسخ تک ہی کیوں نہ ہو''۔

بہرحال!

سورۂ طلاق قرآن مجید کا سورہ نمبر ۸۶ ہے۔ روزانہ فجر کی نماز کے بعد تین مرتبہ تلاوت کریں۔ اس وقت تک پڑھتے رہیں جس دن تک کوئی رشتہ نہ آ جائے۔ دوسرا عمل ہے کہ سورۂ مریم کی تلاوت کی جائے۔

اچھا!

اب ایک تو مسئلہ یہ ہوا!

دوسرا مسئلہ!

شادی ہو گئی' اب ایک مسئلہ پھر آتا ہے کہ مولانا! اولاد نہیں ہو رہی۔ اگر اولاد نہیں ہو رہی تو سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۱۲، ۱۳، ۱۴ کی تلاوت کریں تو خدا ضرور اولاد عطا کرے گا' نماز فجر کے بعد ایک بار تلاوت کریں اور پانی پر ایک بار پڑھ کر پلا دیں۔

تیسرا مسئلہ!

اب اس کے بعد کا ایک مسئلہ ہے جو ہمارے ہاں بہت بڑا مسئلہ ہے کہ مولانا! اولاد بھی ہے لیکن لڑکا نہیں ہے یعنی اولاد نرینہ نہیں ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے چوتھے امام علی زین العابدین علیہ السلام کا ایک واقعہ ہے کہ جب بھی امامؑ کے ہاں کوئی اولاد ہوتی تھی اور گھر سے اطلاع آتی تھی کہ مولاؑ! مبارک ہو۔

اب آنے والا غلام ہو یا کنیز آہستہ آہستہ بتاتا ہے کہ پھر بیٹے کی بات کروں گا تو امامؑ اور خوش ہو جائیں گے' لیکن امامؑ پہلا جملہ سنتے ہی روک دیتے ہیں کہ خبردار! یہ مت بتانا کہ بیٹا ہے یا بیٹی ہے بلکہ یہ بتانا کہ صحیح الخلقت ہے یا کوئی خرابی تو

نہیں ہے؟

غلام جیسے ہی کہتا ہے کہ نہیں مولاؑ! آپؑ کا بیٹا ہے یقیناً صحیح ہوگا۔

اب امامؑ فوراً شکر کے سجدے میں گرتے ہیں:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِی خَلَقَنِی مِنِّی تَامًّا سَوِیًّا

"تمام تعریفیں اس اللہ کی جس نے مجھے تام اور سوی ایک صحت مند اولاد عطا کی ہے" (نعرۂ حیدری)۔

اولاد صحیح الخلقت ہونی چاہیے چاہے بیٹی ہو یا بیٹا' تو یہ سورۂ مومنون کی آیات اولاد کے لیے بھی ہیں اور اولاد کے صحیح الخلقت ہونے کے بارے میں بھی ہیں۔ بہت اہم یہ آیتیں ہیں بارہ' تیرہ' چودہ!

بہرحال!

جس کے ہاں بالکل اولاد نہ ہو تو اس کا ایک خاص عمل ہے اور وہ ذرا مشکل ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو کسی طرح مکہ میں جا کر حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کی قبر پر جا کر ان تین آیتوں کی تلاوت کرے تو دیکھنا وہ کتنی جلدی صاحب اولاد ہوگا لیکن جو وہاں نہیں جا سکتے ہیں تو وہ جہاں پر ہیں اور اگر جا سکتے ہوں تو یہ عمل نہ بھولیں اور اس میں نیابت بھی ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی اور جانے والا جا رہا ہے ہم نے اس سے کہا کہ ہماری طرف سے یہ عمل کر دینا تو بھی آپ ہی کا عمل شمار ہوگا۔

اب تیسرا اور آخری اسی سے related عمل اور وہ یہ کہ اولاد تو ہے لیکن بیٹا چاہیے تو سورۂ انبیاءؑ کی آیت نمبر ۸۹ کو تلاوت کیا جائے اور یہ حضرت زکریاؑ کی دعا ہے:

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ

''اے خدا! مجھے ایک وارث عطا فرما اور تُو بہترین وارث عطا کرنے والا ہے''(سورۂ انبیاء' آیت ۸۹)۔

اس آیت کو بیٹا عطا ہونے تک سات مرتبہ پڑھنا ہے۔

## ذکرِ مصائب: حضرت سکینہؑ کا بازارِ کوفہ میں دُعا کرنا

بہرحال!

یہ عمل تو ہمارے لیے ہے' لیکن اہل بیتؑ کے ہاں تو ایسا مسئلہ کبھی رہا ہی نہیں ہے' بلکہ بیٹیوں کو بیٹوں کی نسبت زیادہ محبت کے ساتھ پالا گیا۔

اب ایک لفظ محاورۃً کہہ رہا ہوں ورنہ شہزادیِ کونینؑ کے لیے یہ لفظ مناسب بھی نہیں ہے۔

باپ کی زندگی میں پھولوں میں تُلتی تھیں حضرت فاطمہؑ۔ حضرت فاطمہؑ کو کوئی پھولوں کی چھڑی بھی نہیں لگا سکتا تھا۔ لیکن ہائے! جس کو کوڑا مارا گیا' جس کی پسلیاں توڑی گئیں' جس کے گھر کا دروازہ اس کے اُوپر گرایا گیا۔

اہل بیتؑ کے گھرانے میں بیٹیاں سرآنکھوں پر بٹھائی جاتی ہیں۔ جب تک بابا زندہ تھا حضرت سکینہؑ باپؑ کے سینے پر سوتی تھیں لیکن باپؑ کی شہادت کے بعد حضرت سکینہؑ کو اُونٹ کی سخت اور کھردری پیٹھ پر بٹھا کر کوفہ وشام کے بازاروں میں لے جایا گیا۔

جو باپ کو اتنی محبوب کہ اگر غازی عباس علیہ السلام کو اجازت نہیں مل رہی ہے تو

حضرت سکینہؑ کی سفارش قبول ہوتی ہے' لیکن وہ شمر کے طمانچے اور عمر ابن سعد کے کوڑے' مگر اس حالت میں بھی حضرت سکینہؑ نے یہ بتایا کہ دعا کیسے کہتے ہیں اور کیسے کی جاتی ہے۔

بازار کوفہ میں قافلہ روک دیا گیا۔ سیدانیوںؑ کا لٹا ہوا قافلہ کربلا سے آیا اور بازار کوفہ میں روک دیا گیا۔

اچھا اب یہ سنیے!

عمر ابن سعد چاہتا ہے کہ یہ قافلہ جلدی سے دربار میں پہنچے' تاکہ اسے انعام ملے اور ابن زیاد کہتا ہے کہ دیر سے لے کر آؤ' پہلے بازار میں روک دو۔ عمر ابن سعد کی وجہ تو میں نے بتادی کہ انعام چاہیے' لیکن ابن زیادہ کیوں روک رہا ہے؟

کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ ابھی میرے دربار کی سجاوٹ مکمل نہیں ہوئی۔ پہلے میرا دربار سجے گا پھر قیدی آئیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اے ابن سعد! اگر ایک بار تو قافلہ لے کر آگے نکل گیا تو لوگوں کی ایک ہی نگاہ پڑے گی' لیکن میرا دل اس وقت خوش نہیں ہوگا' جب تک کہ کوفہ کے سارے مرد محمدؐ کی نواسیوںؑ کا حال نہ دیکھ لیں۔

ذرا سوچیے!

حضرت زینبؑ کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی جو سر جھکائے اُونٹ پر بیٹھی ہے۔

پُرانا شہر' تنگ گلیاں اور اُونٹ پر سوار' حضرت زینبؑ کا اُونٹ اتفاق سے ایک ایسی عورت کے مکان کے سامنے رُکا جو مومنہ بھی ہے اکیلی بھی ہے اور اسے دنیا کی خبر نہیں ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' اسے تو اتنا معلوم ہے کہ آج حاکم کا حکم آیا تھا کہ

آج ہر عورت تیار ہو کر مکان کی چھت پر بیٹھے اور ہر مرد تیار ہو کر دربار میں آئے۔

یہ بھی مکان کی چھت پر آ کر بیٹھ گئی اور اسے پتا ہی نہیں ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ ایک بار اس نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ میرے گھر کے سامنے جو اُونٹ رُکا ہے اس پر ایک بی بیؒ بیٹھی ہے' اب یہ تو پتا نہیں چل رہا کہ کون ہے لیکن اس کی گود میں ایک بچی سر رکھ کر لیٹی ہوئی ہے۔ بچی کے بارے میں بھی پتا نہیں چل رہا کہ کون ہے لیکن بچی کے رُخساروں پر طمانچوں کے نشان اور بچی کے کانوں میں جما ہوا خون بہت دور سے نظر آ رہا ہے۔ پھر اس مومنہ نے دیکھا کہ بچی نے سر اُٹھایا۔

عرض کیا: پھوپھی اماںؑ! وہ تو جنگل تھا' یہ تو شہر ہے کیا یہاں بھی کوئی مجھے پانی دینے والا نہیں ہے؟

عزادارو!

حضرت زینبؑ نے تو کوئی جواب نہ دیا' لیکن وہ مومنہ گھر میں دوڑ کر گئی' ٹھنڈے پانی کا کوزہ لے کر آئی' ہاتھ بڑھا کر کہا: اے بچی! یہ لے پانی پی لے میں تجھے پانی دیتی ہوں۔ بچی کو تو پتا ہے کہ پانی تو میرے باباؑ نے بھی بھیا اصغرؑ کے لیے مانگا تھا۔

بس!

اب پانی لیا اور پانی پینا چاہتی ہے کہ ایک بار کان میں ضعیفہ کی آواز آئی: اے بچی! جب پانی پی لینا تو میرے لیے دو دعائیں کر دینا' کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ خدا تم جیسے یتیموں اور قیدیوں کی دعا بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔

حضرت سکینہؑ نے ٹھنڈے پانی کا کوزہ منھ سے ہٹا لیا۔ فرمایا: پہلے تُو اپنی

دعائیں بتا۔ عرض کیا: میری پہلی دعا یہ ہے کہ خدا میرے بچوں کو تیری طرح سے یتیم نہ کرے اور تیری طرح سے قیدی نہ بنائے۔

عزادارو!

حضرت سکینہؑ نے ہاتھ اُٹھائے' آسمان کو دیکھا' دعا شروع کی کہ خداوندا! جیسی یتیمی میرے اُوپر آئی ہے' جیسی اَسیری میرے اُوپر آئی ہے اس سے اس مومنہ کے بچے محفوظ رہیں۔

فرمایا: تیری دوسری دعا کیا ہے؟

عرض کیا: بہت بوڑھی ہوگئی ہوں۔ چلا بھی نہیں جاتا' ایک بار مرنے سے پہلے خدا مجھے مدینے میں پہنچا دے۔

حضرت سکینہؑ دعا کرنے لگیں' لیکن حضرت زینبؑ نے دشمنوں کے ماحول میں اپنے شہر کا نام سنا تو ایک مرتبہ کہا: اچھا! یہ بتا تو مدینے میں کیوں جانا چاہتی ہے؟

مومنہ نے عرض کیا: مدینے میں میرے آقا علی علیہ السلام کا شہر ہے' میری شہزادی فاطمہؑ کا وطن ہے۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: اب تو علیؑ بھی نہ رہے اور فاطمہؑ بھی نہ رہیں۔

عرض کیا: اگر وہ نہیں رہے تو ان کا بیٹا اور میرا آقا حسینؑ تو ہے اور ان کی بیٹی اور میری آقا زادی حضرت زینبؑ تو ہے۔

فرمایا: اے ضعیفہ! تُو نے خالی زینبؑ کا نام سنا ہے یا زینبؑ کو پہچانتی بھی ہے؟

عرض کیا: جب تک جوان اور طاقت ور تھی تو ہر سال بی بیؑ کی زیارت کو جاتی تھی۔

عزادارو!

بس! اتنا سننا تھا کہ اب حضرت زینبؑ نے دائیں بائیں دیکھا' کوئی نامحرم متوجہ نہ تھا' چہرے سے بالوں کو ذرا سا ہٹایا' ارشاد فرمایا: اے اُمّ حبیبہؓ! ذرا دیکھ کر پہچان لے میں ہی فاطمہؑ کی بیٹی (زینبؑ) تیرے شہر میں آ گئی ہوں۔

آخری جملہ!

اُمّ حبیبہؓ نے دیکھا تو پہچان لیا' ماتم کرنے سے پہلے عرض کیا: اے شہ زادیؑ! آپؑ قیدی بن کر آئیں' بازوؤں میں رسّی بندھ گئی' چادر چھن گئی' مگر میرا مولا عباسؑ کہاں چلا گیا؟

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

maablib.org

MAAB 1431
maablib.org

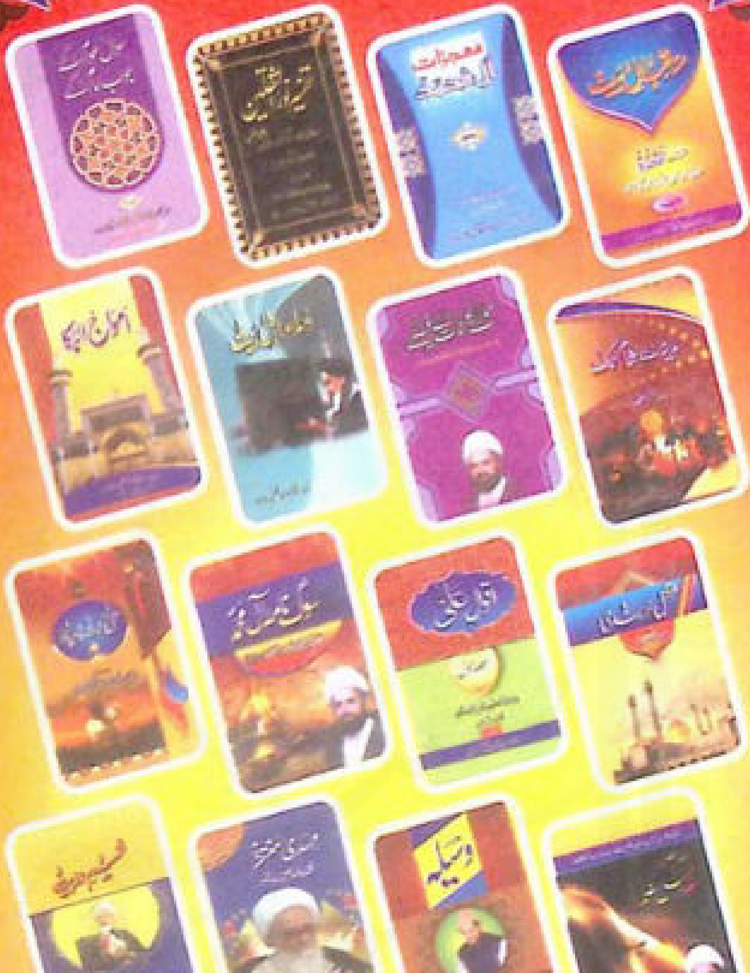

ادارہ منہاج الصالحین لاہور